اسلامی آداب

گھر میں

سید عبدالرحمٰن بخاری
ایم اے، ایل ایل ایم

شعبۂ تحقیق
قائدِ اعظم لائبریری باغ جناح لاہور

کتاب	:	اسلامی آداب
مصنف	:	سید عبدالرحمٰن بخاری ایم. اے. ایل ایل. ایم
طبع اول	:	۱۹۹۲ء
تعداد	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	ایم یو کمپوزنگ دربار مارکیٹ لاہور
طابع	:	سروش رضوی پرنٹرز رائل پارک لاہور
قیمت	:	100 00
ناشر	:	قائداعظم لائبریری، باغ جناح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

باب سوم — تعمیر شخصیت

باب چہارم — آداب معاشرت

باب ششم نظم ریاست

انتساب

اپنے مبدأ فیض اور مُربّی و پیشوا، رہبرِ صادق

حضرت خواجہ محمّد صادق صاحب دامت انوارہم القدسیہ

کے حضور

جن کے فیضِ تربیت اور نگاہِ کیمیا اثر سے ایک عالم بہرہ یاب ہے

اس التجا کے ساتھ

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کُنند
زیبا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند

گدائے بے نوا

سید عبدالرحمٰن بخاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

ہماری زندگی اگر اصولوں کے مطابق بسر ہو تو اس میں باقاعدگی اور ہم آہنگی ہو گی۔ توازن اور نظم و ضبط ہو گا۔ سکون اور اطمینان ہو گا۔ اچھی اور پختہ عادات اپنا کر ہم دنیا میں سعادت اور آخرت میں فلاح سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اسلام ہمارے لئے زندگی کے ہر دائرے میں بہترین رہنمائی کا سامان رکھتا ہے۔ وہ ہمیں اعلیٰ اقدار اور پاکیزہ آداب سکھاتا ہے۔ شائستگی ' وقار اور حسن عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لیے بہترین نمونہ اور معیار کمال ہے۔ اگر ہم سرور دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کریں اور اپنی شخصیت کو اعلیٰ صفات اور اچھے اخلاق سے آراستہ کریں تو یقیناً کامیاب اور سرخرو ہوں گے۔

قائداعظم لائبریری کے ریسرچ آفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری نے "اسلامی آداب" کے موضوع پر ایک مختصر لیکن جامع کتاب تیار کی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے کوشش کی ہے کہ آسان زبان میں زندگی

کے مختلف دائروں سے متعلق دینی آداب پیش کریں تاکہ ہماری روز مرہ کی مشغولیات اعلیٰ مقاصد کی آئینہ دار ہوں۔ ہم اسلامی معمولات کے پابند ہو کر زندگی گزاریں۔ غور کریں تو ہماری زندگی دراصل آداب ہی کا مجموعہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس نے آداب کو نہیں سیکھا وہ بندگی کیا کرے گا ؟ بڑی ہی پر حکمت بات ہے کہ :

"باادب بانصیب ' بے ادب بے نصیب"

سید عبدالرحمٰن بخاری صاحب ایک فاضل عالم اور اچھے انشاء پرداز ہیں۔ میں نے ان سے خاص طور پر آسان اور سہل زبان میں بغیر حوالہ جات کے یہ کتاب لکھوائی ہے تاکہ بچے بھی سمجھ پائیں اور فائدہ اٹھا سکیں۔ دراصل آج اس بات کی از حد ضرورت ہے کہ ہمارے بگڑتے ہوئے معاشرے میں صحیح اصولوں اور پاکیزہ آداب کا شعور عام کیا جائے اور یہ کتاب اسی مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین

والسلام

ایئر کموڈور (ریٹائرڈ) انعام الحق
ناظم اعلیٰ کتب خانہ جات عامہ ' پنجاب

دیباچہ

حسن ادب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی
سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد:

کبھی آپ نے غور کیا اس کائنات اور زندگی کا حسن کس چیز میں ہے ؟ نہ تو اشیاء کی لامحدود کثرت میں اور نہ اعمال کے بے ہنگم مجموعے میں ۔ نہ موجودات کی تنہا ذات میں اور نہ محض دیکھنے والے کی آنکھ میں۔ حسن تو دراصل ترتیب و توازن اور تہذیب و سلیقے میں ہے۔ اگر بہت سی خوبصورت چیزیں کسی جگہ یونہی بکھری ہوئی اور اِدھر اُدھر منتشر پڑی ہوں تو ان کی خوبصورتی بھی ماند پڑ جائے گی ۔ اور اگر کئی بے کار اور بے مصرف چیزیں انتہائی سلیقے اور قرینے سے سجا دی جائیں تو وہ بھی حسن و رعنائی کا مرقع نظر آئیں گی ۔ سو معلوم ہوا کہ حسن و جمال اور رعنائی کا سرچشمہ توازن اور سلیقہ ہے ۔ خدا کی اس وسیع و عریض کائنات میں اور زندگی کی ان لامتناہی شکلوں میں حسن وجمال اور رعنائی و کمال کے جو مظاہر جلوہ گر ہیں وہ سب اسی توازن و سلیقے اور حسن تخلیق کا کرشمہ ہیں۔

یہی ترتیب و توازن اور تہذیب و سلیقہ جب انسانی زندگی کے عملی دائرے میں جھلکتا ہے تو حسن ادب کا اعلیٰ نام پاتا ہے۔ زندگی عمل کی شاہراہ

پر ایک طویل سفر ہے تو حسن ادب اس سفر کا زاد راہ۔ زندگی دین و شریعت کی عملداری کا نام ہے تو ادب اس کی روح و جان۔ زندگی تمدن و ثقافت سے تعبیر ہے تو حسن ادب اس کا نقطۂ کمال۔ ایمان جوھر حیات ہے تو ادب اس کی پہچان۔ اخلاق انسانیت کا وقار ہے تو ادب اس کا عنوان۔ اعمال اگر حسن ادب سے محروم ہوں تو بے ہنگم حرکات کا مجموعہ ہیں۔ اخلاق اس سے عاری ہو تو محض ایک نفاق آمیز تصنع۔ ایمان اس کے بغیر صرف ایک تخیل یا ایک حکایت۔ شریعت اس سے تہیدست ہو تو صرف ایک مجموعۂ رسوم۔ اور زندگی سے ادب نکال دیں تو نری حیوانیت رہ جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے : "توحید کے لیے ایمان ضروری ہے۔ ایمان کے بغیر توحید نہیں۔ ایمان شریعت کا تقاضا کرتا ہے۔ جس کے پاس شریعت نہیں وہ ایمان اور توحید دونوں سے محروم ہے۔ اور شریعت کے لیے ادب لازم ہے۔ پس جو ادب سے عاری ہے اس کے پاس نہ شریعت ہے نہ ایمان اور نہ توحید۔" یہی منشا ہے اس روایت کا کہ : "جو شخص ادب سے محروم ہوا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا اور جس نے اپنے نفس کو حسن ادب سے آراستہ کر لیا وہ دین کا مغز و جوھر پا گیا۔"

بلاشبہ زندگی کے لیے علم، ایمان، اخلاق اور عمل سبھی ضروری ہیں مگر ان سب کی جان اور سب سے برتر حسن ادب ہے۔ قانون زندگی کا پہلا

اور اخلاق دوسرا زینہ ہے تو ادب اس کا آخری قدم۔ بندگی کی راہ حسنِ ادب کی راہ ہے۔ خدمت کا ادب ' خدمت سے بالاتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے سچ فرمایا : "بہت سے علم کے مقابلے میں تھوڑے ادب کی زیادہ ضرورت ہے۔" ایمان بچے پر فرض نہیں ' حسنِ ادب اس کے لیے بھی لازم ہے۔ حالت اضطرار میں شریعت کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں تو آداب اس کی جگہ لے لیتے ہیں ۔ ادب ظاہر میں بھی لازم ہے اور باطن میں بھی۔ ادب شریعت کا بھی ہے اور روحانیت کا بھی۔ ادب جاگتے ہوئے بھی لاگو ہے اور سوتے میں بھی۔ ادب سنجیدگی میں بھی ملحوظ رہے اور مزاح میں بھی۔ ادب جسم کے لیے بھی درکار ہے اور روح کے لیے بھی۔ ادب نگاہوں کی جنبش میں بھی ہو اور ہونٹوں کی لرزش میں بھی۔ ادب ہاتھوں کی حرکت میں بھی ہو اور قدموں کی چاپ میں بھی۔ ادب سوچوں کی حرارت میں بھی ہو اور جذبوں کی تپش میں بھی۔ ادب انسان کے ذہن ودماغ میں بھی ہو اور نفس و جان میں بھی۔ اور حد تو یہ کہ ادب سانسوں کے ارتعاش میں بھی ہو اور دل کی دھڑکنوں میں بھی۔ اور جب یہ ادب میسر آجائے تو انسان عبدیت کے پیکر میں ڈھل جاتا ہے۔ اس کے دل سے معرفت کے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ اس کا دین محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ بن جاتی ہے اور اس کا روحانی وجود قرب الٰہی کی بے کراں فضاؤں میں محو پرواز ہو

جاتا ہے۔

اسلام دنیا کا واحد دین ہے جس نے ادب کو ایمان کی شناخت' اخلاق کا عنوان' عمل کا وقار اور شریعت کی جان ٹھہرایا اور ثقافت کو حسن ادب کی آغوش میں پروان چڑھایا۔ وہ تنہا نظام زندگی جس نے ادب کو انسانیت کا امتیاز' خدمت کا کمال' عبدیت کی معراج اور قرب الٰہی کی دہلیز قرار دیا۔ اسلام کی تہذیب محاسن ادب کی آئینہ بندی ہے۔ اسلام کی تاریخ آداب حیات کا تسلسل ہے ۔ اور آج بھی اسلام کا مہتاب تقدس ادب کے نورانی ہالے میں مطلع حیات پر جگمگا رہا ہے۔ بس المیہ ہے تو یہ کہ اسلام کے ماننے والوں نے ادب کا دامن چھوڑ دیا اور مغرب کی عریاں ثقافت کے نجس دھارے میں بہنے لگے۔ باطل کے سیاسی تسلط سے آزاد ہوئے کئی دہائیاں بیت چکیں پر ذہنی غلامی کی زنجیریں ہنوز ٹوٹ نہیں سکیں۔ فکر کا شہباز ابھی مقید ہے اور مغرب کی ثقافتی یلغار کے آگے مسلمان سپرانداز۔

آج ہماری ضرورت قانون بنانے اور لاگو کرنے سے زیادہ ادب سیکھنے اور سکھانے کی ہے۔ اداروں کی تشکیل اور عمارتوں کی تعمیر اصل چیز نہیں کہ ؏

سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

ہمیں درکار ہے حسن ادب کی چاندنی ۔ ہمارا امتیاز فکر و ثقافت ہے اور

اس کا عنوان اسلامی آداب ۔ ہمارا مسئلہ تعمیر فرد ہے اور اس کا سامان آدابِ شخصیت ۔ ہماری ضرورت مستحکم سوسائٹی ہے اور اس کی تکمیل آدابِ معاشرت ۔ ہماری معراج کمالِ سیرت ہے اور اس کا راستہ نبوی آداب۔ ہمارا مقصود رضائے الٰہی ہے اور اس کا ذریعہ آدابِ عبادت ۔

الغرض ہماری آج کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اسلامی آداب و اخلاق کا علم حاصل کریں اور ان پر کماحقہ عمل پیرا ہوں ۔ اس مقصد کے لئے ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو اپنے اسلوب کے اعتبار سے نہایت سادہ ' عام فہم اور مختصر لیکن اپنے مشمولات کے لحاظ سے اسلام کی جامعیت اور زندگی کی ہمہ گیر وسعتوں سے ہمکنار ہو ۔ فرد کی ذات سے لے کر ریاست کے نظام تک، تعمیر شخصیت سے لیکر حسنِ معاشرت تک ' فکر واعتقاد سے لیکر سیرت و کردار تک' عبادت سے لیکر معیشت تک اور پیدائش سے لیکر موت تک حیات انسانی کے تمام گوشوں اور سب زاویوں کے لئے اسلام کی عملی ہدایات اس میں سمٹ آئیں ۔ ایسی کتاب جو معاشرہ کے سب افراد اور طبقوں کے لیے رہنمائی اور استفادے کا سرچشمہ بن جائے ۔ بچوں سے لیکر بزرگوں تک' طالب علموں سے لیکر اساتذہ تک' افراد سے لیکر اداروں تک اور رعایا سے لیکر حکمرانوں تک سبھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اپنی شخصی واجتماعی زندگی سنوارنے کی جدوجہد کریں۔

اسی بنیادی ضرورت کے پیش نظر "اسلامی آداب" کے عنوان سے یہ انتہائی مختصر لیکن جامع کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ پاکستان میں اسلامی معاشرہ کے احیاء سے متعلق مختلف فکری اور عملی پہلوؤں پر راقم الحروف ایک عرصہ سے کام کرنے کا خواہاں ہے۔ چنانچہ قائداعظم لائبریری کے شعبۂ تحقیق سے وابستگی کے ضمن میں سال ۱۹۹۱ء کے دوران "اسلامی معاشرہ" کے عنوان سے ایک کتاب زیر ترتیب تھی کہ اسی اثناء میں ایئرکموڈور (ریٹائرڈ) انعام الحق صاحب ناظم اعلیٰ کتب خانہ جات عامہ' پنجاب نے "آداب معاشرت" کے موضوع پر یہ دوسری کتاب لکھنے کی ہدایت فرمائی۔ اور یہ انہی کی مسلسل ترغیب اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ دونوں کتابوں پر بیک وقت کام جاری رہا اور اس دوران کئی بیرونی ممالک کے دورے اور دیگر علمی و تحقیقی مشاغل کے ساتھ ساتھ بحمدللہ آج یہ دونوں کتابیں مکمل ہو چکی ہیں۔ میں محترم انعام الحق صاحب اور ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکرگزار ہوں جن کی شفقت وعنایت اور کسی طور اعانت و رہنمائی اس کام کی تکمیل میں میسر رہی۔

یہ کتاب محض قارئین کے ذوق مطالعہ کی تسکین اور معلومات میں اضافہ کے لئے نہیں' بلکہ اصلاح عمل اور تعمیر سیرت و کردار کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس کا ہر عنوان ایک گوشۂ زیست' ہر نکتہ ایک درس عمل اور ہر تلقین ایک جادۂ انقلاب ہے۔ رب کریم مجھے اور ہم سب کو توفیق دے کہ

اس کتاب کا مطالعہ اپنا مستقل شیوہ اور دستور بنا لیں۔ اسے تعلیم و تربیت کے نصاب میں شامل کریں۔ ہر گھر میں' ہر درسگاہ میں' ہر ادارہ میں اور ہر مجلس میں اس سے استفادہ ہمارا روز مرہ معمول بن جائے۔ تعمیرِ شخصیت اور اصلاحِ اعمال کے لئے بہتر رہے گا کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا مطالعہ کیا جائے اور ایک تدریجی اصلاحی پروگرام کے تحت اس کے مختلف نکات پر اس طرح عمل پیرا ہوں کہ ہر نکتہ ایک "درس عمل" کی حیثیت سے ہفتہ وارانہ' پندرہ روزہ یا ماہانہ مشق و ریاضت کے ذریعے اپنی عادت' طبیعت اور شخصیت میں جذب کرتے چلے جائیں۔ اس طرح انشاء اللہ یہ کتاب افراد کی تعمیرِ سیرت سے لیکر معاشرہ کی اسلامی تشکیل تک راہ ہموار کرنے میں معاون ثابت ہو گی۔ دعا ہے کہ رب العزت اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول سے نوازے' اس کا فیضان عام کرے اور اسے میرے لئے اصلاح کا ذریعہ اور آخرت کا توشہ بنائے۔ آمین۔

آخر میں جسم و جان کی سب توانائیوں کے ساتھ ہدیۂ تشکر و امتنان' سجدۂ اخلاص و عبدیت اور نذرانۂ حمد و ثناء رب ذوالجلال کے حضور پیش ہے جس کی توفیق و رہبری کے بغیر کوئی قدم اٹھ سکتا ہے نہ کوئی کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ اور اس کے بعد قلب و روح کی انتہائی گہرائیوں سے پھوٹنے والا جذبۂ عجز و نیاز اور ارمغان درود و سلام اس جلوۂ نور کبریا' مخزن جود و عطا' رحمتِ ہر دو سرا' شافع روز جزا محمد مجتبیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ کی بارگہ بے کس پناہ

میں بصد ادب و احترام نذر ہے' جن کے چراغ ہدایت سے جہل و ناآگہی کی ظلمت ہمیشہ گریز پا' جن کی عطائے رحمت سے رہتی دنیا کل عالم فیضیاب اور جن کے چشمۂ عرفان و حکمت سے ہر دور کے تشنگان علم و معرفت سیراب ہوتے رہیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وذریتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

گدائے درِ حبیب صلے اللہ علیہ وسلم

سیّد عبدالرحمٰن بخاری عفی عنہ،

۲۵ رجب ۱۴۱۲ھ

بابِ اوّل

صحتِ فکر

آداب ایمان

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہر دین و مذہب کی تعلیم کا بنیادی اصول ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ایمان باللہ انسانی فطرت کی گہرائیوں میں پیوست ہے۔ ہمارے وجود کا خمیر ہی محبتِ خالق کے آب حیات سے گوندھا گیا ہے ۔ روح انسانی اپنے رب کی طرف شدید میلان اور بے پناہ کشش رکھتی ہے۔ ایمان اسی تعلق کے اظہار اور مذہب اس کے استحکام کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ذریعے اس کے اسماء و صفات کی معرفت نصیب ہوتی ہے ۔ دل میں اس کی عظمت و محبت جاگزیں ہوتی ہے۔ اس کے خوف اور اطاعت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اور خدا کا قرب پانے کے لیے بندہ اس کی مرضیات پر کاربند رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

۲ ۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجود ' یکتائی ' خالقیت' ربوبیت اور الوہیت پر یقین کامل ہو ۔ اس کو ہر نقص سے پاک اور ہر کمال سے آراستہ جانیں۔ اسے ذات و صفات ' اسماء و افعال اور کمالات و تجلیات ہر لحاظ سے یکتا و یگانہ اور بے مثل و بے مثال مانیں۔ اسے انسان کے شعور و ادراک ' فہم و فراست اور عرفان و بصیرت کی رسائی سے ماوراء سمجھیں ۔ مخلوق کو کسی بھی درجے میں اس کا شریک یا ہم پلہ نہ ٹھہرائیں۔

۳ ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا تقاضا ہے کہ دل میں اس کی سچی اور خالص محبت جاگزیں ہو۔ باقی سب محبتیں اس کے تابع رہیں۔ انسانی وجود اور اس کے سب حوالے خدا کی محبت اور عبادت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ زندگی اطاعت کے پیکر میں ڈھل جائے۔ فکر و سوچ ' جذبہ و احساس ' قول و قرار اور عمل و رویہ ہر چیز پر اللہ کے احکام اور مرضیات کی چھاپ لگی ہو۔ خوف اور امید ' تقویٰ اور توکل سارے روحانی رشتے اسی سے استوار ہوں۔ دنیا اور دنیاداروں کی محبت ' نفس اور اس کی خواہشات کی پیروی سے کنارہ کش رہیں ۔ یہ عقیدۂ توحید اور ایمان باللہ کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو پوری کائنات کا حاکم اعلیٰ اور مقتدر حقیقی تسلیم کریں۔ رعایا سے لے کر حکمران تک سبھی اس کے بندے بن جائیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سب دائروں میں خدا کا قانون لاگو کریں اور اسی کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔

۴۔ فرشتوں کے غیر مرئی وجود اور لطیف نورانی پیکر ہونے پر یقین رکھیں۔ انہیں صفات الٰہیہ، مجرد معنوی قوتوں اور انسانی ارواح سے الگ ایک مستقل مخلوق سمجھیں۔ ان کے جداگانہ وجود، امتیازی حیثیت اور تکوینی سرگرمیوں کے بارے میں قرآن و حدیث سے جو کچھ ثابت ہے اسے من و عن تسلیم کریں۔ **ملائکہ** کا تعلق عالمِ غیب سے اور ان کا وجود سراسر نور ہے۔ ان کی طبیعت میں فرمانبرداری اور وفا شعاری ودیعت ہے۔ وہ ہر قسم کے بشری عوارض سے پاک اور محسوسات کی دنیا سے ماوراء ہیں۔ عقل ان کے وجود اور خصوصیات کو بلا تامل تسلیم کرتی ہے۔ **ملائکہ** پر ایمان رکھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بے پایاں غیبی قوتوں اور انسان کی روحانی زندگی پر یقین کے لیے ضروری ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف رسولوں پر نازل کی جانے والی تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر ایمان رکھیں۔ وحی کے اعتبار سے سب کو یکساں اور برحق جانیں۔ قرآن حکیم کو سب سے آخری الہامی کتاب اور سب سے افضل مانیں۔ اس بات پر کامل یقین رکھیں کہ نزول قرآن کے بعد تمام گذشتہ آسمانی کتابیں اور صحیفے منسوخ ہو چکے ہیں۔ اب قیامت تک ہدایت، سعادت اور نجات کے لیے صرف اور صرف قرآن کریم خدا کی حجت اور برہان ہے۔ کسی بھی معاملے میں دوسری کسی کتاب سے ہدایت کی طلب ایمان کے منافی اور قرآن کی توہین ہے۔

اس اٹل تاریخی حقیقت پر عقیدہ رکھیں کہ قرآن سے پہلے کی کوئی الہامی کتاب اپنی اصل نازل شدہ حالت میں اب روئے زمین پر موجود نہیں۔ ان سب میں بے پناہ تحریف اور تبدیلی ہو چکی ہے اور اب قرآن کے سوا کسی کتاب کو موجودہ حالت میں

الہامی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

۶۔ الہامی کتابوں پر ایمان کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے آسمانی وحی کی ہدایت پر مکمل یقین رکھیں۔ زندگی کے ہر معاملے میں کتاب الٰہی سے رہنمائی حاصل کریں اور اسی کی تعلیمات پر عمل کرنے کو فلاح و نجات کا سبب جانیں۔ اپنے حواس اور عقل کو ان کی فطری حدود میں رکھیں اور علم و ہدایت کے دائروں میں ان پر اعتماد نہ کریں۔ انہیں زیادہ سے زیادہ کوئی مقام دیں تو وحی سے علم حاصل کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ یاد رکھیں کہ حواس اور عقل انسان کے نفس امارہ اور شیطان کے زیر اثر گمراہی کی راہ پر لگ جاتے ہیں۔ اور ان میں خطا و لغزش کا امکان تو بہرحال رہتا ہی ہے۔ لہٰذا حواس اور عقل کی رہنمائی کو ہرگز محفوظ نہ سمجھیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں پر اجمالی ایمان کے بغیر عقیدہ درست نہیں ہو سکتا۔ کسی ایک بھی پیغمبر کا انکار تمام انبیاء اور سرے سے منصب رسالت ہی کا انکار ہے۔ اس لیے صریح کفر اور خدا سے بغاوت ہے۔ بناء بریں سب انبیاء کے برحق ہونے اور اپنے اپنے دائرۂ بعثت میں حجت اور معیار ہدایت ہونے پر یقین رکھیں۔ منصب نبوت اور مقاصد بعثت کے لحاظ سے ان میں کوئی تفریق نہ کریں۔ البتہ درجات فضیلت میں امتیاز کو فیصلۂ الٰہی سمجھیں۔ سب انبیاء کو معصوم مانیں اور دل و جان سے ان کی تعظیم و تکریم کا حق ادا کریں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کو سب سے آخری رسول، سب سے افضل اور سب کا سردار تسلیم کریں۔

۸۔ یہ عقیدہ رکھیں کہ پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے بعد اب ہدایت و سعادت اور فلاح و نجات کا ہر راستہ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی پیروی میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذات اقدس قیامت تک کے لیے منبع ہدایت اور سرچشمۂ فکر و عمل ہے۔ اب صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھیں۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کو اپنائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کرلیں۔ اس کے بغیر کسی بھی دوسرے مذہب، دین یا نظام حیات کو ماننے والا کوئی شخص، خواہ یہودی یا عیسائی ہی کیوں نہ ہو، ہرگز نجات نہیں پا سکتا۔ توحید الٰہی اور نبوت محمدی علیٰ صاحبھا التحیہ کا اقرار ایمان کے دو لازمی جزو ہیں جو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیے جا سکتے۔

۹۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم کائنات کی ہر شئے سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس، دین و شریعت، سیرت و سنت اور آپ صلی اللہ عیہ وآلہ وسلم کی سب نسبتوں، سب حوالوں کو اپنی جان اور کل جہان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ دنیا کی ہر چیز محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی پر قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔ ایک حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ اولاد اور دنیا کے تمام انسانوں سے بڑھ کر مجھے نہ چاہے۔"

اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک فیصلہ فرما دیا ہے :

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب اور عزیز ہیں۔"

ے

معتبر ان کی اطاعت سے قلمرو دل کی
جان سے، مال سے، اولاد سے پیارے وہ ہیں

۱۰۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر ایمان کی جان ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دل و جان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب

و احترام بجا لائیں۔ ہر طرح سے ان کی تعظیم و تکریم ملحوظ رکھیں۔ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کریں یا سنیں تو انتہائی خشوع و خضوع اور ادب و تعظیم کا اظہار کریں۔ قرانِ حکیم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر سارے اعمال رائگاں ' ساری نیکیاں برباد اور ساری عبادتیں بے کار ہیں۔ جن چیزوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ذرا بھی نسبت اور تعلق حاصل ہے ان سب کا ادب و احترام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کی تعظیم درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے۔

۱۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس دین و ایمان کا معیار ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مسلمان کے فکری اور عملی رویے میں ذرا بھی کجی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی کھلی گمراہی' ایمان کی نفی اور دین سے بغاوت ہے۔ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ یا آپ کی نسبتوں کی ادنیٰ سی توہین' تنقیص یا تحقیر کا مرتکب ہو' خواہ توہین کی نیت ہو یا نہ ہو اور خواہ توہین بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ' یا وہ دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے تو ایسا شخص کافر' مرتد اور واجب القتل ہے۔

پس اے اہل ایمان ! اپنی زبان یا قلم سے کبھی بھول کر بھی ایسا کوئی لفظ نہ نکالیں یا کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں ذرا سی بھی گستاخی کا شائبہ نکلتا ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بے خبر رہیں اور سارا ذخیرۂ اعمال اکارت ہو جائے۔

۱۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ' سنتِ مطہرہ اور سیرت پاک کو دین میں حجت' معیار ہدایت اور ذریعۂ نجات گردانیں۔ قرآن حکیم کی طرح

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دینی علوم کا سرچشمہ ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ادا ہونے والا لفظ لفظ، حرف حرف وحی الٰہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی۔ حدیث کی صحت اور تشریعی حیثیت کا انکار سراسر گمراہی اور دین سے بغاوت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور سنت مطہرہ صرف قرآن کی تفسیر ہی نہیں اس کا کامل ترین عملی ظہور بھی ہے۔ اسی سے اہل دنیا کی ہدایت، سعادت اور نجات وابستہ ہے۔ ؎

ان کی سیرت سے ہے وابستہ نجات عالم
اہل دنیا کے مصائب کا مداوا وہ ہیں

۱۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو امت کا مقدس ترین گروہ سمجھیں۔ ان کے باہمی نزاعات کے بارے میں خاموش رہیں۔ اس سلسلے میں ذرا بھی بے اعتدالی پر آخرت میں گرفت ہو گی۔ صحابۂ کرام کے فضائل و کمالات کا کھلے دل سے اعتراف اور تذکرہ کریں۔ دین کی حفاظت و اشاعت میں ان کی بے پناہ قربانیوں اور عظیم خدمات کے احسان مند اور شکر گزار رہیں۔ تمام صحابۂ کرام کی محبت، عقیدت اور تعظیم و توقیر کو اپنا شیوہ بنائیں۔ ان کے کردار، اوصاف اور طرز عمل پر کبھی تنقید نہ کریں۔

صحابہ کا مقام و مرتبہ تاریخ کا نہیں، عقیدے کا مسئلہ ہے۔ وہ سب کے سب عادل ہیں۔ ان کی عدالت روایات سے نہیں، قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ ان کی سیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا جزو ہے۔ ان کی محبت عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اطاعت عین اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو امت کے لیے معیارِ ہدایت ٹھہرایا اور اہل ایمان پر ان کی محبت و اتباع کو لازم کر دیا ہے۔ ؎

ہم صحابہؓ کی الفت سے باہر کہاں ؟
یہ محبت تو شامل ہے ایمان میں

۱۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اطہار اور امہات المومنین کی محبت و عقیدت اور تعظیم اہل ایمان پر لازم ہے۔ خانوادۂ نبوت اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و فضیلت قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اس کا انکار تو کوئی بدبخت اور گمراہ شخص ہی کر سکتا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درود و سلام ' طہارت وپاکیزگی ' حرمتِ صدقہ اور وجوب محبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل فرمایا ہے اور یہ صرف ان ہی کی خاص فضیلت ہے ۔ "

بناء بریں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کا لازمی تقاضا اور دین کا اٹل حکم ہے ۔ اس سے گریز دین و دنیا کی سعادت سے محرومی ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"اہل بیت کے معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ و احترام کرو۔"

امام شافعی نے تو اپنے اشعار میں یہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی ہے کہ :

ترجمہ : " اے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! تمہاری محبت اہل ایمان پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کا حکم نازل فرمایا ہے ۔ تمہارے لیے یہی عظیم فخرو امتیاز کافی ہے کہ جو شخص نماز میں تم پر سلام نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نام رفض ہے تو پھر

دونوں جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی (یعنی محب اہل بیت) ہوں۔

۱۵۔ قیامت اور اس کے پرہول مناظر، حساب و کتاب اور جزا و سزا سے متعلق تمام غیبی حقائق پر دل و جان سے یقین رکھیں۔ حشر و نشر کے سب واقعات کو ہوبہو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں بیان ہوئے ہیں۔ صورِ اسرافیل، زلزلۂ قیامت، عالمگیر تباہی، مخلوقات کی دوبارہ زندگی، میدان حشر، پل صراط، میزان اعمال، حساب کتاب، شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حوض کوثر، لواء الحمد، مقام محمود اور دیگر تمام تفصیلات کو بلاتردد اور بغیر کسی تاویل و توجیہہ کے درست مانیں اور اپنے عقائد و ایمان کا لازمی جزو بنائیں۔

۱۶۔ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں جواب دہی، مکافات عمل اور عذاب و ثواب پر کامل یقین رکھیں۔ جنت و دوزخ اور جو کچھ ان میں ہو گا، سب کو فی الواقع موجود اور برحق مانیں۔ آخرت کی دائمی زندگی اور نہ ختم ہونے والی جزا و سزا کا احساس اپنے قلب و ضمیر میں ہر دم تازہ رکھیں۔ آخرت پر ایمان اور جواب دہی کا احساس ایک انقلاب انگیز روحانی قوت، مومنانہ کردار کا بہترین محافظ اور دینی زندگی کا سنگِ میل ہے۔ اسی پر عقائد کی اصلاح، اخلاق کی پاکیزگی اور اعمال کی استقامت کا دارومدار ہے۔

۱۷۔ اس کائنات میں ہر چیز کا وجود، زندگی اور حرکت و عمل خدا کے ازلی علم اور مشیت کے تابع ہے۔ انسان بھی دیگر مخلوقات کی طرح اسی نظام قضا و قدر کے ساتھ وابستہ ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے تقدیر الٰہی کہتے ہیں اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قضا و قدر کو من و عن تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ تقدیر الٰہی پر کامل ایمان سے وہ یقین ابھرتا ہے جو بندے کو حیرت و اضطراب، اندرونی کشمکش اور خلجان سے بچاتا ہے۔ اس میں جرأت و اعتماد، عزم و حوصلہ، تسلیم و رضا اور توکل و قناعت ایسے اعلیٰ اوصاف پیدا کرتا ہے۔

۱۸۔ کائنات کے غیبی حقائق، اسلام کے عقائد، شرعی قوانین اور ضروریات دین پر اپنے ایمان و یقین میں کسی قسم کا شک و تذبذب اور تردد و اضطراب ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔ ایمان کے لیے شک سے زیادہ مہلک مرض کوئی نہیں۔ اس سے عقیدہ کمزور پڑتا، یقین مضمحل ہوتا اور اطمینان قلب رخصت ہو جاتا ہے۔ ایمان ہی کی بنیاد پر صحیح اعمال کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اگر ایمان میں شک و ریب کا رخنہ ہو تو اعمال میں دراڑ پڑ جاتی ہے اور بالاخر یہ عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"شک انسان کی نیکیوں کو برباد اور ایمان کو ضائع کر دیتا ہے"

۱۹۔ ایمان صرف زبانی اقرار یا بے روح عقیدہ کا نام نہیں۔ یہ تو قلبی بیداری اور ذہنی انقلاب سے عبارت ہے۔ ایمان یہ ہے کہ عقیدہ انسان کے دل و دماغ پر چھا جائے۔ اس کے فکر و شعور اور جذبہ و احساس پر حاوی ہو جائے۔ اس کے قول و فعل میں جھلکنے لگے۔ اور یوں انسان کی فکری، عملی اور جذباتی کل زندگی میں اس طرح رچ بس جائے جس طرح خون جسم میں رچ بس جاتا ہے۔ ایمان ایک نورانی قوت ہے جو انسان کی ظاہری اور باطنی زندگی کو اجالوں سے بھر دیتا ہے۔ اس سے فرد اور قوم کی شخصیت توانائی حاصل کرتی ہے۔ انسان میں رجائیت، استقامت اور بصیرت پیدا ہوتی ہے اسی سے فکر میں شائستگی اور عمل میں توازن ابھرتا ہے۔ جذبات میں نکھار اور کردار میں وقار آتا ہے۔ زندگی ایک فعال اور حرکی قوت میں بدل جاتی ہے۔

۲۰۔ ایمان کی بنیادی شرط یہ ہے کہ آدمی کلمۂ شہادت کے حقیقی معنی اور اس کے تقاضوں سے آگاہ ہو کر شعوری طور پر اسلام کو اپنائے۔ کوئی شخص اس کا مفہوم سمجھے بغیر محض زبان سے کلمہ پڑھ لے تو وہ دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہو گا۔ کلمہ درحقیقت توحید و رسالت کی معرفت اور اس پر یقین کا اظہار ہے۔ اور جب تک انسان خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت سے بہرہ ور نہ ہو وہ مومن

نہیں ہو سکتا۔

۲۱۔ ایمان کا درجۂ کمال یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی خدا کی مرضی کے تابع کر دے۔ اپنے جذبات ' ارادوں اور اعمال کے ہر گوشے پر احکام الٰہی کے پہرے بٹھا دے۔ اس کے خیالات اور رویوں میں نفسانیت کو کوئی دخل نہ ہو۔ وہ جو کچھ سوچے اور برتے سب خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو۔ اس کے رشتے ناطے' دوستی دشمنی' ملنا جلنا اور لینا دینا سب کچھ اللہ ہی کے لیے اور اسی کے حکم سے ہو۔

۲۲۔ اپنے دل میں ہمیشہ راہ خدا میں جہاد کرنے کا شوق و جذبہ اور تمنا بیدار رکھیں۔ زندگی میں جب بھی جہاد فی سبیل اللہ کا موقع آئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے :

"جو شخص دنیا سے اس حال میں گیا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے دل میں اس کی تمنا کی وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔"

۲۳۔ ایک مومن کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک اور عقیدے کے نفاق سے بچے اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ منافقانہ اعمال کی غلاظت سے بھی خود کو محفوظ رکھے۔ ایک حدیث پاک میں منافقانہ کردار کی چار نشانیاں بتائی گئی ہیں : خیانت' جھوٹ ' عہد شکنی اور بد زبانی۔ ان تمام بری خصلتوں سے اپنے آپ کو ہر حال میں بچائے رکھیں۔

۲۴۔ کامل ایمان کا دارومدار حسن اخلاق پر ہے۔ اخلاق ہی دین کی شناخت اور ایمان کی جان ہے۔ کسی شخص کا اخلاق جتنا پاکیزہ اور بلند ہو گا اسی نسبت سے اس کا ایمان کامل ہو گا۔ جس آدمی کے اخلاق اچھے نہ ہوں اس کو ایمان کی حقیقت کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

۲۵۔ مومن کو چاہیے کہ وہ موت کی سختی ' قبر کی تنہائی اور عذاب کی ہولناکی ہمیشہ

یاد رکھے اور اس سے بچنے کی فکر کرے۔ موت اور قیامت کو بہت دور سمجھ کر غافل نہ ہو بلکہ بہت قریب اور ناگہانی حادثہ گردانتے ہوئے ہر وقت اس کی فکر اور اس کے لیے تیاری کرتا رہے ۔ بارگاہ الٰہی میں ہمیشہ توبہ و استغفار' اپنے گناہوں کی معافی اور دنیوی و اخروی عذاب سے پناہ مانگتا رہے ۔ ان تمام اعمال اور حرکتوں سے اجتناب کرے جو عذاب کا باعث ہیں۔

۲۶ - ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی میں جب کوئی غیر معمولی بات پیش آئے تو آدمی کے اندر نفسانیت نہ پھوٹے بلکہ خدا پرستی اور روحانیت جاگے ۔ خوشی اور مسرت ہو تو انسان کے دل میں شکر کا جذبہ ابھرے۔ کوئی تکلیف پہنچے تو عبدیت کی روح بیدار ہو ۔ آزمائش میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کرے۔ شکست میں اپنی خامیوں پر نظر رکھے اور فتح و کامرانی کو توفیق الٰہی کا کرشمہ جانے ۔ خوف میں اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور کشادگی میں اسے یاد رکھے۔ جو شخص راحت و آرام میں خدا کو بھول جائے اور حالت غضب میں خوف الٰہی سے بے بہرہ ہو' وہ مومن کیسے ہو سکتا ہے ؟

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی' جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

۲۷ - ایمان کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک یہ ہے کہ مومن خود غرضی سے پاک ہو ۔ اس کا دل اپنے دینی بھائیوں کی محبت ' ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات سے سرشار ہو۔ جو اپنے لیے چاہے وہ سب کے لیے چاہے اور جو بات اپنے لیے پسند نہ کرے وہ کسی کے لیے پسند نہ کرے۔ اپنی زبان اور ہاتھ ' قول اور فعل سے لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف اور ایذاء نہ پہنچائے ۔ ہر ایک سے محبت اور ہمدردی سے پیش آئے اور سب کی خیر خواہی کرے۔

آداب دین

۱۔ پوری خوش دلی اور رضا مندی سے اسلام کو اپنا دین اور زندگی کا دستور بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ ' رسول مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دین اسلام کی محبت اپنے دل کی گہرائیوں میں اس طرح بسا لیں کہ باقی ہر تعلق اور ہر محبت اس کے تابع اور مغلوب ہو۔ ایمان کی جان یہی ہے کہ آدمی اپنی تمام قابل محبت چیزوں کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے دین کی محبت پر ہمہ وقت نثار کرنے کے لئے تیار رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ ' رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور دین اسلام کی محبت باقی تمام چاہتوں اور دوسری سب محبتوں پر غالب نہ ہو جائے دین کی ہدایت ' ایمان کی حلاوت اور روحانی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲۔ انفرادی طور پر ہر مسلمان اور پورا مسلم معاشرہ دین پر عمل پیرا ہونے اور احکام الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند ہے۔ لیکن دین پر عمل کرنا اس کا علم حاصل کیے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے دین کا علم اور احکام شرعیہ کی معرفت حاصل کرنا ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"علم (دین) کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے ۔"

۳۔ دین محض کچھ عقائد کو ماننے اور زبان سے دینداری کا دعویٰ کرنے سے عبارت نہیں۔ یہ تو فکر و عمل کی پاکیزگی اور خدا پرستی کی راہ پر استقامت کا نام ہے۔ دین پر عمل کرنا تن آسان اور نازک مزاج لوگوں کا کام نہیں۔ اس کے لیے قدم قدم اطاعت' لمحہ لمحہ ایثار اور نفس نفس مجاہدے کی ضرورت ہے۔ ؎

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

۴۔ دین انسانی زندگی کا محض ایک جزو یا حصہ نہیں۔ یہ تو اپنے آپ کو مکمل طور پر

خدا کے حوالے کر دینے اور اس کی مرضی پر چلنے کا نام ہے۔ دین ہی فکر و عمل کا عنوان اور پوری زندگی کی پہچان بن جائے ۔ آدمی اخلاق الٰہی کے پیکر اور سنت نبوی کے سانچے میں ڈھل جائے۔

۵ ۔ ہر دین کا ایک مخصوص رنگ ہوتا ہے جو اس کے ماننے والوں کی معاشرت ' معیشت اور سیاست غرض پوری زندگی میں جھلکتا ہے۔ اسلام کا بھی اپنا ایک جداگانہ رنگ ہے جسے قرآن حکیم میں "صبغۃ اللہ" یعنی اللہ کا رنگ کہا گیا ہے۔ یہ رنگ محبتِ الٰہی ' اتباع سنت اور فکر آخرت کا رنگ ہے۔ مسلمانوں کے افکار و نظریات ' اعمال وکردار ' طرز معاشرت ' مظاہر ثقافت ' نظام معیشت اور عناصر ریاست غرض انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشے اسی الوھی رنگ میں رنگے ہوں۔ یہی اسلام کو بطور دین اپنانے کا تقاضا ہے۔

۶ ۔ اسلام ہمیں روز مرہ زندگی کا ایک مکمل ضابطہ دیتا ہے۔ دینی زندگی ایک معین پروگرام ' نظم و ضبط اور قانون کی پابندی میں بسر ہوتی ہے۔ لہٰذا مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اسلامی ضابطۂ حیات کی روشنی میں اپنے معمولات کا خاکہ ترتیب دے ۔ پورے ذہنی شعور اور قلبی بیداری کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو۔ شب و روز کے تمام مشاغل ' جملہ عادات اور سارے معاملات دین کے سانچے میں ڈھال دے۔

۷ ۔ اپنے ماحول اور معاشرے کی اصلاح کے جذبے سے بھرپور زندگی گزاریں۔ دینی زندگی ایک مسلسل جہاد کا نام ہے۔ باطل کی قوتوں اور زندگی کی ناہمواریوں کے خلاف جہاد ۔ دین سے انحراف کے تمام راستوں کو مسدود کرنے کی کوشش کیجئے۔ مومن کے دل میں حق کے لیے غیرت اور دین کی حمایت کا جذبہ ہر وقت بیدار رہنا چاہیے۔ معاشرہ کے تمام دائروں کا رخ دین کی طرف پھیرنے کی جدوجہد اس کا شعار ہو۔

۸ ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ معاشرہ کی ہر سطح اور ہر دائرے میں " امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر" کا مستقل نظام قائم کریں۔ ملت کا ہر فرد دوسرے افراد اور حکمرانوں کو نیکی پر قائم رکھنے اور برائی سے روکنے کا ذمہ دار بن جائے۔ مسلمانوں کے باہمی تعلقات، رشتے ناطے اور ربط و ضبط کے سب حوالے اسی کام سے وابستہ ہوں۔ یہی کار نبوت ہے جو اس امت کو سونپا گیا ہے۔ معاشرہ میں اسی کام کے ذریعے مذہب واخلاق کی پاکیزہ قدریں پھیلتی اور شروفساد کی قدریں سمٹتی ہیں۔ اسی سے دلوں میں نیکی کا احساس پرورش پاتا اور بدی کے جذبات سرد پڑتے ہیں۔ اسی سے امن و انصاف کی راہیں کشادہ ہوتی اور فتنوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ اسی پر مسلمانوں کی دنیاوی سعادت اور اخروی نجات کا انحصار ہے۔ اسی سے امت کا اجتماعی وجود اور دین کی بقاء وابستہ ہے۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے :

> "یہ امت اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام ہوتا رہے گا۔"

۹ - دین سراسر خیرخواہی کا نام ہے۔ خدا و رسول کی ہر نسبت، دین و ایمان کے ہر حوالے، نوع انسانی کے ہر طبقے اور کائنات کی ہر جنس مخلوق کی خیرخواہی۔ ایسی خیرخواہی جو صرف زبانی باتوں تک محدود نہ رہے بلکہ معاشرہ میں ایک جیتے جاگتے اصول کی حیثیت سے زیر عمل ہو۔ سوسائٹی کا ہر فرد جذبۂ خیرخواہی سے سرشار اور عملاً خدمتِ خلق میں مصروف ہو۔

۱۰ - دین کے بارے میں ہمارے پاس صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اس کی تمام تعلیمات کو دل و جان سے قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہوں یا پھر دین سے تعلق کا دعویٰ کرنا چھوڑ دیں۔ جو شخص دین اسلام، شرعی قوانین اور اسلامی نظام یا اس کی کسی جزو، عقیدہ، تعلیم اور ضابطے کو ناپسند کرے، خلاف عقل یا فرسودہ سمجھے، اس کے خلاف دل میں خلش اور بیزاری رکھے۔ ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے، غیراسلامی نظریات، نظام یا قوانین کے نفاذ پر راضی ہو، قرآن حکیم کی آیات، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث و سنت کی مخالفت یا تحقیر کرے، شعائر اسلام کا مذاق اڑائے یا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ادنیٰ سی گستاخی کا ارتکاب کرے تو وہ دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

آداب فکر

۱۔ اپنے ذہن کی ہمہ گیر صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لائیں۔ کائنات کے گہرے حقائق، زندگی کے گھمبیر مسائل اور معاشرتی معاملات پر خوب غور و فکر کی عادت ڈالیں۔ حصول علم، تعمیر شعور، تہذیب نفس اور تشکیل کردار سب کا انحصار اسی غوروفکر کی عادت اور مسلسل ریاضت پر ہے۔ غور و فکر کلید دانش اور سرچشمۂ حکمت ہے۔ اسی سے انسان کو اپنی ذات کا شعور اور رب کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔ اسی سے مقصد حیات منکشف ہوتا ہے اور تکمیل زندگی کی راہیں کھلتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم، احادیث طیبہ اور اسلامی تعلیمات میں باقی ہر چیز سے پہلے اور سب سے زیادہ مشاہدہ، تدبر اور غوروفکر کی تلقین و تاکید آئی ہے۔

۲۔ اعمال و کردار کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے افکار وخیالات کی اصلاح کی جائے کیونکہ تعمیر فکر ہی انقلاب زندگی کی اساس ہے۔ جب تک انسان کے ذہنی رویے اور سوچ و فکر کا دھارا نہ بدلے اس کی عملی زندگی میں کسی مثبت تبدیلی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ فکر ہی عمل کی بنیاد فراہم کرتا اور زندگی کا انداز متعین کرتا ہے۔ لہٰذا فکر کی اصلاح و تربیت ہی پر فرد کے تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت کا انحصار ہے۔ اصلاح فکر کے لئے حقیقی علم، صحیح عقیدہ، پختہ ایمان اور محبتِ خدا ورسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم درکار ہے۔

۳۔ اپنے نفس کو شیطانی وسوسوں، ذہن کو برے خیالات اور دل کو منفی جذبات سے محفوظ رکھیں۔ شیطانی وسوسوں سے گمراہی پھوٹتی، برے خیالات سے برے اعمال جنم لیتے اور منفی جذبات سے شخصیت میں ہیجان و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ اس ذہنی پراگندگی، قلبی انتشار اور روحانی آزار کا مداوا علم صحیح، فکر سلیم اور ذکرِ الٰہی میں ہے۔ شرانگیز خیالات کا تدارک اسی طرح ممکن ہے کہ آدمی اپنے آپ کو مکمل طور پر کسی رہبرِ صادق کی رضا پر چھوڑ دے۔ دل سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور عملاً

اس کی اطاعت میں مشغول رہے۔ دین کا علم سیکھنے ' حدیث و سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مطالعہ کرتا رہے اور اتباع سنت کو اپنا شعار بنا لے۔

۴ - اپنے خیالات ' جذبات اور احساسات کو مادیت کی پستیوں سے نکال کر روحانیت کی عظمتوں اور لطافتوں سے ہمکنار کریں۔ علم ' تاریخ ' دین اور زندگی کی مادی تعبیر کو مسترد کر کے خالص روحانی تعبیر اختیار کریں۔ اپنے انداز فکر ' طرز احساس اور طریق عمل ہر چیز کو روحانیت کے رنگ میں رنگ لیں۔ دراصل روحانیت ہی تزکیۂ نفس اور تعمیر شخصیت کی اساس ہے۔ اسی سے ذہنوں کو جلا ملتی اور قلب پہ انوار برستے ہیں۔ اسی سے نگاہ کو بلندی ' عزم کو پختگی ' فکر کو شائستگی اور سخن کو دلنوازی عطا ہوتی ہے۔ روحانیت ہی اسلام کا عنوان اور زندگی کی غایت ہے۔

۵ - جہاں تک ممکن ہو اپنے جذبات ' احساسات اور میلانات پر ضبط کے پہرے بٹھائیں۔ انہیں پاکیزگی ' وقار اور اعتدال کی حدود میں رکھیں۔ مثبت اور تعمیری جذبات انسان کی صحت ' توانائی اور خوشگوار زندگی کے ضامن ہیں ' انہیں پروان چڑھائیں۔ اس کے برعکس منفی جذبات اور پست رجحانات انسانی شخصیت کو تباہ کر دیتے ہیں لہٰذا ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

۶ - اپنے ہر عمل ' ہر حرکت اور سکون کی ہر حالت کو حسن نیت کے تابع رکھیں۔ نیت انسانی اعمال کے لئے روح و جان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی سے عمل کی اٹھان ہوتی اور اسی کے مطابق ثمر ملتا ہے۔ کئی چھوٹے اعمال کو نیت بڑا اور کئی بڑے اعمال کو چھوٹا بنا دیتی ہے۔ فساد نیت نیکیوں کو گناہوں میں بدل دیتا اور حسن نیت سے عادت بھی عبادت میں ڈھل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں صرف نیک عمل بجا لانا مطلوب نہیں ' بلکہ ایسا نیک عمل درکار ہے جس کی نیت بھی نیک ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

" اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور

نیتوں کو جانچتا ہے۔"

۷۔ کوئی سا کام شروع کرنے اور کسی بھی عمل کو انجام دینے سے پہلے اس کے شرعی احکام و مقاصد کا علم حاصل کریں اور صحیح نیت پیدا کریں۔ اپنے ہر عمل کے ذریعے انہی مقاصد کو پورا کرنے کی نیت کریں جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس عمل کا حکم دیا ہے۔ احکام شریعت پر عمل کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ بندے کی نیت ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کے ارادے اور منشاء کے تابع ہو۔ عبادات میں قرب الٰہی کو پانے ' معاملات میں حقوق العباد ادا کرنے اور عادات میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کی نیت کریں۔ اور آخری مقصد ہر حال میں رضائے الٰہی کا حصول ٹھہرے۔

۸۔ ہر کام کرنے سے پہلے اپنے دل کی نیت اور ارادے کا جائزہ لیں۔ اگر صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول پیش نظر ہو تو کام کو انجام دیں ورنہ خواہ مخواہ مشقت اٹھانے سے کیا حاصل۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : "حسن نیت کے بغیر بات بھی نہ کرو۔" احکام شریعت کی بجا آوری میں نیت اگر فاسد ہو یا اس میں نفسانی خواہش کی ذرا بھی آمیزش ہو جائے تو نیکی برباد اور گناہ لازم آتا ہے۔ خواہش نفس انسان کی نیت اور ارادے کو رضائے الٰہی کی طلب سے ہٹا کر دنیاوی مفادات کی طرف موڑ دیتی اور اس کے اعمال کو برباد کر دیتی ہے۔

آداب علم

- طالب علم
- وسائل علم
- نظام تعلیم

طالب علم

۱۔ علم حاصل کرنے کا مقصد پاکیزہ اور بلند ہونا چاہیے۔ علم خدا کا نور ہے۔ دنیا طلبی، حصول معاش، نام و نمود، اور طلبِ جاہ و منصب ایسی گھٹیا نفسانی خواہشات سے اس کی توہین نہ کریں۔ علم صرف دین اور زندگی کا شعور حاصل کرنے، دنیا سے جہالت مٹانے، انسانیت کی خدمت کرنے، تعمیر سیرت و کردار کے ذریعے آخرت سنوارنے اور خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے حاصل کریں۔

۲۔ ایسے دینی علوم سیکھیں جو دینی اور معاشرتی زندگی کے لیئے یکساں کار آمد ہوں۔ دینیات کی تعلیم کو مقدم اور فائق رکھیں۔ اپنے لئے مضامین کے انتخاب اور دیگر تعلیمی امور میں والدین اور اساتذہ کی رہنمائی پر بھروسہ کریں۔ وقت ضائع نہ کریں۔ یہ دنیا کی سب سے قیمتی شے ہے۔ اس کا احساس کریں۔

۳۔ طالب علم کو نیکی، پرہیز گاری اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ اور عبادت کا پابند ہونا چاہیے۔ کھانا پینا اور پہننا حلال اور پاکیزہ ہو۔ حرام رزق، گناہ و معصیت اور بد اخلاقی نہ صرف علم کی نورانیت، برکت اور فوائد سے محروم رکھتی ہے۔ بلکہ انسانی حافظہ، غور و فکر اور سمجھنے کی صلاحیت کو بھی کمزور کر دیتی ہے۔ جھوٹ، بے حیائی، ناپاکی، عبادت میں سستی اور علم کی بے حرمتی، یہ سب چیزیں طالب علم کے لئے زہر قاتل ہیں۔

۴۔ حصول علم کے لئے مسلسل کوشش، استقلال اور بلند ہمتی لازمی اوصاف ہیں۔ جوانی کی عمر، وقت اور فراغت کو غنیمت جانیں۔ غیر ضروری مشاغل میں ہرگز وقت ضائع نہ کریں ورنہ اپنا مستقبل کھوٹا کریں گے۔ سستی، مایوسی اور کم ہمتی سے بچیں۔ کوشش،

ایثار اور ہمت واستقامت کے پروں سے علم وحکمت کی بلند فضاؤں میں پرواز کریں۔

۵۔ پوری توجہ' یکسوئی اور عزم واخلاص سے حصولِ علم میں مگن رہیں۔ روز کا کام روز انجام دیں۔ سبق بلا ناغہ دہرائیں۔ غوروفکر کی عادت ڈالیں۔ بغیر سوچے سمجھے زبانی یاد کرنا اور طوطے کی طرح رٹنا علم نہیں' جہالت ہے۔ اس میں طالب علم مشقت ومحنت برداشت کر کے اور کافی وقت ضائع کر کے ایک طرف جہالت خریدتا ہے اور دوسری جانب اپنی ذہنی استعداد کو گھٹاتا اور فکر وتدبر کی صلاحیت تباہ کرتا ہے۔ جو طالبِ علم شروع سے غوروفکر کی عادت نہیں ڈالتے وہ آئندہ معمولی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے۔

۶۔ اساتذہ' اہل علم اور ہم سبق طلباء سے مسلسل رابطہ رکھیں۔ ہروقت ہر جگہ اور ہر شخص سے کچھ نہ کچھ سیکھنے' زیادہ سے زیادہ علمی استفادہ کرنے اور اپنی ذہنی وفکری صلاحیتوں کی بالیدگی کے لئے کوشاں رہیں۔ حصول علم کا بے پناہ ذوق وشوق اور جذبہ وطلب ایک سچے طالب علم کی نشانی ہے۔

۷۔ طالب علم پر لازم ہے کہ استاد کے ساتھ حددرجہ ادب وتعظیم کا برتاؤ کرے۔ استاد در حقیقت والدین کا قائم مقام اور معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث ہے۔ اس لئے استاد کا احترام بالواسطہ ماں باپ کا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ہے۔ استاد کے احترام اور تعظیم وتکریم کے بغیر علم حاصل ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ طالب علم پر درسگاہ کے قواعد وضوابط اور کلاس کے آداب کی پابندی از حد ضروری ہے ورنہ انسان کبھی علم سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔

۹۔ تعلیم کے دوران اپنی پوری توجہ حصول علم پر مرکوز رکھیں سیاست' کھیل کود' آوارہ گردی اور لغو وبے ہودہ مشاغل سے سخت اجتناب کریں۔ یہ چیزیں آپ کی منزل کھوٹی کر دیں گی۔

وسائل علم

۱۔ علم کے ذرائع قلم، کتاب، کاغذ اور روشنائی وغیرہ سب کے سب از حد قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ انہیں انتہائی ادب و احترام سے استعمال کریں۔ بے احتیاطی سے گندی جگہ اور نیچے نہ رکھیں۔ ان کی طرف پاؤں نہ پھیلائیں۔ غرض کسی طرح بے حرمتی نہ کریں۔ بوسیدہ اور ناکارہ ہو جانے کے بعد ان ذرائعِ علم کو نہایت ادب و احترام سے کسی مناسب اور محفوظ جگہ رکھ دیں۔

۲۔ مسلسل مطالعہ ہی سے علم بڑھتا ہے۔ اس لیے اچھی، مفید اور معیاری کتابوں کا بامقصد مطالعہ اپنا معمول بنائیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان علماء، دانشور اور مفکرین کثرتِ مطالعہ کا بے پناہ اہتمام کرتے۔ حتیٰ کہ سفر میں بھی کتب خانے ان کے ہمراہ رہتے تھے۔ بعض علماء کے بارے میں آیا ہے کہ پوری زندگی ایک رات بھی بغیر مطالعہ کے نہیں گزری۔

۳۔ مطالعے کے لیے ایسا مناسب وقت اور پاکیزہ ماحول چاہیے جس میں انسان کا دماغ ترو تازہ، دل پرسکون اور طبیعت مائل ہو۔ مطالعہ سے قبل بسم اللہ اور درود شریف پڑھ کر شیطان کی مداخلت اور گمراہی سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ مطالعہ نہایت اخلاص، یکسوئی اور غور و فکر سے کریں۔

۴۔ محض ذہنی تفریح یا معلومات جمع کرنے کے لیے نہ پڑھیں بلکہ جو کچھ سیکھیں اسے اپنے عمل اور سیرت و کردار کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔

۵۔ دارالمطالعہ یا لائبریری کا اندرونی و بیرونی ماحول انتہائی پرسکون اور پرفضا ہونا چاہیے۔ اس میں ہر موضوع پر کتابوں کا ذخیرہ محفوظ ہو۔ کتابوں کی حفاظت، دیکھ بھال اور ان سے استفادے کا نظام انتہائی معقول اور آسان ہو۔ لائبریری کا عملہ قارئین

سے اچھا سلوک کرے اور انہیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچائے۔

۶ - لائبریری کی کتابیں قومی امانت ہیں ۔ انہیں حفاظت اور احتیاط سے استعمال کریں۔ ان میں نشان نہ لگائیں اور کہیں سے خراب نہ کریں ۔ شور و شغب سے اجتناب برتیں ۔ کسی چیز کو نقصان نہ پہنچائیں ۔

نظام تعلیم

۱۔ اسلام نے فروغ علم کو نہ صرف حکومت اسلامیہ بلکہ ہر فرد ملت کا دینی فریضہ قرار دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشرہ میں تعلیم عام کرنے کے لیے تمام انفرادی اور اجتماعی وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ اس راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کا خاتمہ اور جہالت و لاعلمی کا سدباب کیا جائے۔ درسگاہوں کے قیام، تعلیمی ماحول کی بہتری، معیارِ تعلیم کی ترقی اور جدید وسائلِ تعلیم کی فراہمی کے لیے ہر ممکن ایثار و قربانی سے کام لیا جائے۔

۲۔ نظامِ تعلیم کی جڑ نصاب ہے۔ یہی وہ قالب ہے جس میں روحِ علم جلوہ گر ہوتی ہے۔ لہٰذا نصابِ تعلیم کو اس طرح مدون کیا جائے کہ اس میں معاشرہ کی اجتماعی ضروریات اور اسلامی نظریۂ حیات کے علاوہ روحِ عصر کی بھرپور جھلک موجود ہو۔ نیز اس سے طلباء کے سامنے تعلیم کا جو مقصد ابھرے وہ حصولِ معاش کی بجائے تکمیلِ ذات، عرفانِ خالق اور شعورِ کائنات کا آئینہ دار ہو۔

۳۔ اسلام کے عالمی غلبہ اور امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے ناگزیر ہے کہ مسلمان سائنسی علوم و فنون کی تحقیق میں آگے بڑھیں اور جدید ٹیکنالوجی کی قوت فراہم کریں۔ لیکن یاد رہے کہ جدید علوم و فنون کی تعلیم پیرویٔ مغرب کی نیت سے نہیں بلکہ اس لیے ہو کہ ہم تہذیبی ارتقاء کے سفر میں اپنی منزل متعین اور اس کا صحیح راستہ تلاش کر سکیں۔

۴۔ مغربی تناظر میں جدید علوم و فنون کی تعلیم سیکولرزم اور الحاد کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کا تدارک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے نصابِ تعلیم میں عربی زبان اور تمام اسلامی علوم کی مرحلہ وار تدریس کا انتظام کریں۔ اس کے علاوہ شروع ہی سے قرآن مجید اور احادیثِ طیبہ کی بامعنی تعلیم کا سلسلہ جاری کر دیں تاکہ بچوں

کے اذہان و قلوب کی صحیح نشوونما ہو سکے اور معاشرت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں آسانی ہو۔

۵ - نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے یہ کافی نہیں کہ دیگر علوم و فنون کے ساتھ دو ' تین اسلامی مضامین کی پیوندکاری کر دی جائے بلکہ نصاب کے تمام مضامین اور مشمولات کا مجموعی آہنگ دینی ہونا چاہیے - ہر علم و فن سیکولر تصورات' مادی افکار اور باطل نظریات سے پاک ہو - تمام مضامین کی تعلیم اسلامی ذہنیت اور دینی طرز فکر کے ساتھ دی جائے -

۶ - اگر ہم اپنے نظام تعلیم کے ذریعے باکردار افراد تیار کرنا اور ایک صالح تمدن کی بنیاد اٹھانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ صرف نصاب تعلیم کے ہر مرحلے میں ایک مستقل مضمون کے طور پر شامل کیا جائے بلکہ اسے پورے نظام تعلیم و تربیت کا مرکزی نقطہ بنا دیا جائے - اس سے طلباء کے اذہان میں سیرت و کردار کا مثالی تصور جاگزیں ہوگا - اس پاکیزہ تصور کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے بھرپور فکری و عملی رہنمائی میسر آئے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ان کا قلبی و روحانی تعلق پوری طرح استوار ہو گا - اور یہی تعلق تو امت مسلمہ کی بقاء و ارتقاء کا ضامن ہے - بقول اقبال ؎

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

۷ - تعلیم بالذات مقصود نہیں بلکہ تعمیر سیرت و کردار کا ذریعہ ہے - علم وہی ہے جو سوز قلب میں ڈھل کر یقین کے درجے تک پہنچ جائے اور انسان کے ظاہر و باطن کو بدل دے - تربیت سے عاری نظام تعلیم سوائے جہالت کے کچھ نہیں - اس لیے ضروری ہے کہ تعلیم بذریعہ تعمیر کردار کا اصول اپنایا جائے - طلباء کو اعلیٰ اخلاق ' دینی

عبادات اور معاشرتی فرائض کی مسلسل عملی مشق کرائی جائے تاکہ یہ تربیت یافتہ نوجوان اصلاح معاشرہ کے حرکی و انقلابی کردار اور نمونے بن جائیں۔

۸ - تمام انسانوں کے لیے ہر حال میں ایک ہی قسم کی تعلیم مؤثر نہیں ہو سکتی ۔ ایک مغربی مفکر کی رائے میں تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مضامین کی ترتیب اور اسلوب کی تدریج افراد کے طبعی اور عقلی ارتقاء کے قدرتی عمل سے ہم آہنگ ہونی چاہیے ۔ لہٰذا طریق تعلیم میں انسانوں کی مختلف طبائع ، صلاحیتوں ، مشاغل اور درجات کمال کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ۔ ہر فرد کی تعلیم و تربیت میں تدریج اور تنوع کے اصولوں کی پاسداری کی جائے۔

۸ - دنیا میں کسی علم و فن کا حصول استاد اور مرشد کے بغیر ممکن نہیں ۔ استاد کی توجہ طلباء کی تربیت اور تعمیر شخصیت میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اساتذہ دوران تدریس اپنی گفتگو ، تلقین اور تفہیم کے ذریعے طلباء کے ساتھ نفسیاتی لگاؤ اور شخصی توجہ کا گہرا ربط قائم رکھیں تاکہ استاد و شاگرد کے اس نفسیاتی تعلق کی لہروں سے علم کے انوار منتقل ہو کر طلباء کی شخصیت میں جذب ہو جائیں ۔

۹ - تعلیم میں بے سوچے سمجھے زبانی یاد کرنے اور رٹنے کا اسلوب طلباء کی ذہنی و فکری استعداد کو غارت کر کے رکھ دیتا ہے ۔ اس سے طلباء غور و فکر کی صلاحیت سے عاری اور اعتماد نفس سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے طریق تعلیم کی بنیاد مسلسل غور و فکر ، تنظیم و ترتیبِ معلومات اور فہم و ابلاغ کی عملی مشق و ریاضت پر اٹھائیں تاکہ طلباء ہر مرحلۂ تعلیم میں جدید مسائل و موضوعات پر غور و فکر اور استخراج و استنباط کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو سکیں ۔

آداب تبلیغ

۱۔ اسلام چونکہ قیامت تک کے لیے آخری اور انمول گراں مایہ دولت ہے اس لئے ختم نبوت کے بعد دین کی دعوت و تبلیغ کا کام امت مسلمہ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اب اس ملت کے ہرفرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف خود نیکی اور پارسائی کی زندگی اختیار کرے بلکہ بھٹکی ہوئی دنیا کو بھی نہایت دلسوزی، لگن اور اخلاص کے ساتھ راہ راست پر لانے کے لئے مسلسل دعوت و تبلیغ کا کام کرتا رہے۔ بقول شاعر۔

حق نے کرڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں، اوروں کو تڑپانا بھی ہے

۲۔ دعوت و تبلیغ کا مقصد انسانوں کو سعادت وہدایت کی راہ پر گامزن کر کے اخروی فلاح و نجات سے ہمکنار کرنا اور اسکا محرک بندگان خدا پر رحمت وشفقت اور ہمدردی وخیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہیے۔ تبلیغ صرف رضائے الٰہی کے حصول اور اسلام کی سربلندی کے لئے کریں۔ کسی دنیاوی محرک یا شخصی غرض کی اس میں آمیزش نہ ہونے دیں۔

۳۔ مبلغ کو خود باعمل، صاحب کردار اور خلیق وملنسار ہونا چاہیے۔ صبروتحمل اور بُردباری دین کی دعوت وتبلیغ کے لئے از بس ضروری ہے۔ جس بات کی دوسروں کو تبلیغ کریں اپنے آپ کو اس کا اولین مخاطب بنائیں اور دعوتِ دین کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی کرتے جائیں۔

۴۔ اپنے گھروالوں، بچوں اور زیر تربیت افراد کی اصلاح اپنا دینی فریضہ اور معاشرتی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس سلسلے میں ہرگز کوتاہی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کریں۔ اپنی دعوت و تبلیغ کا اولیں میدان اپنے گھر، محلے اور حلقۂ تعارف کو بنائیں اور رفتہ رفتہ اس کا دائرۂ کار بڑھائیں۔

۵۔ دعوت و تبلیغ کے دوران دین کے تقدس، عظمت اور احترام کو پوری طرح برقرار

رکھیں۔ اس گراں بہا دولت کو بے موقع تلف نہ کریں۔ اپنے مخاطبین کی نفسیات، ذہن وذوق، استعداد وصلاحیت اور معاشرتی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان سے دین کی بات کریں۔

۶۔ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں حکمت، دانائی اور سلیقہ سے کام لیں۔ ہر ایک سے لطف ومحبت کے لہجے میں بات کریں۔ نرمی، آسانی اور بشارت کے پہلو اجاگر کریں۔ بے جا جذباتی نہ بنیں۔ کسی کو حقیر نہ جانیں اور ڈانٹ کر نہ سمجھائیں بلکہ محبت کے ساتھ اس کے شریفانہ جذبات کو بیدار کریں اور ضد وعناد کے رویے ختم کریں۔

۷۔ دین کی دعوت دیتے ہوئے اپنے مخاطب سے کسی بات پر بالکل نہ الجھیں۔ مجرد تنقید، بحث، مجادلہ اور علمی مناظرہ کے بجائے اپنی دلسوزی، حسن اخلاق اور خیر خواہی کے ذریعے اس کے پاکیزہ دلی جذبات ابھاریں۔ ذہن ودماغ سے زیادہ اس کے قلب وروح کو اپیل کریں تاکہ دین اس کے فکروشعور سے بڑھ کر قلب وروح کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اس طرح وہ کامل یقین واطمینان کے ساتھ دین پر کاربند ہو جائے۔

۸۔ دعوت و تبلیغ اور وعظ وتذکیر کا کام صرف ان لوگوں تک محدود نہ رکھیں جو پہلے ہی دین سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی طلب وآرزو رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس بھی جائیں جو دین سے بے بہرہ ہیں اور ان میں دین کی طلب واحساس اور جذبہ وشوق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہی پیغمبرانہ دعوت و تبلیغ کا اولیں عنصر ہے۔

۹۔ دعوت و تبلیغ در اصل نوع انسانی کی دنیوی سعادت اور اخروی فلاح کے لئے پرخلوص جدوجہد کانام ہے۔ اس لئے تبلیغ کا کام کرنے والے اپنی زندگی نہایت سادگی سے بسر کریں۔ عیش کوشیوں سے اجتناب برتیں۔ لوگوں کی بے لوث خدمت اور ان کی ضروریات پوری کرنے میں دلچسپی لیں۔ خوشی وغمی اور بیماری وغیرہ کے مواقع پر ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اختیار کریں تاکہ لوگ انہیں اپنا حقیقی خیر خواہ اور بے لوث

انسان سمجھ کر ان کی بات توجہ سے سنیں اور قبول کریں۔

۱۰۔ دعوت و تبلیغ کا کام تسلسل اور استقامت کے ساتھ جاری رکھیں۔ جو کام شروع کریں اسے ذمہ داری کے ساتھ نبھائیں اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ تبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات و تکالیف اور آزمائشوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں اور صبرواستقامت کا دامن تھامے رہیں۔ دینی جدوجہد میں کامیابیاں ہمیشہ مصائب و مشکلات کو جھیلنے کے بعد ہی میسر آتی ہیں۔

آداب فتویٰ

۱۔ دینی مسائل کے بارے میں ہر شخص خود ہی مفتی بننے کی کوشش نہ کرے، بلکہ کسی متقی، مستند اور قابل اعتماد عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ دین اپنی نفسانی خواہشات پر عمل اور دانشورانہ اپج کی پیروی کرنے کا نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری اور ان کی مرضی کے تابع رہنے کا نام ہے۔ اب کسی معاملہ میں اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی منشاء کیا ہے؟ اس کا فیصلہ بڑی نازک ذمہ داری ہے جس سے عہد برآ ہونا ہر پڑھے لکھے آدمی کے بس میں نہیں۔

۲۔ سائل (فتوی پوچھنے والے) کو چاہیے کہ اپنا سوال واضح اور دو ٹوک الفاظ میں پیش کرے۔ مسئلہ میں کسی طرح کا ابہام، پیچیدگی یا التباس نہ رکھے اور نہ ہی احکامِ شرعیہ کی پابندی سے بچنے کے لئے کسی قسم کی حیلہ جوئی کرے۔ استفتا کا مقصد شریعت کی پیروی ہونا چاہیے نہ کہ اس سے گریز کی راہیں ڈھونڈنا۔

۳۔ ہر عالم مفتی بننے کی کوشش نہ کرے۔ مفتی کا منصب اس امت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا ہے۔ اسکا کام تمام دینی فرائض میں سب سے زیادہ نازک، حساس اور اہم ہے جیسا کہ متعدد احادیثِ طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لئے صحابۂ کرام اور علماء سلف حتی الامکان فتوی کی بھاری ذمہ داری سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ بنا بریں مفتی کو چاہیے کہ افتاء کے اس نازک، حساس اور ثقیل کام کو خوف خدا، حزم واحتیاط اور اخروی جواب دہی کے احساس سے سرشار ہو کر انجام دے۔

۴۔ افتاء ایک خالص دینی منصب اور شرعی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اسے طلبِ جاہ وشہرت، ہوس زر ومال اور نفسانی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ مفتی کو

صداقت واستقامت اور عفت وتواضع کا پیکر ہونا چاہیے۔ تاکہ لوگ اس کی امانت ودیانت اور صلاح وتقویٰ پر اعتماد کرتے ہوئے شرعی مسائل کے سلسلہ میں رجوع کریں۔

۵۔ مفتی کو خود دار ہونا چاہیے۔ وہ نہ تو سائل سے کوئی طمع رکھے اور نہ فتویٰ کی کثرت سے ملال یا بیزاری کا اظہار کرے۔ جواب دینے میں بلا وجہ تاخیر نہ کرے اور علم نہ ہو تو فتویٰ دینے سے معذرت کر دے۔ تہمت والزام کے جملہ مواقع سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا فتویٰ بلا تردد قبول کیا جا سکے۔

۶۔ مفتی کو اس حقیقت کا شعورو احساس ہونا چاہیے کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے اس کی حیثیت دین اور شریعت کی ہے جس پر وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہو گا۔ اس لئے وہ ہر مسئلہ میں گہرے غورو فکر، طویل بحث وتحقیق اور صحیح جواب حاصل ہونے کے بعد فتویٰ صادر کرے۔

۷۔ مفتی کے لئے سوال کرنے والے کے شہر یا بستی کے اصول وعادات اور اسلوبِ حیات پر گہری نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ حالات، نوعیتِ معاملہ اور روحِ شریعت کی روشنی میں صحیح فیصلہ پر پہنچ سکے۔

۸۔ مفتی لوگوں کے طے شدہ حقوق وفرائض کا ہو بہو بیان کر دے۔ اس سلسلہ میں سائل یا اس کے فریق مقابل کی خاطر کسی قسم کی لچک یا جھکاؤ کا مظاہرہ نہ کرے۔ نیز شرعی مسائل میں رخصتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے سے اجتناب کرے۔

۹۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل میں حسبِ ترتیب غور وفکر کر کے فتاوی صادر کرے۔ عورت یا مسافر کو اگر جواب دینے میں تاخیر سے کسی ضرر کا اندیشہ ہو تو پھر ان کے مسائل پر پہلے غور کیا جا سکتا ہے، ورنہ ترتیب وتسلسل کا خیال نہ رکھنا بد دیانتی شمار ہو گا۔

بابِ دوم

کمالِ عبادت

آداب نماز

۱۔ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ اس لئے تسلسل کے ساتھ بلاناغہ ہر نماز اپنے اول مستحب وقت میں ادا کریں۔ نماز کسی حال میں معاف نہیں ہوتی اور جان بوجھ کر نماز چھوڑنا دین سے بغاوت اور عملی کفر ہے۔

۲۔ اذان کی آواز سنیں تو خاموش ہو جائیں اور ہر کلمے پر اذان کا مسنون جواب دیں۔ اس کے بعد نماز کے لئے تیاری شروع کر دیں۔ گھر سے وضو کر کے بروقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ جماعت کے انتظار میں صف کے اندر بیٹھ کر دل میں ذکر کرتے رہیں۔ اذان کے بعد سستی و کاہلی کا مظاہرہ کرنا اور بلا عذر تاخیر سے نماز کے لئے جانا بہت بڑی محرومی اور بد نصیبی ہے۔

۳۔ نماز کے لئے طہارت اور پاکیزگی کا پورا پورا اہتمام کریں۔ جسم اور لباس اچھی طرح پاک صاف کر کے خدا کے حضور حاضری دیں۔ وضو تمام آداب و شرائط کے ساتھ کریں۔ خوشبو لگائیں۔ صاف ستھرا' شائستہ لباس پہن کر اور سر ڈھانپ کر نماز ادا کریں۔

۴۔ فرض نماز ہمیشہ باجماعت پڑھنے کی پابندی کریں۔ بلا عذر ترکِ جماعت سے نماز بہت ناقص' ثواب انتہائی کم اور رضائے الٰہی سے محرومی رہتی ہے۔ اگر کبھی جماعت نہ ملے تب بھی فرض نماز مسجد ہی میں ادا کریں کہ اس کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

۵۔ جماعت میں صفوں کو بالکل درست اور برابر رکھنے کا اہتمام کریں کہ یہ بھی نماز کا جزو ہے۔ اس کے بغیر اچھی طرح نماز پڑھنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

۶۔ جماعت کی صورت میں امام کو چاہیے کہ تمام آداب و شرائط کا اہتمام کرتے ہوئے

نماز ہلکی پڑھائے اور مقتدیوں کی سہولت کا لحاظ رکھے تاکہ ایسا نہ ہو بعض مجبور یا معذور مقتدی طویل نماز سے تکلیف میں مبتلا ہو کر آئندہ جماعت ہی سے محروم ہو جائیں۔

۷۔ نماز انتہائی سکون واطمینان سے پڑھیں۔ قرات' قیام' رکوع' قومہ اور سجدہ وغیرہ تمام ارکان خشوع وخضوع کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کریں۔ تمام آداب و مستحبات کی پوری پوری حفاظت کریں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

"نماز کو اس کے تمام آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرنا بے شمار نفل عبادتوں' اذکار و اوراد' ریاضتوں اور مجاہدوں سے زیادہ بہتر' مفید اور مؤثر عمل ہے۔"

۸۔ نماز انتہائی اخلاص اور خشوع وخضوع سے اس طرح پڑھیں کہ دل خدا کی عظمت اور جلال سے لرز رہا ہو۔ روح پر سکون واطمینان چھایا ہو۔ اعضاء پر ادب' پستی اور عجزونیاز کی کیفیت طاری ہو۔ نماز میں بلا وجہ حرکت کرنا' بدن کھجانا' اِدھر اُدھر دیکھنا اور کپڑے سنبھالنا بے ادبی کی حرکتیں ہیں۔ ان سے پرہیز کریں۔

۹۔ نماز میں قرآن پاک' اذکار اور دعائیں ایک ایک لفظ پر غور کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پوری توجہ' دل کی آمادگی اور ذوق شوق کے ساتھ اس طرح پڑھیں کہ نماز واقعی نماز بن جائے۔

۱۰۔ نماز میں اپنے قلب وروح' فکر وخیال اور جذبہ واحساس کی تمام توانائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں اور نماز اس طرح پڑھیں کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اس کا دیدار کر رہے ہیں۔

۱۱۔ نماز ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔ غفلت اور کاہلی کے ساتھ جلدی جلدی مارے باندھے کی نماز نہ پڑھیں۔ نماز میں شروع سے آخر تک حضور قلب اور اخلاص کی کیفیت برقرار رکھیں۔ ریا' نمود ونمائش اور ہر قسم کے گھٹیا جذبات ومقاصد

کی آلائش سے اپنی نماز کو بچائیں۔ ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا بے چینی اور شوق سے انتظار کریں۔

۱۲۔ فرض نمازوں کی پابندی کے علاوہ نوافل بھی کثرت سے ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ تہجد' اشراق' چاشت' اور اوابین کے علاوہ صلوۃ التسبیح پڑھنے کا معمول بنائیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ بندہ نوافل کی کثرت سے خدا تعالی کا قرب اور محبوبیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ سنت اور نفل نمازیں زیادہ تر گھر میں پڑھا کریں۔ اس سے گھر میں نورانیت اور خیروبرکت ہوتی ہے۔

۱۳۔ نماز کے مقاصد ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور پوری زندگی کو نماز کا آئینہ دار بنانے کی کوشش کریں۔ نماز کا تقاضا ہے کہ اپنے آپ کو پوری طرح اپنے خدا کے حوالے کر دیں۔ ہر حال میں اس کے اطاعت شعار اور وفا دار رہیں۔ برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچیں اور نیکی کی راہ پر گامزن رہیں۔

آداب زکوٰۃ

۱۔ زکوٰۃ واجب ہونے پر جس قدر ممکن ہو جلدی ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اس سے احکام الٰہی کی بجا آوری میں شوق ورغبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مستحقین کے دل خوش ہوتے ہیں اور انسان تاخیر کی آفتوں سے بچ جاتا ہے۔

۲۔ زکوٰۃ' صدقات اور خیرات غرض جو کچھ بھی خدا کی راہ میں خرچ کریں اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ صرف رضائے الٰہی کی خاطر کریں۔ اخلاص ہی قبولیت کے دروازے کی کنجی ہےاور نفسانی اغراض کی آمیزش بڑے سے بڑے نیک عمل کو ضائع کر دیتی ہے۔

۳۔ نمودونمائش اور ریا کاری سے بچنے کے لئے زکوٰۃ وصدقات پوشیدہ طور پر ادا کرنا بہتر ہے۔ البتہ دوسروں کو ترغیب و تلقین کے دینی مقصد کی خاطر زکوٰۃ علانیہ دے سکتے ہیں۔

۴۔ زکوٰۃ اپنے بہترین مال میں سے نکالیں۔ انتہائی شوق ورغبت اور کشادہ دلی سے ادا کریں۔ بخل اور تنگ دلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ زکوٰۃ دینا آپ کے لئے تزکیۂ نفس کا سامان اور توشۂ آخرت ہے۔

۵۔ جو کچھ مال ودولت آپ کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھیں۔اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق میسر آنے پر خدا تعالیٰ کے شکر گزار رہیں۔ کسی قسم کے عجب و خود پسندی اور غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔

۶۔ کسی کو زکوٰۃ یا صدقہ دینے کے بعد احسان جتلا کر اس کی دل آزاری سے بچیں۔ کسی قسم کے بدلے یا شکر گزاری کی آرزو رکھیں نہ ہی احساس برتری میں مبتلا ہوں۔انفاق

کے اس پاکیزہ عمل کو پست اغراض اور گھٹیا جذبات سے آلودہ کر کے ضائع اور باطل نہ کر دیں۔

۷۔ زکوٰۃ کا اجتماعی نظام قائم کریں اور اس کے لئے مقررہ شرعی حدود، مقدار اور مصارف کا اہتمام کریں۔ شخصی طور پر زکوٰۃ دینے کے لئے ایسے مستحقین کو ترجیح دیں جو قرابت دار، متقی اور خود دار ہوں کہ ان کا حق فائق اور اجر زیادہ ہے۔

۸۔ زکوٰۃ لینے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ واقعی حق دار نہ ہوں تو ہرگز زکوٰۃ نہ لیں کہ اس صورت میں ان کے لئے زکوٰۃ کھانا حرام ہے۔

۹۔ یاد رکھیں کہ زکوٰۃ بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فراغت اور طمانیت کی خاطر ہے۔ اسے فضول کاموں میں صرف نہ کریں۔ زکوٰۃ دینے والے کا شکریہ ادا کریں اور اس کے لئے دعا کرتے رہیں۔

آداب رمضان

۱۔ پورے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال کریں اور ماہ مقدس کا چاند نظر آنے پر مسنون دعا پڑھیں۔

۲۔ رمضان المبارک میں عبادات اور اعمال صالحہ کا خصوصی اہتمام کریں۔ فرائض کے علاوہ نوافل بھی کثرت سے ادا کریں کہ اس ماہ مقدس میں نفلی عبادت عام مہینوں کی فرض عبادت کیطرح اور ایک فرض ادا کرنا دوسرے دنوں میں ستر فرائض ادا کرنے کے برابر اجروثواب کا باعث ہے۔ نیز اس مہینے میں نہایت عاجزی اور ذوق وشوق کے ساتھ زیادہ دعائیں کریں۔

۳۔ پورے مہینے کے روزے نہایت ذوق وشوق اور اخلاص کے ساتھ رکھیں۔ بلا عذر کوئی روزہ نہ چھوڑیں کہ جو شخص ماہ رمضان کا ایک روزہ ترک کردے وہ ساری عمر قضاء روزے رکھتا رہے تب بھی ایک روزے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ پھر ماہ رمضان کے روزے انسان کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے جس مقصد کے لئے مقرر کئے گئے ہیں' بلا عذر ایک روزہ بھی چھوڑنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔

۴۔ اگر کبھی شرعی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھ سکیں 'تب بھی احترام رمضان میں افطار کے وقت تک کھانے پینے سے پرہیز کریں۔

۵۔ ماہ رمضان میں کثرت سے تلاوت قرآن کریں کیونکہ اس مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی تعلق اور مناسبت ہے۔ نزول قرآن مجید کا آغاز اسی ماہ مبارک میں ہوا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ "رمضان کا مہینہ ان تمام برکتوں' رحمتوں اور سعادتوں کا سرچشمہ ہے جو قرآن حکیم کے فضائل وکمالات کا ثمر ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ اس مہینے میں قرآن حکیم کو پڑھنے' سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا ذوق

وشوق بڑھ جاتا ہے۔

۶۔ تراویح کی نماز خشوع وخضوع اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھیں۔ تراویح میں پورا قرآن پاک پڑھنے یا سننے کا اہتمام کریں تاکہ آپ کی زندگی پر اس کا اثر پڑے' اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھے اور اس کی رضا وخوشنودی حاصل ہو۔

۷۔ اس مہینے میں جتنا زیادہ ہو سکے صدقۂ وخیرات کریں۔ غریبوں' بیواؤں' اور یتیموں کی خبر گیری کریں۔ ان کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ ضرورت مندوں کے کام آئیں اور ان کی مالی امداد کریں کہ یہ ہمدردی' سخاوت اور ایثار کا مہینہ ہے۔

۸۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کریں اور اس کی طاق راتوں میں شبِ قدر کو پانے کی کوشش کریں۔ شب قدر میں زیادہ سے زیادہ ذکر وتلاوت' تسبیح و عبادت' توبہ و استغفار اور دعا کا اہتمام کریں کہ اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

۹۔ رمضان شریف میں لوگوں کے ساتھ نہایت ہمدردی اور شفقت کا سلوک کریں۔ اپنے ملازمین سے گفتگو اور رویے میں نرمی برتیں۔ انہیں زیادہ سہولتیں دیں اور فراخ دلی سے ان کی ضرورتیں پوری کریں۔ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی رحمت' محبت اور فیاضی کا برتاؤ کریں۔

۱۰۔ ماہ رمضان کی مالی عبادت صدقۂ فطر پوری رغبت اور اہتمام کے ساتھ عید کی نماز سے اتنا پہلے ادا کر دیں کہ حاجت مند اور نادار لوگ آسانی سے عید کی ضروریات پوری کر سکیں اور سب کے ساتھ عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

۱۱۔ رمضان کے مبارک مہینے میں خود زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے پر کمربستہ رہیں۔ ساتھ

ہی دوسروں کو بھی نہایت سوزوگداز' جذبہ واخلاص اور حکمت وبصیرت کے ساتھ نیکی اور خیر کی ترغیب دیں تاکہ پورے معاشرہ میں نیکی اور پارسائی کی فضا عام ہو جائے اور اس کے دیرپا اثرات سامنے آئیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ

"اس مہینے کو انسان نیکی یا بدی جس حال میں گزارے سارا سال اس کا وہی حال رہتا ہے۔"

آداب روزہ

۱۔ رمضان کے مہینے میں نہایت ذوق و شوق اور پورے اہتمام کے ساتھ روزے رکھیں۔ روزہ اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا اجر و ثواب لامحدود اور عام قانون رحمت سے بالاتر ہے۔ روزہ صبر کا ذریعہ ' تقویٰ کی کنجی اور عبادت کا دروازہ ہے۔ یہ انسان کو گناہوں سے بچاتا اور قرب الٰہی کی اعلیٰ منزل سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں میں اخوت کا شعور ابھارتا اور معاشرہ میں ہمدردی و ایثار کی ایک لہر دوڑاتا ہے۔ فی الواقع روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی مثل کوئی دوسری عبادت نہیں۔

۲۔ روزے کو محض ایک معاشرتی رسم اور سماجی تہوار نہ بنائیں ۔ یہ اسلام کا بنیادی رکن اور بے مثال عبادت ہے۔ اسے پورے شعور و آگہی اور کامل اہتمام کے ساتھ نہایت ذوق و شوق سے انجام دیں۔ روزہ خلوص نیت کے ساتھ اظہار عبدیت ' جذبۂ اطاعت اور رضائے الٰہی کے لئے رکھیں۔ اس کے عظیم اجر و ثواب اور منافع و ثمرات کی تمنا و التجا کریں۔

۳۔ روزے کا مقصد تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و کردار ہے۔ اس لئے محض بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ نہ سمجھیں۔ ہر برائی 'گناہ اور بے حیائی سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔ جو شخص کھانے پینے کا روزہ رکھے مگر گناہ ' نافرمانی اور شریعت کی مخالفت سے باز نہ آئے وہ اپنے گمان میں روزہ دار ہے مگر اللہ کے ہاں نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی نہایت اہتمام سے وضو کرے لیکن نماز نہ پڑھے یا جیسے کوئی مریض کھانے کا پرہیز کرے اور زہر کی پڑیا پھانک لے۔ ایسے روزہ داروں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

" بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انہیں روزہ سے بھوک اور

اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

۴۔ روزہ صرف پیٹ یا شرمگاہ کا نہیں، پورے وجود کا ہونا چاہئے۔ ذہن کو باطل افکار سے، دل کو غلط ارادوں سے اور اعضاء و جوارح کو برے اعمال سے محفوظ رکھیں۔ آنکھوں کو بدنگاہی سے، زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی اور بدکلامی سے اور ہاتھ پاؤں کو نافرمانی و ایذا رسانی سے بچائیں۔ غرض اپنے ظاہر و باطن کو ہر طرح کی معصیت اور آلودگی سے پاک کریں۔ تاکہ روزہ صحیح معنوں میں روزہ بن سکے۔

۵۔ روزہ میں اپنا زیادہ وقت تلاوتِ قرآن پاک، ذکر الٰہی، نوافل، درود و سلام اور توبہ و استغفار میں گزاریں۔ لہو و لعب، کھیل تفریح اور زیادہ سونے سے احتراز کریں۔ دل بہلانے اور روزہ گزارنے کے لئے خوش گپیوں کی عادت بھی سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے روزہ کے اصل مقاصد پر زد پڑتی ہے۔

۶۔ روزہ رکھنے کے لئے سحری ضرور کھائیں۔ اس طرح بدن میں نقاہت اور سستی پیدا نہیں ہوگی۔ سحری کے لئے جاگنے پر نماز تہجد کی توفیق میسر آئے گی اور سحرخیزی کی عادت پڑے گی۔ سحر کا وقت انتہائی مقدس، پاکیزہ اور خوشگوار ہوتا ہے۔ اس وقت کی بیداری، عبادت اور اتباع سنت میں سحری کھانے سے بے شمار فضائل و برکات میسر آتے ہیں۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

"سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔"

۷۔ سحری دیر سے کھائیں اور افطار جلدی کریں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاکیزہ سنت ہے اور اس کی پیروی سراسر خیروبرکت کا باعث ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ:

"سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا اپنے عجز و انکسار اور فقر و احتیاج کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔"

۸ - سحر و افطار کے لئے حلال اور پاکیزہ خوراک کا اہتمام کیجئے ۔ حرام روزی سے پرورش پانے والے جسم کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی ۔ دن بھر روزہ کے نام پر بھوک پیاس برداشت کرنا اور شام کو حرام غذا سے افطار کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ گویا ایک محل تعمیر کیا اور اس سمیت سارا شہر ملیا میٹ کر دیا۔

۹ - سحری اور افطاری کے وقت پر خوری اور سیر شکمی سے پرہیز کریں ۔ صرف اتنا کھائیں کہ جسم و جاں کا رشتہ برقرار رہے اور اعمال و عبادات بجالانے کے لئے قوت وتوانائی حاصل ہو۔ روزہ کا مقصد خواہش نفس کا زور توڑنا اور بھوک پیاس کی مشقت برداشت کرنا ہے تاکہ یہ جسمانی ریاضت تزکیۂ روح کا ذریعہ بنے۔

۱۰ - رمضان میں وقتاً" فوقتاً" دوسروں کو روزہ افطار کرانے کا اہتمام بھی کیجئے۔ اس کے لئے زیادہ خرچ اور انتظام کی ضرورت نہیں۔ حسب استطاعت جو کچھ میسر ہو پیش کر دیجئے۔ مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے۔ روزہ افطار کرانے کا بہت بڑا اجر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

> "جو شخص کسی کا روزہ افطار کرائے اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور اسے جہنم کی آگ سے نجات دے گا ۔ "

۱۱ - صرف رمضان کے فرض روزہ پر اکتفا نہ کریں ۔ سال کے مختلف ایام میں نفل روزے بھی رکھیں تاکہ ان مقاصد کی یاد دہانی ہوتی رہے جن کے لئے روزے فرض کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و کردار کا عمل بھی مسلسل جاری رہے۔ سال کے مقدس اور فضیلت والے دنوں کے علاوہ ہر ماہ ایام بیض یعنی (۱۳' ۱۴' ۱۵) تاریخ اور ہو سکے تو ہفتے ' پیر' جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام کریں۔ یہ نفلی روزے سارے سال کے گناہوں کا کفارہ اور قرب و رضائے الٰہی کا ذریعہ بنیں گے۔

آداب حج

- سفر حج
- مناسک حج
- حرمین شریفین

سفرِ حج

۱۔ حج کے اسباب مہیا ہو جائیں تو اس مقدس آرزو کی تکمیل کے لئے فی الفور کوشش شروع کر دیں۔ دانستہ ٹال مٹول اور دیر نہ کریں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ تاخیر میں کئی آفات پنہاں ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے بعد میں محرومی ہی مقدر بن جائے۔

۲۔ حج کے احکام مسائل اور شرائط و آداب کا علم تفصیل سے سیکھیں اور اس بارے میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو جس عظیم مقصد کے لئے اتنی سعی و کاوش کر رہے ہیں لاعلمی اور نادانی میں وہ مقصد ہی ضائع ہو جائے۔

۳۔ اپنی نیت میں اخلاص پیدا کریں۔ صرف اللہ کی رضا جوئی اور حکم الٰہی کی تعمیل کے ارادے سے حج کے لئے نکلیں۔ حاجی کہلانے کا شوق اور دکھاوے کا جذبہ اس اعلیٰ ترین عبادت کو ضائع کر دیتا ہے۔ کسی نفسانی غرض سے اس پاکیزہ عمل کو آلودہ نہ کریں۔

۴۔ سفرِ حج پر روانگی سے پہلے اپنے تمام گناہوں کے لئے بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے اور نہایت خشوع و خضوع سے بخشش اور مغفرت کی دعا کریں۔ آئندہ کے لئے نیکی پر استقامت اور نافرمانی سے بچنے کا عزم کریں۔ توبہ کی نیت سے دو نفل ادا کرنے کے بعد درود شریف پڑھیں اور خوب دل لگا کر استغفار کریں۔

۵۔ حج کا ارادہ باندھتے ہی کامل ذہنی یکسوئی اور خوشی سے تیاری شروع کر دیں۔ حج کی اہمیت، حقیقت اور مقاصد و اسرار کا گہرا شعور حاصل کریں۔ دل کو تمام آلودگیوں سے پاک کر کے سوز و گداز اور جذبہ و شوق سے آراستہ کریں۔ تاکہ حج کے پاکیزہ اثرات سے روح کی گہرائیوں میں انقلاب برپا ہو جائے۔

۶۔ حج پر جانے سے پہلے حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔ جس کسی کو تکلیف

پہنچائی ہو اس سے معافی مانگیں۔ اگر کسی کا قرض یا امانت ہے تو لوٹائیں۔ گھر والوں کے لئے واپسی تک کے اخراجات کا معقول انتظام کریں۔

۷۔ حج کے اخراجات حلال مال سے ادا کریں۔ اگر ذریعۂ آمدنی حرام ہے تو اس سے ادا کیا جانے والا حج اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت سے محروم رہے گا۔

۸۔ حج کے لئے جہاں حلال وطیب مال میں سے سفر خرچ ساتھ لیں' وہیں تقویٰ' عبادت' ذکر و فکر اور ذوق وشوق کا بہترین زاد راہ بھی اکٹھا کریں۔

۹۔ حج پر روانہ ہوتے وقت کچھ صدقہ کریں۔ دو نفل ادا کر کے اپنے لئے سفر میں سہولت وعافیت' نیکی کی توفیق واعانت اور گھر والوں کی حفاظت وخیریت کے لئے دعا کریں اور اس موقع پر ماثور دعائیں پڑھیں۔

۱۰۔ دوران حج قیام وطعام' نشست وبرخاست اور باہمی معاملات میں سادگی اور انکساری اختیار کریں۔ تکالیف اور پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے جھیلیں۔ اپنے ہمسفروں سے نرمی اور خوش خلقی برتیں۔ فضول کاموں اور بیہودہ باتوں سے گریز کریں۔ نماز پابندئ وقت سے پڑھیں اور بیشتر وقت تلاوت' ذکر' درود پاک' استغفار اور نوافل میں مشغول رہیں۔

مناسک حج

۱۔ حج سراسر عاشقانہ عبادت ہے۔ اس کے سارے ہی ارکان ومناسک محبت الٰہی، گداز قلب اور کمال عبدیت کی علامت کے طور پر مقرر کیے گئے ہیں اور ان کا سر آغاز احرام باندھنا ہے۔ پس اگر آپ گھر ہی سے احرام باندھ کر سفر حج پر روانہ ہوں تو یہ بہتر اور زیادہ اجروثواب کا باعث ہو گا۔

۲۔ احرام بظاہر دو سفید چادروں پر مشتمل مخصوص لباس ہے، لیکن دراصل یہ عجزوبندگی، زہد وانکسار اور عالمگیر اخوت ومساوات کی علامت ہے۔ احرام باندھیں تو اس کے ساتھ دل کو تمام دنیاوی کثافتوں اور مادی آلائشوں سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کے مقدس حرم میں داخل ہونے کے لئے تیار کریں۔

۳۔ احرام کی حالت میں عائد ہونے والی تمام شرعی پابندیوں کا پورا پورا لحاظ رکھیں جو یہ ہیں: دوران احرام سلا کپڑا پہننا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، بند جوتا پہننا، بال تراشنا، کنگھی کرنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، جانور کا شکار کرنا، اور جنسی خواہش کو ابھارنے والا ہر کام منع اور ناجائز ہے۔البتہ صابن وغیرہ سے میل دور کیے بغیر محض غسل کرنے، آئینہ دیکھنے، مسواک کرنے، اور سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ موزی جانوروں کو بھی مارا جا سکتا ہے۔

۴۔ دوران احرام ہر نماز کے بعد، ہر صبح نیند سے بیدار ہو کر، ہر بلندی وپستی اور ہر قافلے سے ملتے وقت بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے رہیں۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک

اِن الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک

۵۔ تلبیہ جب بھی کہیں اکیلے اور کم از کم تین مرتبہ کہیں۔ عورتیں بلند آواز سے نہ

کہیں اور تلبیہ کے دوران بات چیت نہ کریں۔

۶۔ کعبتہ اللہ کا طواف حج کا رکن بھی ہے اور مستقل بلکہ افضل ترین عبادت بھی۔ اس لئے جب بھی موقع ملے انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ دیوانہ وار طواف کریں۔ دوران طواف نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ مسنون دعائیں پڑھتے رہیں۔ ہر طواف کے بعد مقام ابراھیم کے پاس دو رکعت نماز ضرور ادا کریں۔ پھر خوب سیر ہو کر آب زمزم نوش کریں اور دعا مانگیں۔

۷۔ سعی طواف کے فوراً" بعد کریں کہ یہ سنت ہے۔ تاہم اگر زیادہ تکان کے باعث یا کوئی عذر پیدا ہو جائے تو اسے مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ سعی کے دوران کوئی خاص دعائیں پڑھنا لازم نہیں۔ جو دعا چاہیں کرتے رہیں۔ صفا اور مروہ دونوں بلندیوں پر کچھ دیر ٹھہر کر ذکرودعا میں مصروف رہیں کہ ایسا کرنا پسندیدہ ہے۔

۹۔ عرفات میں زوال کے بعد وقوف کا وقت ہوتا ہے اور یہی حج کا رکن اصلی اور جوہر وحاصل ہے۔ اس وقت میں خیمہ سے باہر سائے کے بغیر کھڑے ہو کر زیادہ سے زیادہ توبہ و استغفار کریں اور خوب گڑگڑا کر اپنے لئے اور سب کے لئے دعائیں مانگتے رہیں۔

۱۰۔ مزدلفہ میں عشاء کے وقت ایک ہی اذان اور تکبیر کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں اکھٹی پڑھی جاتی ہیں۔ پہلے مغرب کے فرض اور پھر عشاء کے فرض پڑھیں اور بعد ازاں مغرب و عشاء کی بقیہ نمازیں ادا کریں۔

۱۱۔ جمرات پر بڑے بڑے پتھر یا جوتے وغیرہ پھینکنا درست نہیں۔ چھوٹی کنکریاں ماریں اور اس دوران مسنون دعائیں پڑھتے رہیں۔ دس تاریخ کو آخری جمرہ پر پہلی کنکری مارتے

ہی تلبیہ کا ورد ختم ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اگر آپ بارہویں ذی الحج کو غروب آفتاب کے وقت منیٰ ہی میں موجود ہوں تو پھر تیرہویں تاریخ کی صبح کنکریاں مارے بغیر وہاں سے رخصت ہونا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

۱۳۔ اپنے اعمال حج کی پوری پوری حفاظت کریں۔ دوران حج لڑائی جھگڑے، شہوانی باتوں، اور خدا کی نافرمانی سے مکمل اجتناب برتیں۔ شعائراللہ کا احترام ملحوظ رکھیں۔ ہر حال میں بندگی واستغفار، وفاوایثار اور عجزوانکسار کا مظاہرہ کریں اور مسلسل خدا کی یاد میں ڈوبے رہیں کہ یہی حج کا مقصود وحاصل ہے۔

حرمین شریفین

۱۔ مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہونا افضل ہے۔ مسجد حرام میں داخلہ کے وقت نگاہ نیچی رکھیں۔ اعتکاف کی نیت کریں اور مسنون دعا پڑھیں۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بیت اللہ شریف پر پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا مانگی جائے مقبول ہوتی ہے۔ اس لئے خانہ کعبہ پر پہلی نگاہ پڑتے ہی انتہائی خشوع رخضوع سے کوئی بہترین دعا مانگیں۔

۳۔ مسجد حرام میں ایک فرض نماز کی ادئیگی سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے جب تک مکہ مکرمہ میں رہیں تمام نمازیں پابندی سے مسجد حرام میں ادا کریں اور یہ قیمتی موقع ہرگز ضائع نہ کریں۔

۴۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ طواف کرنے کی کوشش کریں کہ یہاں فرائض کے بعد تمام عبادات سے افضل طواف کعبہ ہے۔ طواف کے دوران بغیر ہاتھ اٹھائے دعائیں مانگتے رہیں اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز ضرور پڑھیں۔

۵۔ بیت اللہ شریف خدائے قدوس کے انوار اور جلووں کا مظہر ہے لہٰذا اس کی طرف دیکھتے رہنا بھی عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بغیر طواف اور نماز کے خانہ کعبہ کو ایک نظر دیکھ لینا بھی اس سے باہر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

۶ - حج بیت اللہ کے سفر میں مدینہ طیبہ کی حاضری ہر مسلمان کے شوق کا محور اور تمناؤں کا حاصل ہے۔ یہ شہر محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن اور کرۂ ارض کا گہنا ہے۔ اس کی فضائیں تجلیات رسالت سے پُرنور اور ہوائیں انفاس پیمبر سے

عطر بیز ہیں۔ اس کی ہر چوٹی طور بداماں اور ہر وادی رشک ایمن ہے۔ اس کا ہر ذرہ جلوہ گاہِ ناز اور ہر گوشہ مصدر فیض و برکات ہے۔ اس ارض مقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہر مومن زندگی بھر بے چین رہتا ہے اور یہاں پہنچ کر حج کا سفرِ عشق و محبت مکمل ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد عرش اعظم کے نیچے اہل دل کے لیے کوئی اور منزل باقی نہیں رہتی ۔

اس سے آگے کوئی جادہ ہے نہ منزل نہ مقام
ہم مدینے کے در و بام تک آپہنچے ہیں

۷ - مدینہ منورہ کے سفر، مسجد نبوی کی حاضری اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہمیشہ دل میں تازہ رکھیں۔ بارگاہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچنے کے لئے ہر وقت بے چین و بے قرار اور کوشاں رہیں۔ یہ تڑپ ایمان کی نشانی، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا اور نجات اخروی کا وسیلہ ہے ۔

زندگی بھر کی مسافت کا ثمر ہو جائے
گر مقدر میں مدینے کا سفر ہو جائے

۸ - سفر کی نیت میں کامل اخلاص ہو ۔ صرف روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے جائیں۔ تاہم اس کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں حاضری کی نیت بھی کر لیں تو مناسب ہے۔ یہ یقین رکھیں کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا۔ اور بھلا محبوب خدا صلی اللہ علیہ کی بارگاہ اقدس میں رسائی سے بڑھکر تقرب الی اللہ کا اور کونسا وسیلہ ہو سکتا ہے؟ ۔

حقیقت بندگی کی راہیں مدینۂ طیبہ سے گزریں
ملے نہ اس شخص کو خدا بھی، جو تیری دہلیز پر نہ ٹھہرے

۹ - دوران سفر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت مدینہ اور شوق زیارت ہر لحظہ بڑھتا رہے۔ سارا راستہ نہایت خشوع و خضوع، تواضع وانکسار اور ذوق و شوق کے ساتھ بارگاہ رسالت میں ہدیۂ درود وسلام پیش کرتے رہیں۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوں اور گنبد خضرا پر نگاہ پڑے تو دل عشق و محبت کے سمندر میں ڈوب جائے۔ جسم ادب واحترام کے پیکر میں ڈھل جائے اور روح میں مچلتے جذبات آنکھوں سے اشکوں کی صورت پھوٹ پڑیں ؎

زمزم عشق سے آنکھوں کا وضو لازم ہے
اس سے پہلے کہ در شاہ مدینہ آئے

۱۰ - بارگہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے لیے پورے اہتمام سے تیاری کریں۔ غسل، وضو اور مسواک کریں۔ عمدہ سفید لباس پہنیں۔ بہترین خوشبو لگائیں۔ باطن کو خشوع و خضوع سے مزین اور ظاہر کو ادب و وقار سے آراستہ کریں۔ پھر عجز ونیاز کا پیکر بنے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پہ حاضر ہو جائیں۔ یاد رکھیں یہ کائنات ہستی کی سب سے بڑی بارگاہ ہے جہاں فرشتے بھی دم بخود رہتے ہیں۔ جہاں جنیدؒ وبایزیدؒ بھی سانس روک کر آتے ہیں اور جہاں کونین کی نبضیں تھم جاتی ہیں ؎

ادب کی جا ہے زیر آسماں، اک عرش سے نازک
نفس گم کردہ آتے ہیں جنیدؒ و بایزیدؒ اس جا

۱۱ - روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح حاضر ہوں کہ ظاہر عجزونیاز کی تصویر اور باطن خشوع و خضوع سے معمور ہو۔ جسم ادب و احترام کا پیکر اور دل عشق و محبت سے لبریز ہو۔ نگاہ نیچی، سر جھکا، جسم لرزاں اور بدن سمٹا ہوا۔ روح میں سوز وگداز، نفس میں شوق و اضطراب اور وجود عرق ندامت میں ڈوبا ہوا۔ اسی حال میں جی بھر کر درود

وسلام کے نذرانے پیش کریں۔ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کریں اور سب کے لئے رحمت وسعادت کی دعائیں مانگیں۔ یاد رکھیں ! روضۂ پاک کی طرف ہرگز پشت نہ ہونے پائے اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو اس بارگاہ عالی کے ادب و احترام کے منافی ہو ۔

آہستہ سانس لے کہ خلاف ادب نہ ہو
بڑھ کر ہے کل جہاں سے حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

۱۲۔ مدینہ منورہ میں حاضری کو سرمایۂ زیست اور حاصل عمر سمجھیں۔ اس شہر رحمت میں قیام کا لمحہ لمحہ غنیمت جانیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری، درود وسلام اور دعا وعبادت میں گزاریں۔ مسجد میں جتنی دیر رہیں نگاہ شوق سے گنبد خضرا کا دیدار کرتے رہیں۔ بہت سے علماء سلف نے لکھا ہے کہ : "روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے رہنا بھی مستقل عبادت ہے۔" اور کیوں نہ ہو کہ : "زمین کا وہ حصہ جس سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مس ہو رہا ہے ، بالاتفاق پوری کائنات حتیٰ کہ کعبہ و عرش سے بھی افضل ہے۔" پھر اس درِ اقدس سے نگاہ ہٹائیں بھی تو کدھر دیکھیں ؟ ۔

اس آستانۂ رحمت سے لو لگائے رہو
یہ در نہیں تو کہیں سے بھی کوئی آس نہیں

آداب قربانی

۱۔ اگر کوئی ایسا شخص جس پر شرعاً" قربانی واجب نہیں ' قربانی کی نذر مان لے یا قربانی کی نیت سے جانور خرید لے تو اس نیت کی وجہ سے اس شخص پر قربانی لازم ہو جائے گی۔

۲۔ بڑے جانور کی قربانی میں شریک تمام حصہ داروں کی نیت خالص تقرب الٰہی کی ہونی چاہئے۔ اگر کسی ایک بھی حصہ دار کی نیت فاسد ہوئی تو تمام شرکاء کی قربانی ضائع ہو جائے گی کیونکہ قربانی " اہراق دم " یعنی خون بہانے کا نام ہے اور اس میں تفریق نہیں ہو سکتی۔

۳۔ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ یکم ذی الحج سے لے کر قربانی تک اپنے ناخن اور بال نہ کٹوائے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں اس کی تلقین آئی ہے۔ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

" قربانی کرنے والا شخص درحقیت اپنی جان کے فدیے اور گناہوں کے کفارے میں جانور کی قربانی پیش کر رہا ہے۔ جانور کا ہر عضو اس قربانی کرنے والے کے ہر عضو بدن کا کفارہ بنتا ہے۔ اس لیے قربانی کرنے والے کو ناخن اور بال کٹوانے کی اجازت نہیں تاکہ قربانی کے وقت بارگاہ الٰہی سے رحمت و بخشش اور عنایت و کرم کا جو خاص الخاص فیضان میسر آئے گا اس کا کوئی عضو بدن اس فیض سے محروم نہ رہے "

۴۔ ایک بکری کی قربانی اونٹ یا گائے وغیرہ کی قربانی کے ساتویں حصہ سے افضل ہے جبکہ گوشت کی مقدار اور قیمت میں دونوں برابر ہوں۔ مینڈھا قربانی کے لیے بھیڑ سے بہتر ہے جبکہ قیمتیں نر و مادہ کی یکساں ہوں اور بکری بھیڑ سے افضل ہے جبکہ قیمت دونوں کی مساوی ہو۔

۵ - سنت ابراہیمی ہونے کے اعتبار سے قربانی کی اصل حقیقت بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ جانور کی قربانی اس نذرانۂ جان کا بدل ہے۔ اس لیے مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ و توانا ' نہایت عمدہ و نفیس اور انتہائی خوبصورت ہو تاکہ انسان اس کی طرف رغبت و کشش رکھے اور قربانی کرتے وقت اپنے دل میں ایک کسک اور جذبۂ ایثار کا لمس محسوس کرے۔

۶ - قربانی کا ارادہ رکھنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایام قربانی سے پہلے ہی جانور خرید کر اس کی خدمت کرے۔ ایسا کرنا ایک عبادت کے لیے پیشگی تیاری اور قربانی کے مقدس جانور کی تعظیم و تکریم میں شامل ہے۔ قرآن حکیم میں قربانی کے جانور کو شعائراللہ میں شامل کرتے ہوئے اس کی تعظیم و تکریم کو "دل کے تقویٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۷ - قربانی کے ایام تین ہیں۔ تاہم پہلے دن یعنی دس ذی الحج کو قربانی کرنا افضل ہے کیونکہ وقت کی فضیلت کے لحاظ سے عمل کی فضیلت اور اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے۔ رات کے وقت قربانی کرنا مکروہ یعنی ناپسندیدہ ہے۔

۸ - بہتر یہ ہے کہ قربانی کرنے والا شخص خود اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرے کیونکہ "ذبح حیوان" ہی قربانی کی عملی عبادت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس قربانی کے جانور ذبح کرتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تلقین فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو موقع پر اس کا موجود ہونا اور ذبح میں مدد کرنا پسندیدہ ہے۔

۹ - قربانی کرتے وقت جانور اور ذبح کرنے والے دونوں کا چہرہ قبلہ رو ہونا چاہیے۔ کعبتہ اللہ ہماری دینی اور ملی زندگی کا مرکز محسوس ہے۔ اس لیے تمام عبادات اور دینی اعمال ادا کرتے وقت مسلمان کے لیے قبلہ رو ہونا بہت زیادہ فضیلت اور

اجروثواب کا باعث ہے۔ نیز قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر سے پہلے مسنون دعا بھی پڑھیں۔

۱۰۔ ذبح حیوان کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ گردن کو اس کی ابتداء سے لے کر سینے کی ابتدا تک کسی جگہ سے اس طرح کاٹا جائے کہ گردن کی چاروں رگیں کٹ جائیں: دو شہ رگیں، تیسرے نرخرہ اور چوتھی خوراک کی نالی۔ ان چاروں میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ ذبح کرنے کے بعد فوراً جانور کی کھال اتارنا اور گوشت کاٹنا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس سے حیوان کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے۔ لہٰذا ذبح کے بعد کچھ دیر ٹھہریں تاکہ جانور ٹھنڈا اور پرسکون ہو جائے اور اس کے تمام اعضائے بدن میں سے جان نکل جائے۔ پھر اس کی کھال اتاریں اور گوشت بنائیں۔

۱۲۔ قربانی کا خون مقدس اور محترم ہے لہٰذا یہ عام چلنے پھرنے کی جگہ نہ پڑنا چاہیے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ بہتر یہ ہے کہ گڑھا کھود کر اس میں خون جمع کر کے دفن کر دیں۔

۱۳۔ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت ایک تہائی صدقہ کریں، ایک تہائی حصہ رشتہ داروں اور احباب کے لیے نکالیں اور باقی ایک تہائی حصہ اپنے لیے رکھیں۔ تاہم اگر ضرورت ہو تو سارا گوشت اپنے گھر والوں کے استعمال کے لیے رکھ سکتے ہیں۔

آداب جہاد

۱۔ اسلام محض کشور کشائی، سیاسی مقاصد یا معاشی استحصال کی خاطر جنگ کو روا نہیں رکھتا۔ لیکن جب دین حق کی حفاظت و سربلندی، فتنہ و فساد کے خاتمے اور دعوت و تبلیغ کی آزادی برقرار رکھنے کے لیے فوج کشی ناگزیر ہو جائے اور دشمن کسی طرح صلح پر آمادہ نہ ہو تو پھر ہر قسم کی جنگ لڑنے کی اجازت بلکہ حکم دیتا ہے۔

۲۔ دنیا میں حقیقی امن و انصاف اور دین حق کا عالمگیر غلبہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی ہیبت و سطوت اور نفوذ و تاثیر پوری طرح جاگزیں نہ ہو۔ اس کے بغیر صحیح معنوں میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی مؤثر طور پر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ مسلمان ہر وقت جہاد کی تیاری اسلحہ و سامان حرب کی فراہمی اور عسکری قوت کے استحکام میں مصروف رہیں۔ ہر سال اپنی سرحدوں پر منظم اور بھرپور فوجی مشقوں کے ذریعے اسلامی قوت و شوکت اور سطوت و ہیبت کا مسلسل مظاہرہ کر کے دشمن پر اپنا رعب طاری رکھیں۔

۳۔ مسلمانوں کو ہر وقت ہر قسم کی جنگ کے لیے مکمل طور پر آمادہ و تیار رہنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی ریاست فوج کو ایک مستقل ادارہ کی صورت میں منظم کرے۔ سپاہیوں اور افسروں کے لیے تربیتی ادارے قائم کرے۔ مسلسل تربیت، جنگی مشقوں اور وقتاً" فوقتاً" فوجی قوت کے مظاہروں سے لشکر کو مستعد رکھا جائے۔ جدید ترین اسلحہ اور بہتر سے بہتر جنگی ساز و سامان فراہم کیا جائے تاکہ دشمنوں پر اسلامی قوت کا رعب طاری رہے اور انہیں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کی جرأت ہی نہ ہو۔

۴۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا حوصلہ بلند ہونا چاہیے۔ ان میں ایمان، یقین محکم، عزم و استقلال اور ایثار و قربانی ایسے اعلیٰ اوصاف نمایاں ہوں۔ ہر قسم کی

کمزوری، بزدلی اور بے ہمتی سے پاک ہوں ۔ نیز مجاہدین اسلام کو اعلیٰ ترین عسکری تربیت، جنگی مہارت، نظم و ضبط اور جدید ترین اسلحہ و سامان حرب سے آراستہ ہونا چاہیے ۔

۵ ۔ اسلام کی رو سے جنگ میں کوئی کام شرف و وقار کے منافی نہ ہو ۔ شجاعت، شرافت اور اخلاقی اصولوں کی مکمل پاسداری کی جائے ۔ دشمن پر غفلت و بے خبری میں وار نہ کیا جائے ۔ باقاعدہ اعلان جنگ کے بعد حملہ کیا جائے ۔ جو معاہدے قائم ہیں ان کی پوری پوری پابندی کی جائے ۔ کسی قسم کا دھوکہ، فریب اور خیانت روا نہ رکھی جائے ۔ جنگ میں صرف اتنی ہی قوت استعمال کی جائے جو انسداد فتنہ کے لیے ضروری ہو اور اس قوت کی زد صرف برسرپیکار دشمنوں پر پڑنی چاہیے، عام لوگوں پر نہیں ۔

۶ ۔ جنگ کا اصل مقصد انسانی جانوں کا قتل نہیں بلکہ دین حق کی سربلندی اور فتنہ و فساد کا استیصال ہے ۔ اس لیے دوران جنگ ہر قسم کے وحشیانہ افعال کی سخت ممانعت ہے۔ صرف عملاً برسرپیکار فوج کو نقصان پہنچے ۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جنگ میں حصہ نہ لینے والوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے ۔ بے گناہوں کی زندگی اور مال و املاک کا احترام کیا جائے ۔ قتل عام، آتش زنی، فصلوں اور باغات کی تباہی اور لاشوں کی بے حرمتی سے اجتناب ضروری ہے ۔ بیماروں زخمیوں اور قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے ۔

۷ ۔ جنگ میں صرف دشمن کی برسرپیکار فوج سے نبرد آزما ہونا کافی نہیں بلکہ دشمن کی پشت پناہی کرنے والی مختلف قوتوں اور معاون طاقتوں کا زور توڑنا بھی جنگ کا حصہ ہے۔ محاذ جنگ پر دشمن فوج کی سپلائی لائن کاٹنا، کمک کی راہیں مسدود کرنا اور اس کو تقویت دینے والے مختلف عوامل کا کھوج لگا کر انہیں کمزور کرنا از حد ضروری ہے ۔ دور جدید کی جنگوں میں معاون طاقتوں کا زور توڑنے کے لیے ڈپلومیسی اور سفارتی ذرائع کو کام میں لایا جا سکتا ہے ۔

۸ ۔ اسلام بنیادی طور پر امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا دین ہے اور جنگ کو صرف ایک ناگزیر مجبوری گردانتا ہے ۔ اس لیے دوران جنگ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو خواہ از رہ فریب یا وقت حاصل کرنے کی خاطر ہی صلح کا طالب ہو ' پھر بھی اس کا دست صلح نہ جھٹکا جائے ۔

۹ ۔ اسلامی ریاست کی فوج اور حکمرانوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں رکھنی چاہیے کہ اسلام میں جنگ محض دشمن سے لڑائی کا نام نہیں بلکہ یہ تو اعلیٰ ترین عبادت اور راہ خدا میں جان سپاری کا بلند ترین عمل ہے ۔ اس لیے جنگ میں فتح و کامیابی کا دارومدار فوج کی تعداد ' عسکری قوت اور حربی ساز و سامان پر ہرگز نہیں بلکہ ایمان و تقویٰ ' روحانی پاکیزگی ' ملی یک جہتی اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت میں مضمر ہے ۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے بار ہا قلیل تعداد' تھوڑے ساز و سامان اور کم ہتھیاروں کے ساتھ اپنی بے پناہ قوت ایمانی ' جذبۂ جہاد اور جفا کشی کے باعث بڑی بڑی طاقتوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح حاصل کی اور آج بھی ایسا ہونا ممکن ہے ۔ بس شرط یہ ہے کہ ؎

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

۱۰ ۔ اسلامی ریاست زمانۂ امن میں بھی اپنے دفاع سے غافل نہیں ہو سکتی ۔ اس لیے دشمن کی عسکری قوت ' جنگی تیاری اور معاندانہ سرگرمیوں پر گہری نظر رکھی جائے۔ اس کے خفیہ ارادوں ' سیاسی مقاصد اور فوجی کارروائیوں سے نبٹنے کے لیے بھرپور تیاری کی جائے ۔ جنگ کے خطرات اور اچانک حملے سے بچنے کے لیے تمام حفاظتی اور احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں ۔ فوج کو ہر وقت مستعد اور چوکنا رکھا جائے۔ پرخطر سرحدوں پر چوکیاں قائم کی جائیں اور ایسے تمام اقدامات کیے جائیں جن سے

ضرورت کے وقت فوج کی نقل و حرکت میں مشکل پیش نہ آئے۔

۱۱۔ فوج کی تشکیل و تنظیم، عسکری تربیت کا انتظام اور حربی ساز و سامان کی فراہمی امت مسلمہ کے اجتماعی انفاق و ایثار پر منحصر ہے۔ اس لیے قرآن حکیم نے جہاد کی تیاری اور حربی ضرورت کے لیے فراخدلی سے خرچ کرنے کی تلقین کی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں اسلامی ریاست اپنے دفاع اور جنگی تیاریوں کے لیے مالی وسائل مہیا کرنے میں فیاضی سے کام لے۔ اس سلسلے میں بخل و تنگ دلی کا مظاہرہ پوری قوم کو ہلاکت میں ڈالنے کا پیش خیمہ ہے۔

آداب ذکر

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام عبادات کی روح و جان اور مغزو جوہر ہے ۔ اسی سے دل کو تسکین اور روح کو اطمینان ہوتا ہے ۔ ذکر الٰہی سے انسان کو خدا کا قرب نصیب ہوتا اور اس کی بے انتہا رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ اس لیے بندۂ مومن کو چاہیے کہ اس کا دل اور زبان ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہے ۔ زندگی کا کوئی لمحہ یادالٰہی سے غفلت میں نہ گزرے اور کوئی سانس بغیر ذکر کے رائیگاں نہ جائے۔

۲۔ ذکر الٰہی کے لیے وقت ' مقام اور کسی خاص ہیئت کی کوئی قید نہیں ۔ ہر جگہ ' ہروقت اور ہر حالت میں اپنا دل خدا کی یاد سے آباد اور اس کی محبت میں سرشار رکھیں۔ یہی ہماری روح کی حقیقی غذا اور زندگی کا اصل مقصد ہے ۔ اسی سے دل کو زندگی' نفس کو پاکیزگی اور روح کو توانائی ملتی ہے۔

۳۔ جب کسی مجلس میں بیٹھیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا اہتمام ضرور کریں ورنہ یہ مجلس روز قیامت وبال وحسرت کا باعث بنے گی ۔ نیز خود کو ایسی مجالس کا پابند بنائیں جہاں اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہو ۔

۴۔ ذکر اللہ سب سے افضل عبادت بھی ہے اور بہترین دعا بھی ۔ اس لیے ذکر کے دوران عبادت اور دعا کے تمام شرائط و آداب کی ہر ممکن رعایت کریں ۔ ظاہری وباطنی طہارت ' جسم ' لباس ' جگہ کی نظافت اور وضو ' مسواک ' خوشبو کا اہتمام کریں۔ نہایت عاجزی و انکساری ' سکون و اطمینان اور وقار و احتیاط کے ساتھ دو زانو قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کریں ۔

۵۔ ذکر ہمیشہ رغبت و شوق ' اخلاص قلب ' خشوع و خضوع اور کامل فکری و عملی

یکسوئی کے ساتھ کریں۔ محض ذکر کی تعداد بڑھانے کے لیے جلد بازی نہ کریں۔ کمیت سے زیادہ کیفیت کا لحاظ رکھیں۔ ذکر کے الفاظ نہایت اہتمام سے ادا کریں۔ معنی و مفاہیم پر اچھی طرح غور و فکر کریں اور اپنے وجود کی تمام خارجی و داخلی توانائیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیں۔

۶۔ اگر کسی وقت ذکر کے دوران یکسوئی برقرار نہ رہے، دل میں خشکی محسوس ہو اور فیض بند ہو جائے تو ذکر دوسرے وقت کے لیے ملتوی نہ کر دیں بلکہ تسلسل کے ساتھ جاری رکھیں۔ ایک جلیل القدر بزرگ حضرت خواجہ محمد سلطان عالم قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ:

"ذکر ہر حال میں جاری رہنا چاہیے خواہ رغبت ہو یا نہ ہو کیونکہ ذکر کی کثرت، استمرار اور تسلسل سے انسان کا دل صاف اور صیقل ہو کر اللہ اللہ کرنے کا ملکہ (یعنی دائمی صفت) حاصل کر لیتا ہے۔"

۷۔ اسی طرح اگر سرے سے ذکر کی طرف دل مائل ہی نہ ہو یا ذکر میں حضورِ قلب اور خشوع و حضوع کی کیفیت میسر نہ ہو تو ذکر کو ترک نہ کر دیں بلکہ جاری رکھیں اور اخلاص و انہماک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ بہرحال یہ حقیقت ذہن نشیں رکھیں کہ غفلت کے ساتھ ذکر کرتے رہنا سرے سے اللہ کے ذکر ہی سے غافل ہو جانے کے مقابلے میں بہتر ہے۔

۸۔ مختلف شرعی اعمال، عبادات اور اوقات کے لیے ذکر، تلاوت اور دعا کے جو خاص کلمات مقرر کر دیئے گئے ہیں، جیسے نماز کی مختلف حالتوں کے لیے مقررہ الفاظ، حج کے دوران تلبیہ کے الفاظ، ایام تشریق (۹ تا ۱۳ ذی الحج) کے لیے تکبیر کے الفاظ، اسی طرح دیگر اعمال اور دعاؤں کے لیے مقررہ الفاظ و کلمات، ان کو ہو بہو اسی طرح نہایت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ ادا کریں۔ اپنی طرف سے ان اذکار و الفاظ میں کسی قسم کی کمی بیشی یا متبادل الفاظ و اذکار پڑھنے سے شدید احتراز کریں۔

۹۔ قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں ذکر کے جو خاص کلمات بیان ہوئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زندگی کے مختلف اوقات ' حالات اور معاملات کے لیے جو دعائیں تلقین فرمائی ہیں ' ان سب کو اپنے روزمرہ معمولات کا حصہ بنائیں اور پابندی کے ساتھ ادا کریں ۔ اذکار و اوراد ' اشغال و اعمال اور وظائف و معمولات کی ذریعے تزکیۂ نفس اور تربیت روحانی کا کام بغیر کسی رہبر صادق اور شیخ کامل کے ممکن نہیں کہ ع

"دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا"

۱۰۔ اگر آپ نے دن یا رات کے کسی خاص حصے میں یا کسی بھی موقع اور حالت کے لیے از خود یا اپنے شیخ تربیت کی ہدایت پر کوئی خاص عمل ' ذکر ' تسبیح یا تلاوت اپنا معمول بنا لیا ہو تو اس کی پابندی کا اہتمام کریں ۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو دوسرے وقت میں اس کو پورا کر لیں تاکہ پابندی کی عادت برقرار رہے اور اس کے روحانی اثرات میں کمی نہ آئے' ورنہ تزکیہ نفس اور صفائے قلب کا مقصد کبھی حاصل نہ ہو گا۔

۱۱۔ ذکر الٰہی کے اثرات سے فائدہ اٹھانے اور اپنے قلب و روح کو پاکیزہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ کثرت ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال و اخلاق کو سنواریں ۔ جذبات و خواہشات کو نکھاریں اور اپنی سیرت و کردار کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقدس سانچے میں ڈھالیں ورنہ ذکر کا ثواب تو ملے گا لیکن اس کے روحانی فوائد اور تربیتی مقاصد حاصل نہیں ہوں گے ۔

آداب درود شریف

۱۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی پر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔اہل ایمان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے کا حکم دیا ہے ۔ قبولیت اور سنت الٰہی ہونے کے لحاظ سے درود پاک سب سے افضل عبادت ہے ۔ اس کے فضائل و برکات لامحدود اور دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات بے پایاں ہیں ۔ اس لیے جتنا زیادہ سے زیادہ وقت ممکن ہو اپنے آقا و مولا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام پیش کرتے رہیں ۔

۲۔ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام مبارک زبان سے لیں ، کہیں پڑھیں یا کسی سے سنیں ، فوراً درود شریف پڑھیں ۔ یہ ایمان کا تقاضا ، دین کا حکم اور نجات کا سامان ہے ۔ ایک حدیث پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ :

> ”جو شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم گرامی سنے ، پڑھے یا بولے اور درود نہ بھیجے اس سے زیادہ بخیل اور بدبخت کوئی نہیں ۔ “

۳۔ مقدور بھر زیادہ سے زیادہ تعداد میں درود پاک پڑھنا اپنا روزمرہ کا معمول بنا لیں اور اس میں کبھی ناغہ نہ کریں ۔ درود پاک پڑھنا صرف اجر و ثواب کا باعث ہی نہیں ، تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و کردار کا انتہائی زود اثر اور سب سے فعال ذریعہ بھی ہے۔ یہ براہ راست انسان کے قلب و روح پر اثر انداز ہوتا اور انہیں تمام آلائشوں سے پاک کر کے بیک وقت توحید و رسالت کے انوار سے جگمگاتا اور عبدیت و اطاعت کے رنگ میں رنگتا ہے ۔ ایک جلیل القدر صاحب علم و معرفت بزرگ فرماتے ہیں :

> ”آخری زمانے میں جب کہ روحانیت اور قرب الٰہی کی راہ پر چلانے والے ہادی و مربی عام میسر نہ آئیں ، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کے

قرب و رضا کی منزل پانے کا یقینی اور محفوظ ترین و آسان ترین ذریعہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں کثرت سے درود پاک کے نذرانے پیش کرنا ہے ۔ "

۴ ۔ جب بھی کسی مجلس میں بیٹھیں تو اٹھنے سے پہلے درود پاک ضرور پڑھیں ۔ جو مجلس خدا کی تعریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام سے خالی ہو وہ قیامت کے دن اہل مجلس کے لیے وبال ہو گی ۔ محفل میں جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے پورا درود شریف پڑھیں ۔

۵ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں درود شریف کا نذرانہ پیش کرتے وقت صلوٰۃ اور سلام دونوں کا اہتمام کیجئے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ہر دو کا الگ الگ حکم دیا ہے اور درود پاک ان دونوں کا مجموعہ ہے ۔ اس لیے کسی ایک پر اکتفا کرنا اور دوسرا چھوڑ دینا بہت بڑے اجر و ثواب سے محرومی کے علاوہ بے ادبی اور حکم عدولی بھی ہے۔

۶ ۔ حضور سید عالم مولائے کل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسم مبارک سے پہلے ہمیشہ " سیدنا و مولانا " کے الفاظ بڑھائیں ۔ یہ شریعت اسلامیہ کا حکم ' ادب و احترام کا تقاضا اور اپنی نجات کا وسیلہ ہے ۔ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بولتے ' لکھتے یا پڑھتے وقت ادب و احترام کا خیال نہ رکھنا اور درود و سلام سے غفلت برتنا بہت بڑی محرومی اور بد نصیبی ہے ۔

۷ ۔ درود پاک انتہائی ذوق و شوق ' ادب و عقیدت اور محبت و اخلاص کے ساتھ پڑھیں ۔ دل و دماغ ' روح و نفس اور جسم و جان غرض وجود کا ذرہ ذرہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہو ۔ احساس یہ ہو کہ بارگہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں ۔ یوں اپنی ظاہری و باطنی تمام توجہات اور جذبہ و احساس کی تمام کیفیات کو

مرکوز کر دیں اور انتہائی خشوع و خضوع سے درود پاک کا نذرانہ پیش کریں۔ اس شعور کے ساتھ کہ میں ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس عمل میں تمام فرشتوں اور پوری کائنات کے ساتھ ہم آواز اور رحمت خداوندی کے بحر بیکراں سے فیضیاب ہوں کہ ؎

انہی کے ذکر سے تاباں ہے رنگ عالم امکاں
بہر عنوان اسی نورہدیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے

۸ - درود پاک انتہائی اخلاص و محبت کے ساتھ صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے پڑھیں۔ شہرت و ریاکاری' دنیاوی جاہ و عزت اور کسب معاش ایسی پست اغراض کے لیے ہرگز درود پاک کا مقدس وظیفہ بروئے کار نہ لائیں۔

۹ - درود پاک بلا وضو بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن بہتر یہی ہے کہ درود پڑھنے والا پاک بدن' صاف لباس اور باوضو ہو۔ دردو شریف بیک وقت ذکر خدا بھی ہے اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی۔ اس لیے ظاہری و باطنی پاکیزگی' صاف ستھری جگہ اور نفیس و معطر ماحول کا اہتمام کریں۔ مسواک کریں۔ بدن اور لباس پر خوشبو لگائیں۔ پاک صاف مقام پر نہایت ادب و احترام کے ساتھ دوزانو' قبلہ رخ بیٹھ کر درود شریف پڑھیں۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کی عظمتوں کا عالم تو یہ ہے کہ ؎

ہزار بار بھی دھو لیں' دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام بھی لینا' کمال بے ادبی ہے

۱۰ - درود پاک پڑھتے وقت آواز میں سوز و گداز' لہجے میں دلکشی و ملائمت' آہنگ میں عقیدت و محبت اور انداز میں ادب و احترام نمایاں طور پر قائم رکھیں تاکہ درود

پاک پڑھنے سے نفس کی کدورت مٹ جائے ' روح دھل جائے اور دل کا آئینہ چمک اٹھے۔

۱۱۔ ناپاک حالت ' غلیظ جگہ اور بے ہودہ ماحول میں درود پاک پڑھنے سے احتراز کریں۔ کھیل تماشہ ' راگ رنگ اور لہو و لعب کی مجالس میں بھی درود پاک نہ پڑھیں۔ کاروباری مقاصد کے لیے ' سودا بیچتے وقت اور محض وقت گزاری کر خاطر درود پاک کا شغل اختیار نہ کریں ۔ یہ تو مقدس ترین عبادت ہے جو پورے شعور و اخلاص کے ساتھ محض رضائے الٰہی اور قرب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خاطر بجا لانی چاہیے۔

۱۲۔ جب بھی کسی تحریر یا عبارت میں حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم مبارک لکھیں تو اس کے ساتھ درود و سلام یعنی "صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" پورا تحریر کریں۔ اس میں ہرگز کوتاہی نہ برتیں ۔ صرف ﷺ یا صلعم ایسے مختصر اور بے معنی رموز و حروف لکھنا سخت بے ادبی اور توہین ہے ۔ ہر تحریر ' تقریر اور تصنیف کی ابتداء میں بسم اللہ کے بعد خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود و سلام کو اپنا معمول بنائیں۔

آداب دعا

۱۔ دعا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کی نسبت غلامی کا اعلیٰ ترین حال ہے۔ یہ عبادت کا جوہر اور بندگی کا حاصل ہے۔ انسان سراسر فقیر و محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ غنی و بے نیاز۔ اس لیے بندہ کبھی دعا سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ بنا بریں ہمیں چاہیے کہ اپنی تمام دینی و دنیاوی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بارگاہ الٰہی میں اکثر اوقات دعا و التجا کرتے رہیں۔

۲۔ دعا انتہائی خشوع و خضوع، عجز و انکسار اور کامل حضور قلب سے مانگیں۔ اس طرح کہ پورا وجود مجسم ادب، پیکر اخلاص اور سراپا التجا بن جائے۔ دل میں سوز و گداز، جسم میں لرزہ، سر جھکا ہوا، آنکھیں اشکبار اور آواز انتہائی پست و نرم ہو۔ دعا کے الفاظ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل رہے ہوں اور انداز و اطوار سے احتیاج و مسکینی ظاہر ہو۔

۳۔ دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا قبولیت دعا کی شرط ہے۔ خدا کی حمد و ثنا میں بخل کرنا رذالت ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود نہ بھیجیں تو دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے۔ دعا کے آخر میں "آمین" کہہ کر قبولیت دعا کی التجا بھی ضرور کریں۔

۴۔ دعا کے وقت باوضو، قبلہ رخ، دوزانو ہو کر بیٹھیں۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر سراپا التجا بن جائیں اور نہایت شوق و رغبت کے ساتھ دعا مانگیں۔ الفاظ انتہائی سادہ اور پُرخلوص ہوں۔ مسجع مقفع کلام، طرز کے ساتھ یا سر لگا کر پڑھنا آداب دعا کے خلاف ہے۔ دعا سے فارغ ہو کر پھیلے ہوئے ہاتھ اپنے چہرے پر مل لیں۔

۵۔ قبولیت دعا کے لیے بہتر ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ، اسماء حسنیٰ،

محبوب خدا سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات اقدس ' انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی ذوات قدسیہ کے ساتھ توسل کرے۔ نیز قبولیت دعا کے خاص اوقات ' مقامات اور مواقع سے بھی فیض یاب ہو۔

۶ ۔ قبولیت دعا کی لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی کا کھانا پینا ' رہنا سہنا اور پہننا اوڑھنا بچھونا سب حلال ہو۔ ذرا بھی حرام کی آمیزش ہوئی تو دعا شرف قبولیت سے محروم رہے گی۔

۷ ۔ دعا سب سے پہلے اپنے لیے پھر اپنے والدین ' اقرباء اور دوسرے مسلمانوں کے لیے کریں۔ دعا انتہائی جامع باوقار ہو۔ کسی حرام ' نامناسب یا محال چیز کی طلب نہ کریں۔ دین و دنیا کی سب حاجات کے لیے التجا کریں۔ الفاظ انتہائی حزم و احتیاط سے ادا کریں۔ عجلت و لاپرواہی سے کی گئی دعاؤں پر بسا اوقات بعد میں ندامت ہوتی ہے۔

۸ ۔ دعا مکمل یکسوئی ' پورے اخلاص اور اس یقین کامل کے ساتھ مانگیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن سے آگاہ ' آپ کی دینی و دنیاوی ضرورتوں سے واقف ' اور انتہائی شفیق و مہربان ذات ہے۔ اس کی کریمی پر نگاہ رکھتے ہوئے قبولیت کی یقینی امید رکھیے ۔ شک و تذبذب ' بے دلی اور بے یقینی سے کی جانے والی دعا بے روح اور لاحاصل ہو گی۔

آداب قرآن

- قرآن شریف
- تلاوت قرآن
- فہم قرآن

قرآن شریف

۱۔ قرآن مجید کے الفاظ رب ذوالجلال کا نورانی کلام ہیں۔ اس لئے احترام قرآن کا تقاضا ہے کہ مصحفِ مقدس کو بغیر وضو کے ہرگز ہاتھ نہ لگایا جائے۔ خود قرآنِ حکیم اور احادیث طیبہ سے اسکی ممانعت ثابت ہے۔ صحابۂ کرام اور ائمۂ ہدی کا یہی معمول تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور دیگر علماء نے صاف لکھا ہے کہ بے وضو شخص کے لئے قرآن مجید کو چھونا بالاتفاق حرام ہے۔ البتہ غلاف کے ساتھ اور بچوں کو تعلیم کے لئے ضرورت اور دفع حرج کے پیش نظر بے وضو چھونے کی رعایت ہے۔

۲۔ قرآن کریم کو خوشبو لگانا' بوسہ دینا اور کسی بلند چیز (رحل وغیرہ) پر رکھنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔ بغرض شفا آیات قرآنیہ سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے آدابِ عظمت میں سے یہ بھی ہے کہ زندگی میں کوئی دن مصحفِ مقدس کی دیدار سے خالی نہ گزرے کیونکہ قرآن مجید میں صرف دیکھنا اور نظر بھرنا بھی عبادت اور باعث ثواب ہے۔

۴۔ آداب قرآن میں سے یہ بھی ہے کہ مصحف مقدس کھلا ہوا نہ چھوڑیں اور نہ ہی اس کے اوپر کوئی کتاب یا دوسری چیز رکھیں۔ قرآن کریم کو زمین پر رکھنا' اس پر ٹیک لگانا اور اس کی طرف پاؤں پھیلا نا حرام ہے کہ اس میں کلام اللہ شریف کی بے حرمتی ہے۔

۵۔ ناپاکی کی حالت میں قرآن مجید کی آیات لکھنا' نامناسب جگہوں پر اور نجس چیزوں (ناپاک روشنائی وغیرہ) سے لکھنا اور تھوک سے مٹانا احترام قرآن کے خلاف اور ناجائز ہے۔ قرآنی تعویذ اگر ملفوف (لپٹا ہوا) نہ ہو تو اسے بیت الخلا میں لے جانا منع ہے۔

۶۔ قرآن حکیم کے بوسیدہ اوراق کا احترام بھی ضروری ہے۔ انہیں پامال ہونے سے بچائیں اور پانی سے دھو ڈالیں یا زمین میں گڑھا کھود کر چھپا دیں۔

تلاوت قرآن

۱۔ اگر چہ قرآن حکیم کی زبانی تلاوت بغیر وضو کے جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ تلاوت خواہ زبانی ہو یا دیکھ کر' بہر حال وضو اور مسواک کرنے کے بعد ہونی چاہیے کیونکہ یہ بہترین عبادت اور تمام اذکار میں افضل ہے۔

۲۔ تلاوت کے وقت نفیس لباس زیب تن کیے' پاک صاف جگہ' قبلہ رخ' دوزانو ہو کر بیٹھیں۔ انتہائی ادب وتواضع' وقاروسکون اور کامل یکسوئی کے ساتھ پڑھیں اور اپنے دل میں یہ احساس جاگزیں رکھیں کہ میں اللہ تعالی سے مناجات کر رہا ہوں۔

۳۔ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ(اعوذ باللہ) اور تسمیہ (بسم اللہ) ضرور پڑھیں کہ اس سے طہارت باطنی حاصل ہوتی اور اللہ تعالی کی توفیق واعانت میسر آتی ہے۔

۴۔ تلاوت ذوق وشوق سے' ٹھہر ٹھہر کر قواعد تجوید وترتیل کا لحاظ رکھتے ہوئے درمیانی آواز سے کریں کہ یہ قرآن کی تعظیم وتوقیر کی علامت ہے اور اسی پر فہم معانی اور دل کی اثر پذیری موقوف ہے۔ نیز تکلف اور تصنع کے بغیر جس قدر خوش الحانی سے ممکن ہو پڑھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"خوش آوازی سے قرآن کو مزین کرو۔"

۵۔ قرآن کی تلاوت نفسانی اغراض کے لیے ہرگز نہ کریں بلکہ طلب ہدایت' تعمیلِ احکام' شوق عبادت اور کلام الٰہی سے اِنس حاصل کرنے کی نیت سے کریں۔ دوران تلاوت خشوع وخضوع' حضور قلب اور نشاط وسرور برقرار رہے۔ دل گرفتگی اور ملال کی حالت میں نہ پڑھیں۔

۶۔ مجلس میں جہاں دوسرے لوگ بھی تلاوت کر رہے ہوں' قرآن مجید دھیمی آواز سے

پڑھیں تاکہ دوسروں کی قراءت میں خلل نہ آئے۔

۷۔ جن آیات کی تلاوت کر رہے ہوں، دل کو ان کی تاثیر سے بہرہ ور کریں۔ آیات رحمت و مغفرت پر اپنے لئے بخشش کی دعا کریں اور آیات وعید وعذاب پر خدا تعالیٰ کی پناہ طلب کریں۔ رقت قلب اور گریہ وزاری سے رحمت الٰہی کا التفات حاصل کریں۔

۸۔ قرآن مجید کی تلاوت کا کثرت سے اہتمام کریں۔ جتنا زیادہ وقت اس میں گزرے، غنیمت جانیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے:

"جس شخص کو تلاوت قرآن میں مشغولیت کی وجہ سے ذکر اور دعا کی فرصت نہیں ملتی، اللہ تعالیٰ اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہے۔"

فہم قرآن

۱۔ قرآن مجید کی تلاوت خود ایک عبادت ہے لیکن اس کا حق یہ ہے کہ قرآن سے رہنمائی حاصل کر کے اس کے مطابق اپنی زندگی سنوارنا انسان کا مقصود تلاوت بن جائے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے لفظ لفظ پر غور و فکر، شعور ووجدان اور جذبہ و احساس کی تمام تر توانائیاں صرف کی جائیں تاکہ رحمت الٰہی سے انسان پر فیوض قرآنی کے دروازے کھل جائیں۔

۲۔ قرآن کو سمجھنے اور اس سے فیضیاب ہونے کے لئے سچی طلب، پاکیزہ نیت، جذبۂ اصلاح، خوف خدا اور مجاہدہ واتباع بنیادی شرائط و آداب ہیں۔ آرزو راہ سعادت کا پہلا قدم، نیت کی پاکیزگی شرط اول، خوف خدا تاثیر کی قوت اور جذبۂ اصلاح قبولیت کی بنیاد ہے۔

۳۔ فہم قرآن کے لئے اپنے علم وذہانت اور زبان دانی پر ہرگز بھروسہ نہ کریں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق وہدایت پر ایمان رکھیں اور سلف صالحین کے طرز فکر وطریق عمل سے قدم قدم پر رہنمائی حاصل کرتے ہوئے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

۴۔ قرآن کو حدیث وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ کر کے پڑھنے اور سمجھنے کی ہر کوشش مردود اور ہر حاصل گمراہی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کے الفاظ صاحب قرآن کے انوار سے روشنی لیے بغیر کسی ذہن اور کسی دل میں نہیں اترتے۔

۵۔ نفسانی خواہشات، جاہلانہ نظریات، فاسد ماحول اور گناہوں کی ظلمت قرآن فہمی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں اور انسان کو اس چشمۂ آب حیات سے فیضیاب نہیں ہونے دیتیں۔ پس ان رکاوٹوں کو دور کر کے فہم قرآن کی راہ پر قدم

اٹھائیں۔

۶۔ قرآن سے استفادہ اور پیروی کی سعادت سے محروم کرنے والے اسباب میں تکبر واستغناء، بحث و مجادلہ، تجدد پسندانہ رجحانات اور دنیا پرستی کے میلانات بہت خطرناک کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر آپ فی الواقع قرآنی ہدایت سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو ان تمام چیزوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اس طرف آئیں۔

آداب مسجد

۱ - اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کے بہترین مقامات مساجد ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ مساجد سے محبت رکھے ان کی تعمیر و آبادی ' حفاظت و خدمت اور دیکھ بال کے کاموں میں ہر طرح دل کھول کر حصہ لے ۔ جس قدر ممکن ہو اپنا زیادہ سے زیادہ وقت جنت کے ان باغات میں گزارنے کی کوشش کرے۔ یہی ایمان اور تقویٰ کی نشانی ہے۔

۲ - مسجد کی طرف روانہ ہوتے وقت اپنی نیت پاک اور دل صاف کر لیں ۔ اپنے باطن سے دنیاوی آلائشیں نکال کر خدا کی محبت و خشیت کا نور بھر دیں۔ نام و نمود' جاہ و منصب اور دنیاوی اغراض کی خاطر مسجد میں نہ جائیں۔

۳ - مسجد میں جانے کے لیے گھر ہی سے اہتمام کری ۔ بدن پاک اور لباس صاف ہو۔ ظاہری ہیئت عمدہ اور نفیس ہو۔ بہتر یہ ہے کہ وضو گھر سے کر کے چلیں۔ مسواک کریں۔ خوشبو لگائیں اور مسجد کی طرف روانہ ہوتے وقت مسنون دعا پڑھیں۔

۴ - کچی پیاز ' لہسن' تمباکو یا کوئی بدبودار چیز کھا کر' پہن کر یا ہمراہ لے کر مسجد میں نہ جائیں ۔ اس سے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

۵ - مسجد کی طرف آہستہ آہستہ' نہایت سنجیدگی ' سکون اور وقار کے ساتھ چلیں۔ رفتار ایسی نہ ہو جس میں جلد بازی اور ہلکا پن محسوس ہو۔ راستہ چلتے ہوئے لہو و لعب ' ہنسی مزاح اور ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھنے سے گریز کریں ۔ نگاہ نیچی' دل میں محبت و خشیت اور چہرہ پر عجز و تواضع کے آثار نمایاں ہوں ۔

۶ - مسجد میں نہایت ادب و احترام سے داخل ہوں ۔ پہلے دایاں قدم رکھیں اور "بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہنے کے بعد یہ دعا

پڑھیں۔ "اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک" پھر اگر وقت ہو تو دو رکعت نماز تحیتہ المسجد ادا کریں۔

۷ - مسجد میں جہاں جگہ ملے اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ صفوں میں گھسنے، نمازیوں کو پھاندنے اور ان کے آگے سے گزرنے کی جرأت نہ کریں۔ ایسی حرکت جو خلاف ادب اور شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہو اس سے اجتناب کریں۔

۸ - مسجد میں جتنی دیر بیٹھیں ذکر و فکر، درود پاک، تلاوت، نماز اور تسبیح و دعا میں مشغول رہیں۔ بے کار بیٹھ کر دنیاوی کاموں میں وقت ضائع نہ کریں۔

۹ - مسجد میں انتہائی سکون، ادب اور عاجزی سے بیٹھیں ۔ بلند آواز سے نہ بولیں اور دنیا کی باتیں کرنے سے احتراز کریں ۔ اس سے نیکیاں ضائع ہوتی ہیں۔ مسجد دربار خداوندی ہے۔ اسے شخصی اور سیاسی اغراض کے لیے استعمال کرنا سخت ناپسندیدہ اور حرام ہے۔

۱۰ - مسجد کو عادتاً" گزرگاہ نہ بنائیں ۔ اس کی کوئی چیز اپنے ذاتی استعمال میں نہ لائیں۔ بلاضرورت مسجد میں سونے، لیٹنے، کھانے پینے اور اپنا سامان رکھنے سے احتراز کریں۔ کسی گمشدہ چیز کی تلاش کے لیے اعلان نہ کریں۔ مسجد میں لین دین، خرید و فروخت، صنعت و حرفت اور کوئی ایسا کام جائز نہیں جس کا تعلق انسان کی ذات سے ہو۔ البتہ دین و ملت کے کسی اجتماعی کام اور مفاد عامہ کے معاملے میں مسجد سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۱ - مسجد خانۂ خدا ہے ۔ اس کو ہر ممکن صاف ستھرا رکھیں۔ دیواروں سے گرد و غبار اور جالے وغیرہ ہٹائیں ۔ فرش دھوئیں اور جھاڑو دیں ۔ مسجد میں جاروب کشی کا بے پناہ اجر و ثواب ہے۔ مسجد کو سادگی کے ساتھ آراستہ رکھیں ۔ دیواروں پر بہت زیادہ نقش و نگار نہ بنائیں ۔ تاہم فانوس لگائیں، روشنی کریں اور خوشبو میں بسائے رکھیں۔

۱۲- مسجد میں کسی قسم کی آلودگی نہ پھیلائیں۔ مسجد کے صحن میں وضو یا کلی نہ کریں۔ دیوار، فرش یا چٹائی پر تھوکنے، ناک صاف کرنے یا کوڑا پھینکنے سے اجتناب کریں۔ جوتے مسجد میں لے جانے سے قبل اچھی طرح جھاڑ لیں۔ مسجد میں دوڑنے، ہنسنے اور پاؤں پھیلا کر بیٹھنے سے گریز کریں۔

۱۳- مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھیں لیکن جوتے میں پہلے دایاں پاؤں ڈالیں۔ یہ دو الگ الگ سنتیں ہیں اور دونوں کی پابندی کرنی چاہیے۔

۱۴- مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو نہ لے جائیں جو احترام مسجد کا شعور نہ رکھتے ہوں۔ البتہ بڑے بچوں کو اپنے ساتھ ضرور لے جایا کریں تاکہ ان میں شوق و رغبت پیدا ہو اور مسجد میں ان کے ساتھ انتہائی شفقت، نرمی اور محبت سے پیش آئیں۔ ڈانٹ ڈپٹ کر اور چلا کر بولنے سے گریز کریں۔

آداب جمعہ

۱۔ جمعہ کے دن پورے فکر و شعور اور اہتمام کے ساتھ صفائی ستھرائی اور آرائش وزیبائش کا اہتمام کریں۔ بال کٹوائیں۔ ناخن تراشیں۔ غسل کریں۔ صاف ستھرا لباس پہنیں۔ تیل، خوشبو لگائیں اور مسواک کریں۔ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے جو اس عظیم دن کی اہمیت پہچانتا اور اس کے لیے ذوق و شوق سے تیاری کرتا ہے۔

۲۔ جمعہ کی تعطیل سیر و تفریح اور لہو و لعب کے لیے نہیں، بلکہ بامقصد کاموں کے لیے ہے۔ اس دن ذکر و فکر، تسبیح و تلاوت، درود پاک، دعا و استغفار، صدقہ وخیرات، مریضوں کی عیادت، عزیزوں دوستوں سے ملاقات اور نیک کام کرنے کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔

۳۔ نماز جمعہ ہر عاقل، بالغ، تندرست اور مقیم مسلمان پر واجب ہے۔ شرائط پوری ہونے پر نماز جمعہ ہرگز ترک نہ کریں اور اس کے لیے پوری پوری تیاری کریں۔

۴۔ جمعہ کی اذان سنتے ہی کاروبار اور دنیاوی مشاغل فوراً بند کر دیں اور جلد سے جلد مسجد میں پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ نماز جمعہ کے لیے سبقت کا اجر و ثواب حاصل ہو۔

۵۔ مسجد میں اگر پہلی صف میں شامل ہو سکیں تو بہتر، ورنہ جہاں جگہ ملے نہایت خاموشی، ادب اور سکون کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ صفیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ اس سے حاضرین کو تکلیف پہنچتی اور ان کی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے۔ مسجد میں افراتفری پھیلانے سے گریز کریں۔

۶۔ نماز کا وقت ہو جائے تو امام منبر پر بیٹھ کر دوسری اذان سنے اور اس کے بعد خطبہ پڑھے۔ خطبہ عربی میں دینا سنت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت اور ان پر درود و سلام ' وعظ و نصیحت اور قرآنی آیات کے علاوہ صحابۂ کرام ' خلفائے راشدین ' آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ازواجِ مطہرات پر سلام اور امت مسلمہ کے لیے دعاؤں پر مشتمل ہونا چاہیے۔

۷۔ سامعین خطبہ کے دوران قبلہ رخ ' دو زانو ہو کر بیٹھیں اور نہایت خاموشی ' توجہ اور یکسوئی کے ساتھ خطبہ سنیں۔ دوران خطبہ کوئی نماز ادا کرنا ' تسبیح پڑھنا ' سلام کرنا یا جواب دینا ' کسی کو شرعی مسئلہ بتانا یا کوئی بات چیت کرنا اور چلنا پھرنا سب منع ہے۔

۸۔ خطبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آئے تو نہایت خشوع و خضوع اور ادب و احترام سے دل میں درود پاک پڑھنا ضروری ہے۔ دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں دعا مانگ سکتے ہیں۔

۹۔ جمعہ کے دن نماز سے پہلے یا بعد میں سورۂ کہف کی تلاوت کریں۔ صلوٰۃ التسبیح ادا کریں۔ سارا دن کثرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ درود و سلام بھیجنے کا خصوصی اہتمام کریں۔ متعدد احادیثِ طیبہ میں اس کی ترغیب و تاکید آئی ہے۔

۱۰۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد اپنے کاروبار اور کسبِ معاش میں مصروف ہو جائیں۔ جمعہ کو چھٹی کا دن بنا کر اس روز کاروبار کرنا حرام نہ سمجھیں اور بلاوجہ اپنے روزگار میں تعطل پیدا نہ کریں۔

آداب عیدین

۱۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ مسلمانوں کے دینی اور ملی تہوار ہیں۔ اس لئے عید کے دن جائز خوشی اور مسرت کا اہتمام ضرور کریں، لیکن ایسا نہ ہو کہ محض لہو ولعب، عیش ونشاط اور آوارگی وبے ہودگی میں دن ضائع کردیں۔ تسبیح وعبادت، ذکر وفکر اور خدمتِ خلق کے کاموں سے غافل نہ ہوں۔

۲۔ عید کے دن صبح سویرے بیدار ہو کر نماز عید کی تیاری میں مشغول ہو جائیں۔ غسل کریں۔ مسواک کریں۔ عمدہ لباس پہنیں۔ خوشبو لگائیں اور انتہائی وقار اطمینان سے نگاہ نیچی کیے خشوع وخضوع سے، تکبیر پڑھتے ہوئے عید گاہ کی طرف جائیں۔

۳۔ عیدالفطر کے دن چند کھجوریں اور کوئی میٹھی چیز کھا کر عید گاہ جائیں۔ عید قربان کی نماز سے قبل کوئی چیز نہ کھائیں اور قربانی کرنے سے پہلے بال، ناخن نہ تراشیں۔

۴۔ عیدالفطر کی نماز کے لئے عید گاہ جاتے ہوئے آہستہ آہستہ تکبیر پڑھتے رہیں۔ عیدالاضحیٰ کے دن راستے میں چلتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر
وللہ الحمد

۵۔ نماز عید کے لئے پیدل جانا افضل ہے۔ عید گاہ صبح سویرے پہنچنے کی کوشش کریں۔ ایک راستے سے جائیں اور واپس دوسرے راستے سے آئیں۔

۶۔ عید الفطر کی نماز میں دیر کرنا اور عید الاضحیٰ کی نماز جلد ادا کرنا بہتر ہے تا کہ لوگ بآسانی قربانی ادا کر سکیں۔

۷۔ عید الفطر کے موقع پر صدقۂ فطر اور عیدالاضحیٰ پر اہل وسعت کے لئے قربانی دینا لازم ہے۔ صدقۂ فطر نماز عید سے قبل ادا کریں اور قربانی عید سے قبل نہیں ہوتی۔

۸۔ نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔ خطبہ اور دعا سے قبل نہ اٹھیں اور عید گاہ میں کوئی نفل نماز ادا نہ کریں۔

۹۔ نماز وخطبہ کے بعد آپس میں مصافحہ' معانقہ کے ذریعے اظہار مسرت کریں۔ ایک دوسرے کو عید مبارک دیں۔ اپنے پڑوسیوں 'عزیزوں اور دوستوں کی ملاقات کے لئے ان کے گھر جانا باعث اجر ہے۔

باب سوم

تعمیرِ شخصیت

آداب زندگی

- مقصد حیات
- تعمیر زیست
- جادۂ عمل

مقصد حیات

۱۔ زندگی بلاشبہ قدرت کی عظیم نعمت اور بیش بہا عطیہ ہے' پر زندگی گزارنے کا سلیقہ اس سے بھی بڑی نعمت ہے۔ اگر سلیقہ نہ ہو تو ہر نعمت بالآخر مصیبت میں ڈھل جاتی ہے۔ آب حیات بھی اگر افراط سے پیا جائے تو زہر ہلاہل بن جائے۔ پس زندگی گزارنا اور بات ہے اور اس کے لمحے لمحے کو معتبر بنانا الگ بات۔ اس لئے زندگی کی حقیقی قدر و قیمت کو سمجھیں۔ اسے لہو و لعب' تفریح و آسائش اور ہوس پرستی کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔ زندگی خدا کی امانت ہے۔ اسے یونہی رائیگاں نہ کر دیں۔ آخرت میں ہر نعمت کی طرح خود زندگی کا بھی حساب لیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

"کوئی انسان بارگاہ الٰہی سے ہٹ نہ سکے گا جب تک پانچ سوالوں کا جواب نہ دے لے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تو نے اپنی زندگی کے لمحے کس طرح بسر کیے۔" ؎

دلا! سنبھل کہ کسی کو حساب دینا ہے
یہ زندگانی کے لمحے کہاں کہاں گزرے ؟

۲۔ اپنی زندگی کو بامقصد بنائیں۔ بے مقصد زندگی حیوانوں کی زندگی ہے۔ نصب العین کے بغیر زندگی گزارنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مسافر اجنبی راہوں پر بھٹکتا چلا جا رہا ہو یا جیسے ایک تنکا صحرا کی تند و تیز ہوا میں ادھر سے ادھر اڑا پھرتا ہو۔ انسان میں جینے کا جذبہ بیدار ہی نہیں ہو سکتا جب تک کوئی اعلیٰ نصب العین پیش نظر نہ ہو۔ مقصد ہی سے یقین ابھرتا اور عمل کا رخ متعین ہوتا ہے۔ مقصد ہی سے فکر و نظر میں شائستگی' قلب و روح میں پاکیزگی اور سیرت و کردار میں رعنائی آتی ہے۔ بے مقصدی بے راہروی کو جنم دیتی ہے۔ اسی سے قول و عمل کا تضاد پھوٹتا اور تمام جرائم پیدا

ہوتے ہیں۔

۳۔ اپنا مقصد حیات پاکیزہ ' نیک اور بلند رکھیں ۔ زندگی نصب العین کے تابع ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی لگن زندگی میں عظمت پیدا کرتی ہے ۔ اس سے ارادے میں بلندی ' عزم میں پختگی اور سوچ میں پاکیزگی آتی ہے۔ مقصد حیات کی رفعت انسان کے مزاج کو سنوارتی ' شخصیت کو نکھارتی اور خودی کو پروان چڑھاتی ہے۔ اس کے برعکس ادنیٰ مقاصد ہمیشہ انسان کو پستی کی طرف لے جاتے ہیں ۔ مقاصد اگر پست اور گھٹیا ہوں تو فکر خام اور کوشش ناتمام رہتی ہے ۔ اس سے عمل میں کمی ' یقین میں ضعف اور اخلاص میں کمی آتی ہے اور یوں زندگی ایک رائیگاں سفر میں بدل جاتی ہے۔

۴۔ کامیابی حصول مقصد کا نام ہے ۔ زندگی اپنے مقاصد کی تکمیل سے یادگار بنتی ہے' عمر کی درازی سے نہیں ۔ اس لئے اپنی زندگی کے حقیقی نصب العین سے آگاہی حاصل کریں ۔ اس کی تکمیل کے لئے ہمہ گیر پروگرام ترتیب دیں ۔ واضح خطوط کھینچیں ۔ راستے تراشیں اور مخلصانہ جدوجہد کو اپنا شعار بنائیں۔ اپنی تمام قوتیں حصول مقصد کی راہ پر لگادیں ۔ سوچیں تو شعورِ مقصد کے تحت اور قدم اٹھائیں تو سوئے منزل ۔ دل میں ولولہ ہو تو حصول نصب العین کا اور نگاہ میں جلوہ ہو تو نشانِ منزل کا۔ بامقصد زندگی گزارنے والا آدمی اپنا وقت ضائع نہیں کرتا ۔ اس کے ایک ایک لمحے کو معتبر بناتا ہے۔

۵۔ ہم دنیا میں عیش و عشرت کے دن کاٹنے نہیں آئے بلکہ ایک عظیم کام کے لئے بھیجے گئے ہیں ۔ ہمارا مقام نیابتِ الٰہی ' فریضہ اشاعتِ دین اور مقصد رضائے محبوب کا حصول ہے۔ اپنے اندر اس مقام اور ذمہ داری کا شعور پیدا کریں ۔ زندگی کو عظیم نعمت اور مقدس امانت سمجھیں۔ اسے ماحول اور زمانہ کے بہتے ہوئے دھارے کی نذر نہ کر دیں بلکہ ایک مؤثر اور فعال انقلابی قوت میں بدل دیں ۔ اپنے ماحول اور معاشرے کی اصلاح کے جذبے سے بھرپور زندگی گزاریں ۔ ایسی زندگی جو اپنے وجود اور تاثیر کے

لحاظ سے جرأتوں ' ولولوں اور سعی و عمل کی زندگی بن جائے۔ سفر اور آگے بڑھنے کی زندگی۔ مومن کی زندگی میں سکون ' ٹھہراؤ اور جمود کا ایک لمحہ بھی نہیں آسکتا۔ اس کا شعار زندگی کی ناہمواریوں کے خلاف مسلسل جہاد ہے اور اسلام اسے زندگی کی آخری سانس تک اس مقصد کے لئے تگ و دو میں مصروف دیکھنا چاہتا ہے۔ بقول اقبال ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

تعمیر زیست

۱۔ اگر آپ دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے تعمیرِ حیات کا ٹھوس پروگرام ترتیب دیں۔ اپنی صلاحیت ' ذہن و ذوق اور خارجی حالات کا مکمل جائزہ لیں۔ زندگی کا حقیقی نصب العین ڈھونڈیں اور صحیح راہِ عمل کا انتخاب کریں۔ مثبت اور پائیدار جدوجہد کا اصل نقطۂ آغاز معلوم کریں۔ میدان عمل میں اہلیت واستعداد کی بناء پر آگے بڑھیں اور عزم واستقامت سے راہ کی مشکلات پر قابو پائیں۔ انشاء اللہ منزل مقصود آپ کے قدم چومے گی۔ ؎

راہ طلب میں جزبۂ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

۲۔ اپنی سوچ مثبت ' خیال پاکیزہ اور فکر بلند رکھیں ۔ یہی تعمیر شخصیت کا پہلا قدم ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ ہماری زندگی ہمارے خیالات کا نتیجہ اور پرتو ہے۔ انسان جو کچھ سوچتا ہے وہی کچھ بنتا ہے۔ دراصل ہمارے ہر عمل کا بیج ہمارے خیال کی زمین میں ہوتا ہے۔ ہم جو حرکت اور کام بھی کرتے ہیں پہلے اپنے خیال و تصور کی دنیا میں اسے انجام دے چکے ہوتے ہیں۔ زندگی کا سارا نقشہ ہی اتنا ہے کہ انسان عظیم خیالات کو مقاصدِ حیات کا روپ دے کر ان کے حصول کی خاطر سرگرم عمل ہو جائے۔

۳۔ زندگی کے گہرے حقائق اور نشیب و فراز کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ معقولیت اور حقیقت پسندی کی روش اپنائیں۔ زندگی کے متضاد پہلوؤں میں توازن' اعتدال اور ہم آہنگی قائم رکھیں۔ پیچیدہ معاملات کو جرأت حوصلہ اور استقلال کے ساتھ سلجھائیں۔ مسائل کو حل کرنے سے پہلے ان کا مکمل ادراک حاصل کریں۔ آگہی تسخیر کی قوت اور صحیح شعور کامیابی کا ضامن ہے۔

۴ ۔ معاشرہ کے ٹھوس حالات اور زندگی کے عملی تقاضوں سے نہ تو گریز پائی اور کنارہ کشی اختیار کریں اور نہ ہی کشمکش، مخاصمت اور تصادم کی روش اپنائیں۔ کامیابی کا راز حالات سے موافقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں ہے نہ کہ لامتناہی جنگ اور محاذ آرائی میں۔ تشدد کو محض تشدد کے ذریعے ختم کرنا ممکن نہیں ۔ اس کے لئے فراست، تدبر اور حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

۵ ۔ اپنی ذمہ داریوں اور مشاغل کے لئے ایسا میدان منتخب کریں جو آپ کی طبیعت، استعداد اور مزاج سے ہم آہنگ ہو۔ جس سے آپ کے اندر خوداعتمادی پرورش پائے اور ذہن کا افق وسیع ہو۔ جس سے آپ کی شخصیت میں جمال، سلیقہ اور وقار جھلکے۔ جس سے آپ کے ماحول میں آسودگی آئے اور زندگی توازن واعتدال کا آئینہ بن جائے۔

۶ ۔ ہمیشہ سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کریں ۔ تصنع، بناوٹ اور دکھاوے سے ہر ممکن اجتناب برتیں۔ جو چیز آسانی سے میسر آجائے اس پر قناعت کرلیں ۔ اپنی خواہشات کو غیر معمولی طریقے سے پورا کرنے کی عادت نہ ڈالیں۔ اس سے حرص پیدا ہوتی ہے جو لاتعداد ذہنی، قلبی اور نفسی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ فطرت لازوال ہے جو انسان کو تصنع سے بچاتی اور بے ساختہ رویے پیدا کرتی ہے۔ زندگی جس قدر فطری اور بے ساختہ ہو گی اسی قدر آسودہ اور باوقار ہو گی۔ سادگی، میانہ روی اور قناعت وہ متوازن طرز زندگی ہے جسے انسان عمر بھر ہر حال میں برقرار رکھ سکتا ہے۔ پھر سادگی میں ایک انمول لذت اور مسرت ہے جو کسی دوسری طرح حاصل نہیں ہوسکتی۔

۷ ۔ خاموشی، لگن اور مستقل مزاجی سے اپنا کام جاری رکھیں۔ رازداری کامیابی کی ضامن ہے اور تشہیر میں ہزاروں آفات پنہاں ہیں۔ اس سے ماحول میں تصادم، اضطراب اور کشمکش برپا ہوتی ہے۔ زندگی کا ایک راستہ ایسا بھی ہے کہ حریف آپ کے

سفر سے اس وقت آگاہ ہو جب آپ منزل پر پہنچ چکے ہوں۔

۸ - فکر مندی ' نادیدہ خوف اور انجانے خطرات سے ڈرنا انسانی شخصیت کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس تخریبی ذہنی عادت سے پیچھا چھڑائیں۔ پریشانیوں کو اپنے ذہن سے نکال دیں۔ خوف و ہراس کے بجائے تعمیری خیالات اور حوصلہ مند جذبات کو پروان چڑھائیں۔ ہرحال میں اپنے آپ کو پرسکون ' مطمئن اور خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ اس سے آپ کی شخصیت میں اعتماد ' حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوگا۔

۹ - اگر زندگی میں کبھی سنگین مسائل درپیش ہوں تو گھبراہٹ ' اضطراب اور مایوسی سے بچیں۔ اپنے آپ کو پرسکون ' مطمئن اور آسودہ رکھیں۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے مسائل پر غور کریں۔ حقیقت پسندانہ انداز سے معاملات کا جائزہ لیں۔ اپنی ذہنی ' جذباتی اور عملی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور خدا کی ذات پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے اس سے حل مشکلات کی توفیق و اعانت مانگیں۔ اپنی مشکلات کا حل خدا کی رحمت میں ڈھونڈیں اور پریشانیوں کا مداوا اس کی عبادت سے کریں۔

۱۰ - زندگی کے تلخ حالات اور سنگین حقائق کا سامنا کرنے کے لئے انسان کو جہاں عقل و دانش اور جرأت و حوصلہ کی ضرورت ہے وہیں جذبات کی تپش اور احساسات کی توانائی بھی درکار ہے۔ انسان بیک وقت عقل و شعور اور جذبات و احساسات سے سرشار مخلوق ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جذبات ہی انسانی زندگی کی روح رواں ہیں۔ انہی سے فطرت ابھرتی ' شخصیت نکھرتی اور زندگی سنورتی ہے۔ یہی انسان کے دل میں قوت اور وجود میں حرکت و حرارت پیدا کرتے ہیں۔ یہی اسے زندگی کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کا ولولہ اور عزم بخشتے ہیں۔

۱۱ - زندگی کے مصائب و آلام سے خوفزدہ نہ ہوں ۔ قنوطیت پسندی ' زود رنجی اور احساس محرومی کے آزار سے نکلیں۔ خوش طبعی ' لطافت پسندی اور شگفتہ مزاجی کی

عادت ڈالیں۔ اپنے گھر، مجلس اور ماحول کو خوشگوار رکھیں ۔ سنجیدگی اور متانت اچھی چیز ہے مگر سنجیدگی روگ میں نہ ڈھل جائے۔ زندگی میں لطافت، مزاح اور تفریح سے آسودگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ انسان کی فطری ضرورت بھی ہے اور اسلام کا عمرانی تقاضا بھی، لہٰذا مناسب حد تک اس کا اہتمام کریں۔

۱۲۔ اپنے خیالات اور جذبات کو پاکیزہ بنانے کے ساتھ ساتھ چہرے کی ظاہری حالت بھی خوشگوار بنائیں۔ سنجیدگی اور وقار اس کا نام نہیں کہ آدمی ہر وقت ماتھے پر تیوری چڑھائے، منہ بسورے اور چہرے پر خشونت طاری کیے رکھے۔ مسکراتا ہوا چہرہ حسین دل کا آئینہ ہے ۔ اس لئے ہمیشہ مسکراہٹ، شادابی اور بشاشت قائم رکھیں۔ دوسروں سے ملتے وقت چہرے پر شگفتگی، آنکھوں میں محبت اور دل میں خیرخواہی کے جذبات ہوں۔

جادۂ عمل

۱۔ زندگی حرکت و عمل سے عبارت ہے اور جمود و بے عملی کا دوسرا نام موت ہے۔ بے کاری گناہ کو ابھارتی اور فراغت آزار لاتی ہے۔ اس لئے خوب محنت کی عادت ڈالیں۔ ہر وقت مصروف عمل رہیں اور اپنے کام خود انجام دیں۔ کام کا عادی انسان کبھی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔ بے عملی انسان میں کاہلی، مایوسی اور بزدلی پیدا کرتی ہے۔ ایسا شخص زندگی میں کبھی سرخرو نہیں ہو سکتا۔ کامیاب صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو اپنی صلاحیتوں سے کام لیتے اور عملِ پیہم سے خارزارِ ہستی کو گلزار بناتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:

"مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈیے آپ پا لیں گے۔ دستک دیجئے آپ کے لئے دروازے کھل جائیں گے۔"

محنت ہی پہ موقوف ہے آسائش گیتی
کھوئی میری راحت، میری راحت طلبی نے

۲۔ کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کریں۔ اپنے وسائل اور حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں۔ کام کی نوعیت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ صحیح کام وہ ہے جو تعمیری فکر، پاکیزہ نیت اور حقیقی ضرورت کی بناء پر وجود میں آئے۔ محض خارجی حالات کے ردعمل میں ابھرنے والا کام ایک جذباتی ابال ہے جس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

۳۔ اپنی زندگی کے لمحے لمحے سے فائدہ اٹھائیں۔ وقت دنیا کی سب سے قیمتی متاع ہے اسے ضائع نہ کریں۔ ہر کام اپنے وقت پر مکمل کریں۔ تفریح کو فرصت پر اٹھا رکھیں اور فرصت کو تکمیل کار سے وابستہ کر لیں۔ جو کام آج کر سکتے ہیں اسے کل پر نہ ڈالیں۔ جمع شدہ کام مشکل بن جاتا اور اکثر ادھورا رہتا ہے۔

۴۔ اپنی ذمہ داریوں اور مشاغل میں بھرپور دلچسپی لیں۔ عزم، اعتماد اور شوق سے کام کریں۔ جو کام پوری توجہ، آگہی اور لگن سے انجام دیا جائے وہ آسان، نفع بخش اور بابرکت ہوتا ہے۔ بے دلی، کاہلی اور پراگندہ خاطری سے کوئی کام نہ کریں۔ ناپسندیدگی ہمیشہ منفی جذبات اور رویوں کو جنم دیتی ہے۔ جو شخص اپنے کام، حقوق اور ذمہ داریوں سے غفلت، بددیانتی اور لاپروائی برتتا ہے وہ غیر مطمئن اور پریشان رہتا ہے۔

۵۔ اپنے کام کو ایک ترتیب اور نظم کے تحت سلیقے سے انجام دیں۔ ایک وقت میں ایک ہی کام کریں۔ بہت سے کام اکھٹے کرنے سے توجہ بٹ جاتی ہے۔ یکسوئی قائم نہیں رہتی اور کوئی بھی کام صحیح طور سے انجام نہیں پاتا۔ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر انجام دیں۔ یہ چیز آپ کے خیالات اور اعمال کا شیرازہ بکھرنے نہیں دے گی۔

۶۔ زندگی کی تیز رفتاری اور بے ہنگم مشاغل کے سیلاب پر بند باندھیں۔ جذبات کو متوازن، طبیعت کو پرسکون اور ذمہ داریوں کو محدود رکھیں۔ ہر کام ٹھنڈے دل و دماغ اور پورے سکون و اطمینان کے ساتھ آہستہ آہستہ انجام دیں۔ اعتماد، سلیقہ اور توازن ہی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ تیزی، افراتفری اور جلدبازی سے گریز کریں۔ اس سے خیالات بکھرتے، معاملات الجھتے اور کام بگڑتے ہیں۔

۷۔ کام کا دباؤ، مشاغل کا ہجوم اور ذمہ داریوں کا لامتناہی سلسلہ انسانی ذہن کو منجمد اور صلاحیتوں کو مضمحل کرتا ہے۔ اس لئے کثرت کار اور ہجومِ مشاغل سے گریز کریں۔ لیکن اگر کسی وقت کام کا بوجھ پڑ جائے تو دل و دماغ کو پرسکون رکھیں۔ کسی قسم کا خوف، اشتعال اور گھبراہٹ طاری نہ ہونے دیں۔ دانشمندی، حوصلے اور عزم وہمت سے حالات کا مقابلہ کریں۔ اپنی تعمیری قوتوں کو پوری طرح بروئے کار لائیں۔ جہد و عمل کا تسلسل نہ ٹوٹنے دیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس کی ذات پر کامل اعتماد رکھیں۔ خدا کی مدد سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔

۸ ۔ اپنی مصیبتوں ' پریشانیوں اور ناکامیوں کا الزام دوسروں پر نہ ڈالیں ۔ خود کو ان کا ذمہ دار ٹھہرائیں۔ انہیں سہنے اور برداشت کرنے کا حوصلہ اپنے اندر پیدا کریں۔ ناکامی کے اسباب اور حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں ۔ اپنی کمزویوں کا ازالہ اور کوتاہیوں کا تدارک کریں ۔ نئے حالات کی روشنی میں دوبارہ منصوبہ بندی کریں اور پورے عزم و حوصلے کے ساتھ کام میں لگ جائیں۔

۹ ۔ خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لئے پیشہ ورانہ کاموں اور سنجیدہ مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنی طبعی ذوق و رجحان کے مطابق کوئی مثبت اور کار آمد تفریحی مشغلہ ضرور اختیار کریں ۔ فرصت کے لمحات میں زندگی کی لطافتوں سے حظ اٹھائیں ۔ نفیس مشاغل' سماجی کاموں اور بامقصد ثقافتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیں ۔ اس طرح نت نئے تجربات حاصل ہوتے اور تعمیری محنت کے راستے کھلتے ہیں ۔ بے کاری اور فراغت سے انسانی شخصیت پر ناخوشگوار اثر پڑتا اور زندگی میں جمود و تعطل پیدا ہوتا ہے۔

آداب سیرت

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی نسبت عبدیت اور رشتۂ محبت و اطاعت کو اس طرح پروان چڑھائیں کہ ظاہر و باطن، قول و فعل اور حرکت و سکون سب کچھ بندگیٔ رب کی تصویر بن جائے۔ لمحہ لمحہ خدا کی اطاعت، نظر نظر توجہ الی اللہ، دم دم ذکر الٰہی غرض ہر سانس عبادت میں بسر ہو۔ یہی تعلق باللہ کا استحکام دین کا بنیادی مقصد اور جوہر و حاصل ہے۔ مسلمان کا اپنے خالق کے ساتھ نفسی و روحانی تعلق قائم ہو جائے تو اس کی زندگی کا ہر رخ سنور جاتا ہے۔ ہر زاویہ نکھر آتا ہے اور ہر گوشہ پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا و خوشنودی کو اپنا مقصد حیات بنا لیں اور سراپا تابع فرماں بن جائیں۔ اپنی ہر سوچ، ہر قول اور ہر فعل میں ان کی پسند و ناپسند کا خیال رکھیں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جو ان کی مرضی و منشا کے خلاف ہو۔ قرآن و سنت کے احکام پر بلا چون و چرا عمل کا شیوہ اپنائیں۔ ہر معاملے میں حکمت الٰہی اور مشیت ایزدی پر ایمان بالغیب رکھیں۔ قضا و قدر پہ ہر حال میں راضی رہیں۔ خدا و رسول اصلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ظاہر و باطن اور زبان یا دل سے کبھی کوئی اعتراض نہ کریں۔ کوئی ناگوار صورت پیش آئے تو صبر کریں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت سے اپنے دل کو معمور کریں۔ دنیا کی ہر چیز اور ہر تعلق سے بڑھ کر حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ انہیں عزیز رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کو باہم جدا نہ سمجھیں۔ قرآن و سنت میں واضح اور دو ٹوک طریقے سے یہ اٹل حقیقت بتا دی گئی ہے کہ محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی محبتِ خدا اور اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اطاعت خدا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اطاعت اور غلامی ہٹ کر براہ راست اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ہر تصور گمراہی اور ہر قدم رائیگاں ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"مخلوق پر خدا تک رسائی کے سب راستے بند ہیں۔ صرف ایک راستہ کھلا ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اتباع کا راستہ ہے۔"

۴۔ اپنی پوری زندگی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ سنتوں اور اخلاق وآداب کا آئینہ دار بنائیں۔ اپنے روزمرہ معاملات، عادات و اطوار اور حرکات و سکنات کی ایک ایک ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھالیں۔ خورد و نوش، نشست و برخاست اور گفتار و رفتار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی مکمل پیروی کریں۔ اتباع سنت کا یہی وہ نقطۂ عروج ہے جہاں پہنچ کر انسان کی شخصیت نکھرتی اور سیرت چمکتی ہیں۔ اسی میں ہدایت و سعادت اور فلاح ونجات کا راز پنہاں ہے۔ حضرت مجددؒ الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا ایک ذرہ بھی تمام دنیوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے بہتر ہے۔ تمام سعادتوں کا مرکز اتباعِ سنت ہے اور تمام فسادات کا باعث شریعت وسنت کی مخالفت۔"

دونوں جہاں کی رفعتیں ہیں تیرے انتظار میں
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر

۵۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل، اعتماد اور بھروسہ رکھیں۔ اپنے حالات و معاملات کو سنوارنے میں اسی کی طرف رجوع کریں اور مدد مانگیں۔ توکل اہل ایمان کی زندگی کا سہارا ہے۔ جس شخص کا خدا پر توکل مضبوط ہو گا اس کا ایمان بھی اتنا ہی قوی ہو گا۔ ہر کام کے لیے ضروری وسائل اختیار کریں اور دنیوی اسباب سے فائدہ اٹھائیں لیکن نتائج اللہ کے سپرد کر دیں۔ زندگی کے آخری سانس تک اعمالِ صالحہ پر ثابت قدم رہیں، پر نجات کی امید خدا کے فضل و کرم سے رکھیں اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت و شفاعت کا سہارا ڈھونڈیں۔

۶ ۔ انسان سر تا پا انعامات الٰہیہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ زندگی اور اس کے دامن میں جو کچھ ہے سب خدا کا عطیہ ہے اور ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے ۔ اس لیے ہر حال میں اپنے دل، زبان اور عمل سے خدا کے شکر گزار رہیں اور اپنے جسم و جان کو مکمل طور پر رضائے الٰہی کے سپرد کر دیں ۔ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر اظہارِ مسرت اور اپنی عاجزی و محتاجی کا اعتراف کریں ۔ جو کچھ میسر ہے اس پر راضی رہیں، مغرور نہ ہوں اور جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اس پر حرص و حسد نہ کریں۔ احکامِ الٰہی کے مطابق زندگی بسر کریں اور خدا کی ناراضگی سے ڈرتے رہیں۔

۷ ۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ہر نازک موقع پر ضبطِ نفس سے کام لیں۔ ناگوار حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں۔ ہم دنیا میں رہتے ہوئے مصائب و آلام سے چھٹکارا نہیں پا سکتے لیکن صبر و تحمل اور حوصلہ و ہمت کے ساتھ انہیں برداشت کر سکتے ہیں۔ ہر آزمائش، سختی اور بیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور مشیتِ ایزدی کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ زبان یا دل سے کسی قسم کے شکوہ اور اضطراب و بے قراری کا اظہار نہ کریں۔ صبر انسان کا جوہر حیات اور ایمان کا شرف و وقار ہے۔ صبر سے انسان میں خود اعتمادی، یکسوئی اور استقامت پیدا ہوتی ہے۔

۸ ۔ ہر وقت اور ہر حال میں خوف الٰہی سے سرشار رہیں ۔ یہی وہ نعمت ہے جو انسان کو گناہوں سے بچاتی اور نیکیوں پر قائم رکھتی ہے۔ انجام کا ہر وقت دھیان رکھیں اور احساس گناہ کے ساتھ دنیا و آخرت میں خدا کی گرفت سے ڈرتے اور لرزتے رہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کے خیال سے ہمیشہ اپنے باطنی احوال کا مشاہدہ و نگرانی اور ظاہری اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں۔

۹ ۔ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا خوف بھی رکھیں مگر اس کی رحمت و بخشش اور عفو و کرم سے کبھی مایوس و نا امید نہ ہوں۔ خدا کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔ ہمیشہ

اس کے طلبگار رہیں۔ اپنے علم و عمل اور مال و ہنر پر کبھی تکیہ نہ کریں اور گناہوں کی کثرت سے کبھی نا امید نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم' بے حساب نعمتوں اور بے کراں رحمتوں پر نظر رکھیں۔ نیکیوں کو گناہوں کا کفارہ سمجھیں اور ندامت کے آنسوؤں سے قلب و روح کو دھوتے رہیں۔ بخشش اور جنت کو اپنے اعمالِ صالحہ کا بدلہ و استحقاق نہ سمجھیں' خدا کا فضل و انعام گردانیں اور ہر حال میں اس کی نظر رحمت کے امیدوار رہیں۔

۱۰۔ اپنے ذہن' زبان اور دل کو سچائی کا خوگر بنا دیں۔ سوچ' ارادہ' جذبہ' احساس' قول اور عمل ہر چیز کو سچ کے پیکر میں ڈھال دیں۔ فکر میں حقیقت ہو تو ارادے میں خلوص۔ احساس میں سچائی ہو تو جذبے میں کھرا پن۔ قول میں صداقت ہو تو عمل میں راستی۔ غرض انسان کا ظاہر و باطن اور اس کے وجود کا ذرہ ذرہ حق و صداقت کا مظہر بن جائے۔ سچائی ایمان کا سرمایہ' دین کا جوہر اور نیکی کا سرچشمہ ہے۔ یہ اپنی ذات میں ایک طاقت ہے جو آدمی کو بہادری' اعتماد اور ثابت قدمی عطا کرتی ہے۔ سچا آدمی تصنع' نفاق اور تضاد سے پاک ہوتا ہے۔ سچائی آخری وقت تک انسان کا سہارا بنی رہتی ہے۔

۱۱۔ زندگی کے ہر معاملے میں امانت و دیانت کو اپنا شیوہ بنائیں۔ خود بھی ہر قسم کی خیانت سے بچیں اور خیانت کرنے والوں کے مدد و حمایت سے بھی گریز کریں۔ امانت اسلام کا جوہر' اخلاق کا عنوان اور ایمان کی جان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔"

امانت صرف مالی اشیاء تک محدود نہیں اس کا دائرہ ہر قانونی' اخلاقی اور معنوی ذمہ داری تک وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو فکر و عمل کی صلاحیت بخشی ہے اس کا صحیح اور دیانتدارانہ استعمال تقاضائے امانت ہے۔ حقوق کی ادائیگی' فرائض کی

انجام دہی ' لوگوں کی پردہ پوشی اور رازوں کی حفاظت ' معاہدوں کی پابندی غرض پوری شریعت اور دین ایک خدائی امانت ہے جس پر صحیح طور سے عمل پیرا ہونا دنیوی سعادت اور اخروی نجات کا سامان ہے۔

۱۲۔ انفرادی سیرت و کردار سے لے کر اجتماعی معاملات اور معاشرتی زندگی کی ہر سطح تک عدل و انصاف کو اپنے طرزِ فکر و طریقِ عمل کی اساس بنائیں۔ جو کچھ سوچیں' کہیں یا کریں اس میں سچائی اور انصاف کی میزان ایسی برابر اور صحیح رکھیں کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی پلڑے کو جھکا نہ سکے۔ عدل و انصاف ہی اسلام کا عنوان اور ایمان کی جان ہے۔ یہی نیکیوں کا سرچشمہ ' حسن اخلاق کا جوہر اور تقویٰ کا ضامن ہے۔ یہی اس کائنات کی روح' تمام آسمانی شریعتوں کا مقصود اور انسانی معاشرہ کی بنیاد ہے۔ اگر عدل و انصاف نہ ہو تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے پیار کریں اپنے دل کو انسانیت کی ہمدردی اور خدمتِ خلق کے پاکیزہ جذبوں سے سرشار رکھیں۔ لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ یہ اجتماعیت کا تقاضا ' دین کا حکم اور سکون قلب کا ذریعہ ہے۔ دوسروں کا بھلا چاہنے سے خود کو ایک روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ مخلوق خدا کی خیر خواہی سے انسان کی اپنی شخصیت جلا پاتی اور سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے۔ لوگوں سے بیزار نہ ہوں۔ حسد' بغض ' عداوت اور نفرت ایسے منفی جذبات سے خود کو آلودہ نہ ہونے دیں۔ یہ آپ کی تخلیقی صلاحیتوں اور تعمیری قوتوں کو برباد کر دیں گے۔ دوسروں کی بدخواہی کرنے والا خود ہی محروم رہتا ہے۔

۱۴۔ اپنی ذات کو دوسروں کے لیے فائدہ مند ' نفع بخش اور فیض رساں بنائیں۔ اپنے علم ' عمل ' ہنر' قوت اور دولت سے دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔ مال و دولت کو جمع کرنے کی بجائے خدا کی راہ میں مخلوق خدا کی بھلائی کے لیے خرچ کریں۔ یہ شکرِ نعمت

کی اعلیٰ ترین صورت اور سخاوت و فیاضی کی بہترین شکل ہے۔ اعلیٰ مقاصد کی خاطر ایثار کی عادت سے بندے میں نیک کام کرنے کی روح پروان چڑھتی اور اطاعت و عبادت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ سخاوت اور فیاضی اعلیٰ اخلاق کا جوہر اور تعمیر ملت کا سرمایہ ہے۔ اس کے بغیر تطہیرِ مال، تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کا حصول مشکل ہے۔ ؎

ناموس جان و دل کی بازی لگی ہوئی ہے
آساں نہیں کچھ ایسی راہ وفا شعاری

۱۵۔ اپنے نفس کو دنیا طلبی، زر اندوزی اور حبِ مال کے فتنوں سے جہاں تک ممکن ہو بچائے رکھیں۔ حرص دنیا انسان کے لیے اخروی نعمتوں سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔ سکونِ قلب کا راز مال و دولت کی بہتات میں نہیں، خدا کی یاد اور کثرتِ عبادت میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی فکر انسان کو حرص و طمع، عیش پرستی، بخل و اسراف، کذب و خیانت، دھوکہ فریب اور بے حیائی و بدکاری ایسے مہلک رذائل میں مبتلا کر کے اس کے اخلاق و ایمان کو تاراج کر دیتی ہے۔ مال و دولت کی محبت انسان کے آئینۂ دل کو میلا کر کے معرفت و ہدایات سے دور کرتی، نیکی کے راستے پر چلنے سے روکتی اور قبول حق کی صلاحیت سے محروم کرتی ہے۔

۱۶۔ زندگی میں عیش کوشی، راحت طلبی اور لذت اندوزی کو اپنا مطمح نظر نہ بنائیں۔ حقیقت پسندانہ روش اختیار کریں۔ حالات کے ساتھ کشمکش کی بجائے موافقت پیدا کریں۔ سادگی، قناعت اور کفایت شعاری اپنائیں۔ اچھی زندگی کا راز ساز و سامان کی کثرت میں نہیں بلکہ قناعت میں ہے۔ قناعت انسان کا سرمایۂ عزت اور اکثر نفسیاتی امراض کا علاج ہے۔ یہ آدمی کو دنیا کے مسائل اور طرح طرح کے اندیشوں سے نجات دلاتی ہے۔ یہ اسے بے صبری سے بچاتی، ماحول سے بے نیاز کرتی اور ناخوشگواریوں کو خوشگوار بناتی ہے۔

۱۷۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اور اس کی مدد کا یقین رکھیں۔ ہر حال میں

اسی سے لو لگائے رہیں اور ہر معاملے میں اسی کی طرف رجوع کریں۔ اپنی آرزوؤں کا محور اور تمناؤں کا مرکز اسی کو بنائیں۔ اہل دنیا اور ان کے مال و دولت سے کوئی امید اور توقع نہ باندھیں۔ مادیت کی پستیوں سے بلند اور ماسوا اللہ سے بے نیاز ہو جائیں۔ اسی خود داری اور استغناء و بے نیازی میں ایمان کی معراج ہے۔ بقول اقبال ؎

پایا میں نے استغناء میں معراج مسلمانی

۱۸۔ ہمیشہ عاجزی و انکساری سے رہیں ۔ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں پر نظر رکھیں۔ دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھیں ۔ کسی مجلس یا تقریب میں نمایاں اور ممتاز نظر آنے کی کوشش نہ کریں۔ اپنی تعریف پر اترائیں نہ تنقید پر سیخ پا ہوں ۔ کسی کی طرف سے تکلیف پہنچے تو برداشت سے کام لیں ۔ یہی عاجزی و فروتنی کا تقاضا ہے اور بلاشبہ عجز وتواضع ہی بندے کے تمام فضائل و کمالات کا سرچشمہ ہے۔ شجرِ اخلاق کے تمام برگ وبار اسی جڑ سے نمودار ہوتے ہیں۔ ؎

پردۂ عجز میں مخفی ہے تیرا اوج کمال
خاکساری میں نہاں رتبۂ اعلیٰ تیرا

۱۹۔ غرور و تکبر، خود پسندی اور رعونت و بڑائی کے جذبات سے اپنے نفس کو آلودہ نہ ہونے دیں۔ اپنی اصلیت، حقیقت اور حیثیت سے آگاہ رہیں اور انجام سے کبھی غافل نہ ہوں۔ یہ زندگی اور اس میں جو کمالات، خوبیاں اور صلاحیتیں آپ کو میسر ہیں ان پر اترانے اور ناز کرنے کی بجائے انہیں خدا کا عطیہ و امانت اور اپنے لیے آزمائش سمجھیں۔ ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہیں کہ ناشکری، خیانت اور بے قدری کے باعث کہیں یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ ہم سے سلب نہ کر لے۔

۲۰۔ سماجی تعلقات اور باہمی رویوں میں ہمیشہ رفق و ملائمت اور نرمی و مہربانی سے کام لیں۔ اپنے طرزِ عمل کو بے جا سختی اور درشتی سے بچائیں۔ ہر ایک سے حسنِ

اخلاق اور بھلائی سے پیش آئیں۔ رفق و ملائمت انسانی شخصیت کا حسن ' دل کی سعادت اور کردار کا نور ہے ۔ یہ ایمان کا تقاضا ' اخلاق کا معیار اور نیکی کا سرچشمہ ہے ۔

۲۱ ۔ اپنے نفس کی جبلی خواہشات پر ضبط و انقیاد کے پہرے بٹھائیں اور اس کے طبعی تقاضوں کو اطاعت و فرمانبرداری کے دائرے میں رکھیں۔ نفسانی خواہشات کی بے روک پیروی ہر برائی ' جرم اور گناہ کی جڑ ہے۔ اس پر قابو پائے بغیر ایمان واخلاق کی برتر زندگی کا سراغ ہی نہیں مل سکتا۔ اس لیے ہر حال میں خواہشاتِ نفس کی بھرپور مزاحمت کریں۔ اپنی دینی روح اور ایمانی قوت کو پروان چڑھائیں۔ فکرِ آخرت کو اپنا شیوہ بنائیں ۔ نیکی اور عبادت پر ثابت قدم رہیں۔ اس سے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب میں مدد ملے گی۔

۲۲ ۔ اپنی عفت و پاکبازی اور عزت و ناموس کی حفاظت کریں۔ ہر حال میں شرم و حیا کی پاکیزہ چادر اوڑھے رہیں۔ حیا انسان کا جوہر اور پارسائی کردار کی جان ہے۔ اس کی بدولت خامیاں مٹتی اور خوبیاں پرورش پاتی ہیں۔ انسانی شخصیت کے جوہر اس کے حیا کے تناسب سے کھلتے ہیں۔ جو شخص حیادار نہیں وہ نیک بھی نہیں۔ شرم و حیا انسان کا فطری وصف ہے۔ اس کی مکمل نگہداشت اور آبیاری کریں ۔ ایسی تمام باتوں' مناظر اور مواقع سے اجتناب کریں جن سے بے حیائی کو فروغ ملنے کا امکان ہو۔

۲۳ ۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ قدم قدم پر لغزشیں 'گناہ اور جرائم اس سے سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ توبہ کی قبولیت یا عدم قبولیت کے بارے میں پریشان نہ ہوں ۔ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور نہایت سچے دل سے توبہ کریں اور اس کے رحم و کرم سے پرامید رہیں۔ توبہ کرنے میں کبھی تاخیر نہ کریں کہ خبر نہیں اگلا قدم زندگی کا ہے یا موت کی راہ پر ۔ توبہ ایسی کریں جو قلب و ذہن سے گناہ کے جراثیم مٹا دے اور زندگی کی کایا پلٹ کر رکھ

دے۔ اپنی توبہ پر قائم رہنے کا پختہ عزم اور ہر ممکن کوشش کریں۔ ہر وقت خدا کے دامن مغفرت میں پناہ کے طلبگار رہیں۔ وہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ؎

کچھ شان کریمی نے اس انداز سے تولا
بھاری ہی رہا دیدۂ تر، دامن تر سے

۲۴۔ نیک اعمال اور اچھی عادات کو اپنی زندگی کا دائمی جزو بنا لیں۔ عارضی جوش اور وقتی ابال کے تحت انجام پانے والی نیکیاں انسانی شخصیت و کردار پر کوئی مثبت اور اچھا اثر نہیں چھوڑتیں۔ کسی عمل کو نتیجہ خیز اور بار آور بنانے کے لیے اسے انتہائی مستقل مزاجی اور ہمت و قوت کے ساتھ مسلسل اور بار بار انجام دینا پڑتا ہے۔ لگاتار محنت اور استقلال کے بغیر زندگی کے کسی شعبے میں کامیابی ممکن نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم دینی اعمال و اخلاق کو اپنی سیرت و شخصیت کا مستقل حصہ بنا لیں۔ اطاعت و عبادت کے کسی دائرے میں عمل کا تسلسل کبھی ٹوٹنے نہ پائے۔ ایک حدیث پاک کی رو سے دین کا خلاصہ اور نجات کا راز "ایمان پر استقامت" بتایا گیا ہے کیونکہ انسان کی نجات و فلاح کا انحصار حسنِ خاتمہ پر ہے اور اس کا تمام تر انحصار مداومت واستقامت پر ہے۔

۲۵۔ زندگی میں ہر کام اعتدال اور میانہ روی سے انجام دیں۔ شدت اور انتہا پسندی سے ہمیشہ گریز کریں۔ اس سے معاملات الجھتے اور کام بگڑتے ہیں۔ افراط و تفریط زندگی کے کسی بھی شعبے میں ہو، بہرحال نقصان دہ ہے۔ اس لیے دنیوی امور ہوں یا دینی اعمال، توازن و اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ کھانے پینے، سونے جاگنے، کام کاج اور عبادت و ریاضت غرض ہر معاملے میں میانہ روی کی عادت ڈالیں۔ ایسے افراد خود بھی پرسکون زندگی گزارتے اور دوسروں کے بھی کام آتے ہیں۔

آداب جسم

۱۔ اپنے وجود کے روئیں روئیں کو خدا کی عظیم نعمت اور امانت سمجھیں۔ اسکی پوری پوری حفاظت کریں اور اسکے حقوق کا خیال رکھیں۔ اپنے اعضاء جسم کو تمام ظاہری اور باطنی آلائشوں سے بچائیں اور خدا کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھائیں۔

۲۔ دل انسانی حیات کا سرچشمہ اور پورے وجود کا حکمران ہے۔ یہ درست ہو تو پورا وجود قائم اور یہ خراب ہو تو پورا وجود تباہ۔ اسی کے صالح اور فاسد ہونے پر انسان کی سعادت اور گمراہی کا دارومدار ہے۔ اس لئے دل کی تندرستی ' پاکیزگی اور نیکی کو باقی ہر چیز پر اولیت دیں۔ اسے ہمیشہ ذکر و فکر ' تسبیح و عبادت اور توجہ الی اللہ میں مشغول رکھیں۔ اسے طلبِ ہدایت اور قبولِ حق کا خوگر بنائیں۔ شائستگی' سچائی اور اعتدال پر قائم رکھیں۔ نفسانی خواہشات اور مادی آلائشوں سے بچائیں۔

۳۔ انسانی عقل ودانش کا خزانہ دماغ ہے۔ اسے ہر وقت پاکیزہ ' بیدار اور تروتازہ رکھیں ۔ اس پر زیادہ بوجھ اور دباؤنہ ڈالیں۔ رنج و غم ' وہم وگماں اور فاسد خیالات سے آلودہ نہ کریں۔ اپنے تمام معاملات میں اس سے رہنمائی لیں اور کسی فیصلے میں جلد بازی نہ کریں۔ اپنی تمام قوتوں اور خواہشوں کو اس کے تابع اور اسے احکام شریعت کے تابع رکھیں۔

۴۔ زبان کا ادب یہ ہے کہ ہر بیہودہ اور فضول بات سے اس کی حفاظت کریں۔ اور خاموشی ہی میں بہترین حفاظت ہے۔ نیزاسے ذکر وتلاوت اور درود شریف میں مشغول رکھیں۔

۵۔ اپنی آنکھوں سے مشاہدۂ حق اور عبرت پذیری کا کام لیں۔انہیں فحش مناظر اور غیر محرم دیکھنے سے بچائیں۔کسی پر حقارت کی نظر نہ ڈالیں۔ راہ چلتے نظریں نیچی رکھیں۔ جب بھی کسی چیز کو دیکھیں' حظ نفس کے لئے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لئے دیکھیں۔

۶۔ اپنے کانوں کو جہاں تک ممکن ہو راگ وساز' لغو وبیہودہ بات اور حق کی مخالف آواز سے بچائیں۔ نیکی' شرافت اور سچائی کی باتوں پر کان دھریں۔ فاسد' جھوٹی' معصیت وگمراہی اور فتنہ فساد کی باتیں سننے سے احتراز کریں۔

۷۔ اپنی ناک کو حتی الامکان گندے' ناگوار' اور بد بودار ماحول سے بچائیں۔ متعدی بیماریوں کے جراثیم اور مسموم فضا سے دور رکھیں۔ عطر وخوشبو اور پھولوں کی قدرتی مہک سے شاد کام کریں۔

۸۔ اپنے بال حد اعتدال سے بڑھنے نہ دیں اور پراگندہ نہ رکھیں۔تیل و کنگھی سے سنوارتے رہیں۔ داڑھی کی وضع سنت کے مطابق بنائیں۔ اپنے قول وفعل کے ذریعے اسکا احترام برقرار رکھیں۔مونچھیں کٹوائیں۔ اظہار فخرو تکبر کے لئے انہیں بڑھانے سے پرہیز کریں۔ پوشیدہ بال صاف کرتے رہیں۔

۹۔ اپنے ہاتھوں سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھائیں۔ کسی گناہ ' خیانت' فتنہ انگیزی اور کسی پر ظلم وزیادتی کے لئے ہرگز استعمال نہ کریں۔ لذت اندوزی کے لئے نامحرم کو نہ چھوئیں۔ کسی کی عزت وعصمت اور مال ودولت پر ہاتھ نہ ڈالیں۔

۱۰۔ اپنے قدموں کو بے راہروی سے روکیں۔ ہمیشہ نیکی ' عبادت اور پرہیزگاری کی

سمت قدم بڑھائیں۔ رفتار میں وقار واعتدال قائم رکھیں۔ فخر و تکبر سے اکڑ کر نہ چلیں۔ راستہ کے آداب کی پابندی کریں۔ ظلم وزیادتی ' معصیت ونافرمانی اور باطل پرستی کی راہ پر نہ چلیں۔

۱۱۔ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کریں۔ ستر وحجاب کے شرعی تقاضوں سے کبھی غافل نہ ہوں۔ برہنگی' شہوانیت اور بدکاری کے ہر شائبے سے بچیں ۔ شرم وحیا کی پاسداری اور عفت وعصمت کی نگہداشت کریں۔

آداب صحت

۱۔ صحت و تندرستی خدا کی عظیم نعمت ہے اور صحت مند مومن جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ " اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مومن سے بہتر ہے ۔ " لہٰذا اس نعمت غیر مترقبہ کو سنبھال کر رکھیں ۔ اس کی قدر و قیمت کا پورا پورا احساس کریں اور اس کے تقاضوں سے کبھی لاپرواہی نہ برتیں۔ صحت کی حفاظت میں ذرا سی غفلت کا مظاہرہ بالآخر انسانی زندگی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

۲ ۔ صحت کا مفہوم فقط ہمارے رگ و ریشہ ' خلیات و عضلات اور اعضاء تن تک محدود نہیں بلکہ جسم کے علاوہ روح اور ذہن بھی اس میں شامل ہیں۔ کامل صحت جس میں طمانیت اور مسرت کا راز پنہاں ہے' جسمانی ' ذہنی اور روحانی صحت کے اشتراک کا نتیجہ ہے۔ اس لئے صرف جسمانی تندرستی ہی پر توجہ مرکوز نہ رکھیں بلکہ اپنے ذہن ودماغ اور قلب وروح کی تعمیر و تطہیر اور ارتقاء وبالیدگی کے لئے کوشاں رہیں تاکہ ہر طرح کی صحت وتندرستی سے بہرہ ور ہو سکیں۔

۳ ۔ ہمیشہ خوش و خرم ' پرسکون اور چاق و چوبند رہیں ۔ خوش اخلاقی ' عبادت اور زندہ دلی کو اپنا شیوہ بنائیں۔ رنج و غم ' فکر و اضطراب ' حسد و کینہ ' بغض وعداوت ' تنگ نظری ' مردہ دلی اور دماغی الجھنوں سے بچیں ۔ یہ اخلاقی اور ذہنی بیماریاں انسانی صحت کو بری طرح متاثر کرتی ہیں۔

۴ ۔ اپنے جذبات ' خیالات اور خواہشات کو پاکیزہ اور باوقار بنائیں۔ ضبطِ نفس کی عادت ڈالیں ۔ خیالات کے انتشار ' نظر کی آوارگی اور خواہشات کی بے راہروی سے انسان کا دل و دماغ سکون و عافیت سے محروم ہو جاتے ہیں اور زندگی فسق و فجور کے دلدل میں پھنس کر تباہی و بربادی کی راہ پر دوڑنے لگتی ہے۔

۵ - ہمیشہ جفاکشی اور محنت و مشقت کی زندگی گزاریں تاکہ آپ کا جسم حالات کی سختیاں جھیلنے کا خوگر بن سکے۔ آرام طلبی ' سستی و کاہلی اور عیش کوشی سے پرہیز کریں۔ بے حوصلہ نہ بنیں ورنہ زندگی کے ناہموار راستوں میں شکست خوردگی اور مایوسی کا شکار ہو کر فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔

۶ - جسمانی محنت ' دماغی کاوش ' ازدواجی تعلق ' کھانے پینے ' سونے جاگنے ' ہنسنے رونے اور تفریح و عبادت غرض ہر چیز اور ہر کام میں اعتدال ' میانہ روی اور سادگی کی روش اختیار کریں۔ اعتدال صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے کا سنہرا اصول ہے۔

۷ - اپنے جسم پر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈال کر بدنی قوتوں کو ضائع نہ کریں۔ اعضائے جسم سے ان کی برداشت کے مطابق اعتدال کے ساتھ کام لیں تاکہ دیر تک اور زیادہ بہتر انداز سے جسمانی توانائیوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۸ - کھانے کی طرح سونے میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھیں۔ اپنی عمر اور جسمانی ضرورت کے مطابق نیند پوری کریں - نہ اس قدر کم سوئیں کہ جسم میں تکان اور شکستگی باقی رہے اور نہ اتنا زیادہ سوئیں کہ سستی اور کاہلی پیدا ہو جائے - رات کو جلدی سوئیں اور سحرخیزی کی عادت ڈالیں۔

۹ - رہنے سہنے ' پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں ہمیشہ صفائی ستھرائی اور طہارت ونظافت کا اہتمام کریں۔ بدن کی صفائی ' لباس کی صفائی ' رہائش گاہ کی صفائی اور سامان خودونوش کی پاکیزگی تندرست رہنے کے لئے ازحد ضروری ہے۔

۱۰ - ہمیشہ معتدل اور متوازن غذا استعمال کریں - بسیار خوری سے بچیں - کھانا نہایت سکون و اطمینان اور خوشی و نشاط سے کھائیں۔ گھبراہٹ اور افراتفری کے عالم میں نہ کھائیں۔

۱۱۔ اپنے تمام اعضاء جسم بالخصوص آنکھوں اور دانتوں کی ہر ممکن حفاظت کریں۔ مضر چیزوں اور نقصان دہ حالات سے بچائیں۔ بیماری کی صورت میں علاج اور پرہیز کا پورا پورا اہتمام کریں۔

آداب نظافت

۱۔ اسلام پاکیزگی اور نظافت کا دین ہے۔ یہ زندگی کے ہر گوشے میں صفائی و ستھرائی، ہر کام میں سلیقہ ونفاست اور ہر معاملے میں وقار وشائستگی کا تقاضا کرتا ہے۔ پس ایک اچھے مسلمان کی حیثیت سے اپنی ذات، ماحول اور معاشرت کے سب دائروں میں ہمیشہ نفاست وپاکیزگی اور جمال وکمال کی اعلیٰ قدروں کو ملحوظ رکھیں۔

۲۔ اپنے بدن کے ظاہری اور پوشیدہ حصوں کو ہر وقت پاکیزہ، صاف اور آلائشوں سے بچائے رکھیں۔ صفائی اور نظافت کے فطری آداب کا مکمل اہتمام کریں۔ خصالِ فطرت جو اسلامی طہارت ونظافت کے اصول کہلاتے ہیں۔ درج ذیل ہیں:۔

ا۔ کلی

ب۔ مسواک

ج۔ ناک کی اندرونی صفائی

د۔ انگلیوں کے درمیان صفائی

ھ۔ ناخن کاٹنا

و۔ مونچھیں تراشنا

ز۔ داڑھی (ایک بالشت تک) بڑھانا

ح۔ بغل کے بالوں کی صفائی

ط۔ موئے زیر ناف کی صفائی

ی۔ ختنہ کرانا

۳۔ نیند سے بیدار ہونے پر ہاتھ جب تک دھو کر صاف نہ کرلیں، پانی کے برتن میں ہرگز نہ ڈالیں۔ منہ ہاتھ دھوئے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں۔

۴۔ ناک صاف کرنے اور بلغم تھوکنے میں ہر ممکن احتیاط اور مجلس کے آداب ملحوظ

رکھیں ۔ بار بار ناک میں انگلی ڈالنے ،مجلس میں بیٹھے بیٹھے تھوکنے اور رومال میں بلغم تھوک کر ملنے سے پرہیز کریں۔ یہ سب باتیں نظافت اور پاکیزگی کے خلاف ہیں۔

۵۔ پان، تمباکو یا نسوار کھانے کی عادت ہو تو منہ اور دانت صاف رکھنے کا از حد اہتمام کریں۔ بات کرتے وقت اپنا منہ مخاطب کے قریب نہ لے جائیں۔

۶۔ اپنا حلیہ ٹھیک رکھیں۔ ایسی ہیئت نہ بنائیں جس سے دوسروں کو گھن آئے۔ داڑھی اور سر کے بالوں میں کنگھا کریں۔ تیل ڈالیں۔ بڑھے ہوئے بال ترشوائیں اور جوؤں سے بچائیں۔

۷۔ ہمیشہ پاکیزہ، نفیس اور عمدہ لباس پہنیں۔ کپڑے اگر پرانے بھی ہوں تو صاف ستھرے ہونے چاہئیں۔ لباس کو ہر قسم کی نجاست، گردوغبار، اور میل کچیل سے پاک رکھیں۔

۸۔ کھانے میں ہمیشہ حلال، طیب اور پاکیزہ اشیاء استعمال کریں۔ ملاوٹ والی، ردی اور گلی سڑی چیزوں سے اجتناب کریں۔ پکانے میں نفاست، عمدگی اور صفائی کا ہر ممکن اہتمام کریں۔

۹۔ برتن ہمیشہ پاک صاف کر کے استعمال میں لائیں۔ رات کو سوتے وقت خالی برتن اوندھے کر کے رکھیں اور جن میں کھانے پینے کی اشیاء پڑی ہوں انہیں ڈھانپ دیں۔ موسم کے اعتبار سے خوراک کی حفاظت کا انتظام کریں۔

۱۰۔ جسم، خوراک اور لباس کے علاوہ اپنے گھر، جائے رہائش اور ماحول کی بھی صفائی، نظافت اور مناسب آرائش کا انتظام کریں۔ جھاڑو دیتے وقت گردوغبار سے بچنے کے لئے ناک اور منہ ڈھانپ لیں تاکہ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔

آداب طہارت

- استنجاء
- وضو
- غسل

استنجا

۱۔ جب بیت الخلا میں جانے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے وہ تمام چیزیں نکال کر رکھ دیں جن پر اللہ تعالیٰ کا نام یا متبرک کلام لکھا ہو۔

۲۔ رفع حاجت کے لئے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں۔ کھلے علاقے میں ہوں تو دور جائیں اور کسی چیز کی اوٹ میں بیٹھیں۔

۳۔ بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے بایاں پاؤں اندر رکھیں اور مسنون دعا پڑھیں۔ اس کے برعکس باہر نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالیں اور دعا پڑھیں۔

۴۔ بیت الخلا میں جاتے وقت پاؤں میں جوتا اور سر ڈھکا ہوا ہونا چاہیے اور جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہوں اپنا ستر نہ کھولیں۔

۵۔ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کریں۔ اگر کوئی شدید مجبوری اور اضطرار نہ ہو تو ہرگز کھڑے ہو کر پیشاب نہ کریں۔ اس میں بے حیائی اور ناپاکی کے علاوہ بہت سے نقصانات ہیں۔

۶۔ قضائے حاجت اور استنجا کے لئے قبلہ رو ہو کر یا قبلہ کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھیں۔ گھروں میں بیت الخلا بنواتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھیں۔ نیز جب بھی برہنہ حالت میں ہوں کعبہ شریف کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کریں۔ یہ احترام بیت اللہ کا تقاضا ہے۔

۷۔ غسل خانہ کے فرش پر، ٹھہرے ہوئے یا جاری پانی میں، نہر کے گھاٹ پر، قبرستان میں، مسجد و عید گاہ کے آس پاس، اور راستہ میں یا سایہ دار جگہ پر پیشاب کرنے سے احتراز کریں۔ اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ نیز یہ ادب و شائستگی کے خلاف ہے۔

۸۔ قضائے حاجت اور استنجا کرتے ہوئے کسی قسم کی بات چیت نہ کریں۔ اذان اور چھینک کا جواب نہ دیں۔ خود چھینک آئے تو دل میں الحمد اللہ کہیں۔ اس دوران کسی متبرک چیز کا نام لیں نہ ہی اس کے متعلق سوچیں۔

۹۔ بیت الخلا میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں۔ بلا ضرورت اپنا ستر دیکھیں نہ چھوئیں۔ کپڑوں اور بدن سے نہ کھیلیں۔ آسمان کی طرف اور اِدھر اُدھر نہ دیکھیں۔

۱۰۔ پیشاب اور استنجا کے لئے ایسی نرم وجاذب جگہ تلاش کریں جہاں سے چھینٹیں اڑ کر بدن یا لباس کو آلودہ نہ کریں۔ جہاں تک ہو سکے ہر قسم کی نجاست سے بچیں۔ اس بارے میں بے احتیاطی عذاب قبر کا باعث ہے۔

۱۱۔ نجاست دور کرنے کے لئے خوب تسلی سے استنجا کریں۔ مٹی کے ڈھیلے طاق عدد میں اور پانی وافر استعمال کریں۔ ہڈی' لید' گوبر' کوئلہ' کنکر' شیشہ کاغذ' آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا نہ کریں۔

۱۲۔ استنجا' استبرا اور اس طرح کے دوسرے کام ہمیشہ بائیں ہاتھ سے کریں۔ سیدھا ہاتھ صرف پاکیزہ اور ستھرے اعمال کے لئے ہے۔ استنجا کے بعد اپنے ہاتھ دھولیں۔

۱۳۔ عام گزر گاہوں یا لوگوں کے سامنے استنجا نہ کریں۔ آج کل عام طور پر لوگ پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرتے ہوئے عورتوں' بچوں' مردوں کے سامنے ٹہلتے رہتے ہیں۔ یہ سخت بے حیائی' شدید بیہودگی اور انتہائی ذلیل حرکت ہے۔ اس سے پرہیز کریں۔

وضو

۱۔ استنجا کے بعد تکمیل طہارت کے لیے وضو کر لیں اور کوشش کریں کہ ہر وقت با وضو رہیں۔ اس طرح انسان ہمیشہ ایک روحانی کیف اور باطنی پاکیزگی کے احساس سے سرشار رہتا ہے۔ اس کے اعضاء و جوارح پاک و صاف رہتے ہیں۔ اس کا جسم متعدد بیماریوں سے بچ جاتا ہے اور اس کے دل و دماغ شیطان کے اثرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پھر وضو نہ صرف یہ کہ نماز اور کئی دیگر عبادات کی لازمی شرط ہے بلکہ خود ایک مستقل اور مکمل عبادت بھی ہے۔ اس اعتبار سے ہر وقت باوضو رہنا گویا ایک دائمی عبادت ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کی اعلیٰ منزلوں سے ہمکنار کرتی ہے۔

۲۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہہ کر وضو شروع کریں اور ہر عضو کو دھوتے وقت مسنون دعائیں پڑھتے رہیں۔ اس طرح ذہنی اور قلبی یکسوئی برقرار رہے گی اور اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا۔ وضو سے فارغ ہو کر کلمہ شہادت اور دعائے ماثور پڑھیں۔ پھر مسجد میں آکر دو رکعت تحیتہ الوضو ادا کریں۔ اس کا بہت ثواب ہے۔

۳۔ وضو نہایت اہتمام کے ساتھ کریں۔ یہ باطن کی صفائی اور روح کی پاکیزگی کا عمل ہے۔ یہ عبادت کی شرط اور نجات کی کنجی ہے۔ اس لیے غفلت اور لاپروائی سے یونہی اعضاء جسم کو بھگو کر نہ اٹھ جائیں بلکہ پوری توجہ، کامل یکسوئی اور انتہائی خشوع و خضوع سے مکمل وضو کریں۔ احساس یہ ہو کہ بارگاہ الٰہی میں حاضری کی تیاری کر رہا ہوں۔

۴۔ کسی پاک و صاف اور اونچی جگہ، قبلہ رخ بیٹھ کر وضو کریں۔ پانی ضرورت کے مطابق استعمال کریں۔ کم لیں نہ زیادہ بہائیں۔ وضو خود اپنے ہاتھ سے کریں۔ بلا عذر کسی سے مدد نہ لیں۔ وضو کرتے ہوئے دنیاوی باتیں نہ کریں۔

۵ - ہر وضو میں پابندی کے ساتھ مسواک کیجئے ۔ یہ منہ کی پاکیزگی ' بہت سی بیماریوں سے شفاء اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا ذریعہ ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

" اگر مجھے امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کی ادائیگی کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا ۔ "

۶ - وضو کی نیت کریں تو پہلے دونوں ہاتھ کلائی تک دھو لیں ۔ پھر سنت کے مطابق ترتیب سے مکمل وضو کریں ۔ دائیں طرف سے اعضاء کو دھونا شروع کریں۔ ہر عضو کو تین بار دھوئیں اور اس پر ہاتھ پھیریں تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہے ۔ وسوسے میں مبتلا ہو کر زیادہ پانی نہ بہائیں ۔ وضو پے در پے کریں یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھو لیں تاکہ تسلسل قائم رہے ۔

۷ - وضو کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ تمام اعضاء وضو اچھی طرح دھل جائیں ۔ کوئی حصہ خشک نہ رہے ۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں اور داڑھی میں خلال کریں ۔ پاؤں کی ایڑیوں پر ہاتھ پھیریں ۔ پورے سر ' کانوں اور گردن کا مسح کریں ۔ پاؤں کا مسح کافی نہیں ' دھونا ضروری ہے ۔ چمڑے کے موزوں پر مسح کر سکتے ہیں ' لیکن عام جرابوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا ۔ دین میں سہولتیں ڈھونڈنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔

۸ - وضو میں دھوپ سے گرم شدہ پانی استعمال نہ کریں ۔ سونے چاندی کے برتنوں سے احتراز کریں ۔ دوران وضو اپنا منہ اور آنکھیں بہت سختی سے بند نہ کریں کہ خشک رہ جائیں ۔ منہ دھوتے وقت پانی کا زور سے چھینٹا نہ ماریں اور ہاتھ نہ جھٹکیں تاکہ پانی میں چھینٹیں نہ پڑیں ۔ انگوٹھی وغیرہ پہنی ہو تو اسے ہلا لیں تاکہ نیچے پانی پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہے ۔

غسل

۱۔ جب بھی غسل فرض ہو جائے تو ہرگز دیر نہ لگائیں، فوراً نہالیں۔ ناپاکی انسان کے لئے اخلاقی اور روحانی اعتبار سے ناپسندیدہ اور پست حالت ہے۔ اس دوران آدمی خدا سے دور اور شیطان سے قریب ہوتا ہے۔ زیادہ دیر ناپاک رہنے سے دل مردہ، روح آلودہ اور ذہن بیہودہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ غسل طہارت میں تین چیزیں فرض ہیں : کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور تمام بدن کو پانی سے دھونا۔ ان کے بغیر غسل نہیں ہوتا۔ کلی اس طرح کریں کہ حلق تک پورا منہ تر ہو جائے ۔ ناک میں نرم ہڈی تک پانی پہنچائیں ۔ تین بار پورے جسم پر اس طرح پانی بہائیں کہ کوئی جگہ خشک نہ رہے ۔ اگر ذرا سا حصہ بھی دھونے سے رہ گیا تو غسل باطل ہو گا۔

۳۔ غسل شروع کرنے سے پہلے دل میں پاکی حاصل کرنے کی نیت کریں اور بسم اللہ پڑھیں۔ دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئیں۔ بدن پر کوئی نجاست لگی ہو تو اسے دور کریں۔ پھر پورا وضو کریں۔ البتہ اگر نیچے پانی جمع ہو تو پاؤں بعد میں دھولیں ۔ وضو کے بعد غسل کریں۔

۴۔ غسل میں پہلے تین بار سر دھوئیں اور اس کے بعد باقی جسم پر پانی بہائیں۔ بدن کو اچھی طرح ہاتھوں سے ملیں تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہے۔ پہلے دائیں طرف پانی بہائیں پھر بائیں جانب۔ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائیں۔ تمام اعضاء بدن کو تین بار دھوئیں اور تسلسل پر قرار رکھیں تاکہ ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھل جائے۔

۵۔ غسل ایسی جگہ کریں جہاں کسی کی نظر نہ پڑے ۔ شرم و حیا کا تقاضا یہ ہے کہ

تنہائی میں بھی کپڑا باندھ کر نہائیں۔ غسل کرتے وقت باتیں نہ کریں۔ قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ ہونے پائے۔ پانی ضرورت سے کم یا زیادہ نہ لیں۔ غسل کے بعد جسم فوراً ڈھانپ لیں اور بدن خشک کریں۔

۶۔ جمعہ، عیدین، حج و عمرہ کے احرام اور حاجی کے لئے عرفہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ قبول اسلام کے وقت، بالغ ہونے پر، جنون، بے ہوشی یا نشہ سے افاقہ کے بعد، نیا لباس پہننے کے لئے، میت کے نہلانے پر، شب برات، شب قدر، عرفہ کے دن، مزدلفہ میں قیام کے وقت، طواف زیارت کے لئے، مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے اور دینی مجالس میں شرکت کے لئے غسل کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔

آداب لباس

۱۔ انسان کی ستر پوشی' زیب وزینت اور وقاروشائستگی کے لئے لباس خدا کا عظیم عطیہ ہے۔ اس نعمت پر شکر گزاری اور فرمانبرداری کا تقاضا ہے کہ انسان وہ لباس پہنے جسے دیکھ کر محسوس ہو کہ یہ کوئی مہذب' شائستہ' اور خدا ترس انسان ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لئے شریعت نے لباس کی جو حدود مقرر کی ہیں' ان کی پاسداری کریں۔ ایسا لباس پہنیں جو ستر پوشی اور حفاظت جسم کے علاوہ حیا وعفت' تہذیب و شرافت اور سلیقہ و جمال کا آئینہ دار ہو۔

۲۔ اپنی حیثیت کے مطابق جائز ذرائع سے جو عمدہ' نفیس اور آرام دہ لباس میسر ہو پہنیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جس بندے پر اللہ کا فضل ہو اسے اچھا لباس پہننا چاہیے تاکہ اس پر رب کی نعمت کا اثر ظاہر ہو"۔

۳۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ طرز معاشرت' تمدن اور لباس میں اپنی وضع قطع چھوڑ کر دوسروں کی نقل نہ کریں' ورنہ جس قوم کی مشابہت اختیار کریں گے روز قیامت اسی کے زمرہ سے اٹھائے جائیں گے۔ اسی طرح مرد زنانہ لباس نہ پہنیں۔ ایسا کرنا حرام اور موجب لعنت ہے۔

۴۔ ہمیشہ سادہ 'باوقار اور مہذب طریقے سے زندگی گزاریں۔ رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں بھی ذوق اور سلیقے کا مظاہرہ کریں۔ لباس ایسا زیب تن کریں جو انسانی وقار' عزت اور حیا کے تقاضے پورے کرتا ہو۔

۵۔ ہمیشہ صاف ستھرا' نفیس اور اجلا لباس پہنیں۔ صفائی' طہارت اور مناسب زیبائش سے انسان کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ عورتیں شوخ اور رنگین لباس پہن سکتی ہیں لیکن مردوں کے لئے سفید لباس پہننا بہتر ہے کہ سفید رنگ کو نہایت عمدہ' پاکیزہ اور

پسندیدہ ٹھہرایا گیا ہے۔ نیا لباس زیب تن کرتے وقت خوشی کا اظہار کیجئے اور مسنون دعا پڑھ کر اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کیجئے۔

۶۔ ایسا لباس ہرگز نہ پہنیں جس سے نمودو نمائش اور فخروغرور کا اظہار ہو۔ لوگوں میں نمایاں اور ممتاز نظر آنے کی خاطر اپنی حیثیت اور وسعت سے بڑھ کر قیمتی لباس نہ پہنیں۔ اپنی دولت مندی کی بے جا نمائش اور فضول خرچی سے دوسروں کی تحقیر نہ کریں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

۷۔ مردوں کے لئے کسی ضرورت اور مجبوری کے بغیر خالص ریشم کا کپڑا پہننا حرام ہے کیونکہ یہ عیش و تنعم اور نسوانی زیب و زینت کا آئینہ دار ہے جو مردانہ زندگی اور وقار کے خلاف ہے۔

۸۔ عورت ایسے کپڑے پہنے جس میں اس کا پورا جسم چھپا رہے۔ ایسا باریک اور شفاف یا چست لباس پہننا جس سے بدن جھلکے اور بے پردگی ہو' یا جسم کے خطوط نمایاں کرے اور بے حیائی کا موجب ہو سخت حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں کو جو کپڑے پہن کر بھی ننگی نظر آتی ہیں عبرت ناک انجام کی خبر دی ہے۔

۹۔ خواتین ہر وقت دوپٹہ سے اپنا سر اور سینہ چھپائے رکھیں۔ دوپٹہ ایسا باریک نہ ہو جس سے سر کے بال نظر آئیں اور زینت نمایاں ہو۔

۱۰۔ کپڑے ہمیشہ داہنی طرف سے پہننا شروع کریں' یعنی پہلے سیدھا ہاتھ سیدھی آستین میں ڈالیں' پھر الٹا۔ اسی طرح پائجامہ پہلے سیدھے پاؤں میں پہنیں پھر الٹے میں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کام میں سیدھی جانب سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے۔

آداب زینت

۱۔ اسلام جمال و کمال کا دین ہے۔ اس لیے وہ مردوں اور عورتوں کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مناسب زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کی نہ صرف اجازت دیتا بلکہ پسند کرتا ہے۔

۲۔ عورتیں بلاعذر شرعی سر کے بال کٹوائیں نہ ہی مصنوعی بال استعمال کریں کہ یہ ناجائز ہے۔ مرد بھی اگر بال رکھیں تو ان کی خوب نگہداشت کریں۔ انہیں صاف ستھرا رکھیں۔ کنگھی، تیل اور خوشبو کا انتظام کریں۔ ہو سکے تو ہر روز تیل اور خوشبو لگائیں۔ تاہم عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے جس کا رنگ ظاہر اور بو مخفی ہو اور مردوں کی اس کے برعکس۔ مصنوعی خوشبو جس میں الکحل کی آمیزش ہو استعمال کرنا مناسب نہیں۔ قدرتی خوشبو اور خوبصورت پھول خدا کا عطیہ ہیں۔ ان کے استعمال پر خدا کا شکریہ ادا کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔

۳۔ مرد سنت کے مطابق داڑھی ضرور رکھیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اتباع کا تقاضا ہونے کے علاوہ مردانہ وجاہت اور جمال کی نشانی بھی ہے۔ داڑھی منڈوا کر عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش مرد کے حسن و وقار میں کمی کرتی ہے۔

۴۔ سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھا ضرور کریں۔ یہ جمال و آرائش کا باعث ہے۔ کنگھا بیٹھ کر کرنا چاہیے۔ سونے یا چاندی کا کنگھا استعمال نہ کریں۔

۵۔ آنکھوں میں سرمہ لگانے کی عادت ڈالیں کہ یہ باعث منفعت بھی ہے اور زینت و آرائش بھی۔

۶۔ مسواک یا کسی اور طریقے سے دانت صاف کرنے کا اہتمام ضرور کریں۔ البتہ

مسواک سنت ہونے کے باعث زیادہ پسندیدہ ہے ۔ اس سے منہ صاف اور خوشبودار رہتا ہے۔ دانت صاف ' مضبوط اور خوش نما ہوتے ہیں ۔

۷ ۔ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنیں ۔ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔ انگوٹھی میں اگر مقدس نقش پہنا ہو تو بیت الخلا میں جاتے وقت اتار لینا بہتر ہے۔

۸ ۔ عورت اپنے شوہر کے لیے گھر کی چاردیواری میں رہتے ہوئے مناسب آرائش وسنگھار کا اہتمام کر سکتی ہے مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ میک اپ کر کے اور بن سنور کے گھر سے نکلنا یا نامحرم کے سامنے آنا حرام اور موجب شر ہے ۔

۹ ۔ مرد سونے کی انگوٹھی ' زنجیری اور بٹن وغیرہ کوئی چیز استعمال نہ کریں کہ یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ مرد اپنے کان چھدوانے اور بالی وغیرہ پہننے سے بھی اجتناب کریں۔ مغربی فیشن کی نقالی سے بچنے کی کوشش کریں ۔

آداب طعام

۱۔ ہمیشہ حلال اور پاکیزہ رزق کھائیں ۔ حرام ' نجس اور مشتبہ چیزوں سے سختی کے ساتھ اجتناب کریں ۔ حلال اور پاکیزہ خوراک سے انسان کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور حرام غذا سے جس بدن کی نشوونما ہو وہ تقویٰ سے محروم رہتا ہے ۔

۲۔ لذیذ طعام کھانا ' دوسروں کو کھلانا اور اس کی تیاری میں عمدگی اور نفاست کا اہتمام کرنا پسندیدہ ہے ' مگر حیوانات کی طرح ہر وقت کھانے پینے ہی کے خیال میں نہ رہیں۔ عبادت الٰہی اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے قوت و توانائی حاصل کرنے کی نیت سے کھانا کھائیں ۔ اس طرح حسن نیت کی وجہ سے کھانے پینے پر عبادت کا ثواب ملے گا۔

۳ ۔ کھانا تیار کرنے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ طعام کو زیادہ لذیذ اور مرغن بنانے یا زیادہ دیر تک پکانے سے اس کا مادۂ غذائیت ختم نہ ہو جائے ' ورنہ خوراک مفید ہونے کی بجائے مضر ثابت ہو سکتی ہے ۔

۴ ۔ کھانا کبھی طبیعت کی شدید رغبت ' اشتہا اور بھوک کے بغیر ہرگز نہ کھائیں۔ جو بھی طعام میسر آئے ' نعمت الٰہی تصور کر کے خوشی اور شکر کے ساتھ کھائیں ۔ کھانے میں نقص کبھی نہ نکالیں۔ اگر طبیعت گوارا نہ کرے تو خاموشی سے ہاتھ کھینچ لیں۔

۵ ۔ کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھو لیں مگر کسی کپڑے سے خشک نہ کریں۔ یہ طہارت ونظافت کا تقاضا بھی ہے ' صحت کی حفاظت اور خیر و برکت کا ذریعہ بھی ۔

۶ ۔ " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " پڑھ کر کھانا شروع کریں ۔ اس کے بغیر کھانے میں برکت نہیں رہتی ۔ اگر شروع میں بھول جائیں تو دوران طعام یاد آنے پر " **بسم اللہ اولہ و آخرہ** " کہہ لیں ۔

۷ ۔ کھانا جانوروں کی طرح کھڑے ہو کر ' لیٹ کر یا مغروروں کی طرح تکیہ لگا کر ہرگز

نہ کھائیں ۔ یہ خدا کی نافرمانی ' انسانی وقار کے منافی اور طبی حیثیت سے مضر ہے۔

۸ ۔ کھانا کھانے کے لیے دسترخوان پر نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اکڑوں یا دو زانو بیٹھیں یا دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں ۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاکیزہ سنت ہے ۔

۹ ۔ کھانا دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھائیں ۔ لقمہ چھوٹا لیں اور اچھی طرح چبائیں ۔ نوالہ صاف جگہ پر گر جائے تو اٹھا کر کھالیں ۔ کھانا اطمینان سے آہستہ آہستہ کھائیں۔ جلدی نہ کریں ۔ گرم کھانا نہ کھائیں ۔ ٹھنڈا کرنے کے لیے پھونکیں نہ ماریں ۔ اس طرح کھانا آلودہ اور مضر ہو جاتا ہے۔ کھانے کے لیے سونے چاندی کے برتن استعمال نہ کریں ۔

۱۰ ۔ کھانا مقررہ اوقات میں اور گنجائش چھوڑ کر کھائیں۔ بے وقت اور پیٹ بھر کر کھانے سے انسان طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ رات کو کچھ نہ کچھ ضرور کھائیں ۔ خالی پیٹ نہ سوئیں ۔ اس سے ضعف پیدا ہوتا ہے ۔ ظہرانے کے بعد ہو سکے تو قیلولہ کریں اور شام کے کھانے کے بعد کچھ دیر ٹہلیں ۔

۱۱ ۔ کھانا الگ الگ بھی کھا سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ سب ایک ساتھ مل کر کھائیں۔ اس سے باہم الفت و محبت بڑھتی اور کھانے میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی کھانے میں آہستہ کھانے والوں کا خیال رکھیں ۔ دوران طعام دوسرے لوگوں کا منہ نہ دیکھیں بلکہ نگاہ نیچی رکھیں ۔

۱۲ ۔ کھانا کھانے کے دوران زیادہ باتیں کریں نہ بالکل خاموش رہیں اور نہ ہی کوئی ایسی بات یا حرکت کریں جس سے دوسروں کو گھن آئے ۔

۱۳ ۔ کھانے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں ۔ پھر اپنے ہاتھ دھوئیں '

کلی کریں اور دانتوں کا خلال کریں ۔ اس سے منہ اور دانتوں کی صفائی ہوتی اور بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے ۔

۱۴ ۔ پیاس بجھانے کے لیے سادہ پانی بہترین ہے ۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر ' سیدھے ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر پیجئے ۔ آب زمزم قبلہ رخ کھڑے ہو کر پیجئے ۔ پانی تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پئیں اور ہر دفعہ برتن منہ سے ہٹا کر سانس لیں ۔ پانی پینے کے بعد " الحمد للہ " کہیں۔

۱۵ ۔ پانی ہمیشہ پاک ' تازہ اور صاف ستھرا پئیں ۔ ناپاک اور حرام مشروب سے اجتناب کریں۔ اس میں خدا کی ناراضگی کے علاوہ اپنی صحت کی تباہی بھی ہے۔

۱۶ ۔ ایسے برتن سے منہ لگا کر پانی پینے سے احتراز کریں جس کے اندر پانی نظر نہ آتا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے اس طرح کوئی گندی یا مضر چیز پیٹ میں جا کر تکلیف کا باعث بنے۔ اسی طرح ٹوٹے ہوئے برتن کے شکستہ کنارے سے منہ لگا کر نہ پئیں ۔

۱۷ ۔ دوسروں کو پانی پلانے والا اپنے دائیں والے شخص سے شروع کرے اور خود سب سے آخر میں پیے ۔ دوسروں کو پانی پلانا بڑے اجر و ثواب کی بات ہے۔

آداب کلام

۱۔ بلاضرورت گفتگو نہ کریں۔ خاموشی میں انسان کا وقار اور سلامتی ہے۔ بات ہمیشہ واضح، ضروری اور مختصر کریں۔ جو کہیں سچے دل سے کہیں۔ یاد رکھیں کہ آدمی جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے، خدا کی بارگاہ میں اس کا حساب دینا ہو گا۔ اس لیے اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ اکثر گناہ اسی سے سرزد ہوتے ہیں۔

۲۔ ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالیں۔ جھوٹ تمام اخلاقی برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔ اس سے انسان کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ ہمیشہ مسکراتے ہوئے، انتہائی نرم اور ملائم لہجے میں، ٹھہر ٹھہر کر، دھیمے اور دلنشیں انداز میں گفتگو کریں تاکہ مخاطب باسانی بات سمجھ لے اور اس کے دل پر اثر ہو۔ سخت، بے لوچ اور ناگوار گفتگو نہ کریں۔

۴۔ ہمیشہ انصاف اور حق کی بات کریں۔ کسی کی ناحق طرفداری یا مخالفت نہ کریں۔ افراط و تفریط اور مبالغہ آمیزی سے بچیں۔ بے ہودہ، تکلیف دہ اور فساد انگیز باتوں سے اجتناب کریں۔ لایعنی اور فضول کلام روز قیامت حسرت و افسوس کا باعث ہو گا۔

۵۔ کبھی کوئی بری بات زبان پر نہ لائیں۔ کسی کی غیبت، چغلی اور بدگوئی نہ کریں۔ کسی پر الزام تراشی، گالی گلوچ، طنز و استہزاء اور تذلیل و تحقیر سے اجتناب کریں۔

۶۔ کسی جاہل، کم ظرف اور جھگڑالو آدمی سے فضول باتوں میں نہ الجھیں۔ سلام کر کے مناسب طریقے سے گزر جائیں۔

۷۔ عورتیں بلاضرورت نامحرم مردوں سے گفتگوں نہ کریں۔ اگر اس کا موقع آجائے تو لہجہ میں ایسی نزاکت، لوچ اور گھلاوٹ پیدا نہ کریں کہ سننے والے کے دل میں کوئی

برا خیال پیدا ہو۔

۸۔ گفتگو انتہائی سنجیدگی، وقار اور سلیقے سے کریں۔ ہر وقت ہنسی مزاح نہ کریں۔ بلاوجہ گفتگو کو طول نہ دیں۔ کسی کی خوشامد اور منت سماجت نہ کریں۔

۹۔ مخاطب کے ذہن و فکر اور صلاحیت کے مطابق مناسب انداز میں بات کریں اور نرمی و سہولت کے ساتھ دُہرا کر بات سمجھانے کی کوشش کریں۔ کسی کی بات کا جواب خوب سوچ سمجھ کر دیں۔ حقیقت معلوم نہ ہو تو خواہ مخواہ غلط بیانی سے کام نہ لیں۔

۱۰۔ دینی مسائل پر گفتگو یا وعظ و تقریر میں نہایت سادہ اور فطری انداز اختیار کریں۔ بات صدق دل، شوق و جذبے اور سوز و گداز سے کریں۔ شہرت و ناموری، فخر و غرور یا محض تفریح و دل لگی کے لیے تقریریں کرنا بدترین عمل ہے۔

۱۱۔ دو آدمی باہم گفتگو کر رہے ہوں تو بلا اجازت دخل نہ دیں۔ کسی کی بات نہ کاٹیں۔ دوسروں کی زیادہ سنیں اور خود کم بولیں۔ بات کرتے وقت کسی کی طرف اشارہ نہ کریں کہ اس کے دل کو تکلیف پہنچے۔

۱۲۔ گفتگو کرتے ہوئے اپنے مخاطب کی عمر، حیثیت اور اس سے اپنے تعلق کی نوعیت پیش نظر رکھیں۔ بزرگوں کا ادب و احترام کریں۔ دوستوں سے بے تکلفی برتیں اور چھوٹوں پر شفقت کریں۔

۱۳۔ دوران گفتگو تھوکنے، جمائی لینے یا ناک صاف کرنے سے باز رہیں۔ قہقہ لگا کر نہ ہنسیں۔ تالی نہ بجائیں۔ راستے میں، گلی میں اور کسی کے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر زیادہ دیر تک گفتگو کرنے سے احتراز کریں۔

آداب سفر

- سفر
- راستہ

سفر

۱۔ سفر ہمیشہ تین مقاصد کے لیے کریں :۔

(ا) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی جس سے توشۂ آخرت حاصل ہو۔

(ب) کسب معاش اور طلب روزگار کے لیے جس سے ضروریات زندگی پوری ہوتی ہوں۔

(ج) سیروسیاحت اور جائز تفریح کے لیے جس سے مشاہدات و تجربات میں اضافہ ہو۔

یاد رکھیں ! کسی جرم، گناہ یا ناجائز کام کے لیے سفر ہرگز اختیار نہ کریں۔

۲۔ سفر اختیار کرتے وقت ضروری اور کار آمد چیزیں ہمراہ لے جانا عقلمندی کا تقاضا ہے۔ اس لیے جب سفر کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اپنا ضروری سامان تیار کریں تاکہ عین وقت پر پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

۳۔ خطرات کی صورت میں تنہا سفر نہ کریں۔ کوئی نہ کوئی رفیق سفر اپنے ہمراہ ضرور لیں تاکہ سامان کی حفاظت اور دوسری ضروریات پوری کرنے میں سہولت رہے۔ عورت ہمیشہ کسی محرم کے ہمراہ سفر کرے، الا یہ کہ معمولی سفر ہو یا کوئی شدید مجبوری لاحق ہو۔

۴۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ منزل تک پہنچنے میں کم سے کم وقت خرچ ہو۔ نمازیں بر وقت پڑھنے کا اہتمام کریں۔ سفر پر روانگی کے لیے جمعرات کا دن اور صبح کا وقت پسندیدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود سفر پر تشریف لے جاتے یا کسی کو روانہ فرماتے تو عام طور پر جمعرات کا دن مناسب خیال کرتے۔

۵۔ سفر کے لیے گھر سے نکلتے وقت چار رکعت نماز سفر ادا کریں۔ اہل خانہ کی

حفاظت وعافیت کے لیے دعا کریں۔ پھر سفر سے واپسی پر بھی شکرانے کے نفل پڑھیں۔ جب سواری پر بیٹھ جائیں اور سواری چلنے لگے تو سفر کی مسنون دعا پڑھیں۔

۶ - اپنے ہم سفر ساتھیوں ' رفقاء اور دوسرے مسافروں کی سہولت و آرام کا ہر ممکن خیال رکھیں۔ ان کے ساتھ نرمی ' خوش اخلاقی اور ہمدردی سے پیش آئیں۔ دکھ سکھ میں شریک ہوں اور ضرورتوں میں ان کے کام آئیں۔ اپنے قول ' عمل یا کسی رویے سے انہیں جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچائیں۔

۷ - چند آدمی مل کر سفر کر رہے ہوں تو بہتر ہے کہ وہ کسی ایک کو اپنا امیر بنا لیں اور باہمی مشورے سے اس کی رہنمائی میں سفر طے کریں۔ البتہ ہر شخص اپنا ٹکٹ' ضرورت بھر رقم اور دوسرا ناگزیر سامان اپنے پاس رکھے تاکہ ہر قسم کے ضرر و نقصان سے بچ سکیں۔

۸ - دوران سفر لغو اور بے ہودہ مشاغل سے اجتناب کریں۔ نمازوں اور دیگر روحانی معمولات کی پابندی کریں۔ ہر موقع پر مسنون دعا پڑھیں - بلندی پر چڑھتے وقت "**اللہ اکبر**" اور اترتے وقت "**سبحان اللہ**" کہیں۔

۹ - سفر کی غرض پوری ہوتے ہی فوراً گھر واپس آنے کی کوشش کریں۔ بلاضرورت سفر میں نہ رہیں۔ واپس لوٹتے وقت حسب استطاعت اپنے اہل و عیال اور ہو سکے تو احباب کے لیے بھی تحائف لیتے آئیں۔

۱۰ - طویل سفر سے واپسی پر اچانک گھر میں داخل نہ ہوں بلکہ پہلے سے اطلاع دے کر آئیں تاکہ گھر والے آپ کے استقبال کے لیے مناسب تیاری کر لیں۔

۱۱ - جب کوئی سفر پر روانہ ہو تو مشایعت کے لیے کچھ دور اس کے ساتھ جائیں۔ رخصت کرتے وقت اس سے اپنے لیے دعا کی درخواست کریں اور اس کو دعا دیتے

ہوئے رخصت کریں۔

۱۲۔ جب کوئی سفر سے لوٹے تو نہایت خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کریں۔ سفر کا مقصد پورا ہونے پر مبارک دیں اور موقع کے لحاظ سے مصافحہ' معانقہ بھی کریں۔

راستہ

۱۔ راہ چلتے وقت اپنے ہاتھ پر راستے کے کنارے کنارے چلیں۔ سڑک پر یا درمیان میں نہ چلیں کہ مبادا کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑ جائے۔ کھیتوں، پارکوں اور بازاروں وغیرہ میں گزرنے کے لئے جو راستے مخصوص ہوں انہیں پر چلیں تاکہ نقصان نہ ہو۔

۲۔ حسنِ ذوق، متانت و سنجیدگی اور تہذیب و وقار کا لحاظ رکھیں۔ معتدل رفتار سے چلیں۔ نگاہیں نیچی رکھیں اور بلا ضرورت اِدھر اُدھر جھانکنے سے گریز کریں۔

۳۔ حتی الامکان راستے میں بیٹھنے سے احتراز کریں۔ لوگوں کی آمدورفت میں کوئی خلل یا رکاوٹ پیدا نہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے راہگیروں کو تکلیف ہو۔ گاڑی چلاتے ہوئے اور پارک کرتے وقت لوگوں کی سہولت کا خیال رکھیں۔ افراتفری نہ پیدا کریں۔

۴۔ راستے میں کوڑا کرکٹ نہ پھینکیں۔ پیشاب پاخانہ نہ کریں۔ تعفن اور بدبو نہ پھیلائیں ۔ پھلوں کے چھلکے، پانی، تیل اور کوئی ایسی چیز نہ ڈالیں جس سے راہگیروں کے پھسلنے یا کپڑے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ راستے میں تھوکنے اور ناک صاف کرنے سے پرہیز کریں۔

۵۔ راستے میں کوئی گڑھا وغیرہ نہ کھودیں۔ اگر کوئی گڑھا یا مین ہول کھلا ہوا نظر آئے تو اس کی مرمت کرنے کے لئے متعلقہ اداروں کو اطلاع دیں۔

۶۔ اگر کبھی راستے میں رکنا یا بیٹھنا پڑ جائے تو درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں: اجنبی لوگوں پر نگاہ نہ ڈالیں۔ تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹا دیں۔ سلام کا جواب دیں۔ نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتائیں اور

مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کریں۔

۷۔ مسافروں کے آرام اور سہولت کے لئے عام گزر گاہوں ' معروف راستوں اور مناسب جگہوں پر قیام' طعام' پانی کی سبیل' بیت الخلا ' طبی امداد اور ہنگامی خدمات کا انتظام کیا جائے۔ متعلقہ اہل کار مسافروں کے ساتھ نرمی' ہمدردی اور حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔

آداب نیند

۱۔ نیند خدا کی نعمت ہے جو انسان کو دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد راحت و آرام مہیا کر کے صبح از سرنو کام کے لیے تیار کرتی ہے۔ رات کو عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جلدی سو جائیں۔ لہو و لعب یا خوش گپیوں میں وقت ضائع نہ کریں تاکہ رات کا زیادہ حصہ آرام کر کے صبح جلدی بیدار ہو سکیں۔

۲۔ رات کو زیادہ دیر جاگنے اور دن کو نیند پوری کرنے کی عادت نہ ڈالیں۔ خدا نے رات کو آرام اور دن کو کام کرنے کے لیے بنایا ہے۔ اس لیے رات کو جلد سونے اور سحر کے وقت اٹھنے کی کوشش کریں۔

۳۔ بہتر یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے وضو اور مسواک کر لیں اور پاک صاف ہو کر سوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہی معمول مبارک تھا۔ سوتے وقت بسم اللہ، کلمہ طیبہ اور درود شریف پڑھنے کے بعد مسنون دعا پڑھ کر سوئیں۔

۴۔ سوتے وقت اپنے دن بھر کے اعمال کا محاسبہ کریں۔ نیکیوں اور برائیوں کا جائزہ لیں۔ خدا کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کریں۔

۵۔ سونے سے قبل گھر کا دروازہ بند کر لیں۔ کھانے کے تمام برتن ڈھانپ دیں۔ آگ بجھا دیں۔ بستر اچھی طرح جھاڑ لیں اور ضرورت کی اشیاء اپنے بستر کے قریب رکھ لیں۔

۶۔ سوتے وقت قبلہ رخ، اپنی دائیں کروٹ پر، سیدھا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سوئیں۔ پیٹ کے بل نہ لیٹیں کہ یہ حالت ناپسندیدہ ہے۔ بغیر منڈیر کی چھت پر نہ سوئیں۔ اس سے گرنے کا اندیشہ اور بے پردگی کا امکان ہے۔ ایسے بند کمروں میں سونے سے بھی پرہیز کریں جہاں تازہ ہوا کا گزر نہ ہو۔

۷ ۔ سحر کے وقت بیدار ہو کر نماز تہجد ادا کرنے کی عادت ڈالیں۔ سحرخیزی بہت بڑی سعادت ہے اور نماز تہجد اللہ تعالیٰ کے ہاں فرائض کے بعد سب سے افضل اور پسندیدہ نماز ہے۔ یہ قرب الٰہی کا ذریعہ، گناہوں کا کفارہ اور برائیوں سے رکاوٹ بنتی ہے۔

۸ ۔ نیند سے بیدار ہوں تو مسنون دعا پڑھیں اور کوئی برتن اٹھانا یا پانی میں ہاتھ ڈالنا چاہیں تو پہلے اپنے ہاتھ اچھی طرح دھو لیں۔ اس لیے کہ ہو سکتا ہے رات کو سوتے میں ہاتھ آلودہ ہو گئے ہوں۔

۹ ۔ نیند میں کوئی اچھا خواب دیکھیں تو اس پر خوش ہوں اور خدا کا شکر ادا کریں۔ اگر خدانخواستہ کوئی ناپسندیدہ خواب نظر آئے تو اس کے شر سے خدا کی پناہ مانگیں۔ اپنے خواب ہر شخص سے بیان نہ کریں ۔ کسی ماہر عالم سے تعبیر معلوم کریں اور اس کے مطابق مناسب رویہ اپنائیں۔

آداب مسرت

۱۔ خوشی کے موقع پر اظہار مسرت انسان کا طبعی تقاضا اور فطری ضرورت ہے۔ دین اسلام فطری ضرورتوں کو پورا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لہٰذا خوشی کے تمام جائز مواقع پر اظہار مسرت کا مناسب اہتمام کریں۔

۲۔ خوشی منانے میں دینی ذوق اور اسلامی ہدایات کا ضرور لحاظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالائیں جس نے آپ خوشی عطا فرمائی ہے۔ مسرت کا اظہار حد اعتدال میں رہ کر کریں۔ فخر و غرور اور نمود و نمائش سے بچیں اور سادگی و نیازمندی کا مظاہرہ کریں۔

۳۔ اپنی خوشی میں دوسروں کو بھی شریک کریں۔ اسی طرح دوسروں کی خوشی میں خود بھی شرکت کر کے ان کی مسرتوں میں اضافہ کریں۔ خوشی کے مواقع پر باہم مبارکباد دینے کا بھی اہتمام کریں۔

۴۔ خوشی کے مختلف مواقع پر جیسے کسی مقصد میں کامیابی، شادی بیاہ، لمبے سفر سے واپسی، بچے کی پیدائش وغیرہ پر اظہار مسرت کے لئے اجتماعی تقریبات کا اہتمام کریں۔ تاہم ان تقریبات میں غیر شرعی رسوم، لہولعب اور اسراف سے گریز کریں۔

۵۔ شادی بیاہ کے موقع پر خوب خوشی منائیں۔ اس خوشی میں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی شریک کریں اور انہیں اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق کچھ کھلانے پلانے کا اہتمام کریں۔

آداب غم

۱۔ مصائب و آلام کو ہمیشہ صبر و سکون اور ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کریں۔ رنج و غم کو حد اعتدال سے نہ بڑھنے دیں۔ اس دنیا میں کوئی انسان مصیبت و تکلیف اور رنج و الم سے بے خوف اور محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا شدید پریشانی کے عالم میں بھی مایوسی کا شکار نہ ہوں بلکہ صبر و استقامت کا پیکر بن کر حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔

۲۔ کسی تکلیف اور حادثے پر رنج و غم کا اظہار ایک فطری چیز ہے۔ لیکن شدید ترین کرب و اضطراب کے عالم میں بھی زبان سے کوئی غلط لفظ نہ نکالیں اور صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

۳۔ جب کوئی حادثہ یا نقصان ہو جائے یا کوئی ناگہانی مصیبت و تکلیف پہنچے تو فوراً

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

"یعنی ہم خدا ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

پڑھیں کہ یہی ایک مومن کی شان ہے۔

۴۔ غم کی شدت میں بھی زبان یا عمل سے کوئی ایسی حرکت نہ سرزد ہونے پائے جو احکام شریعت کے خلاف ہو۔ ماتم کے موقع پر چیخنا چلانا، گریبان پھاڑنا، گالوں پر طمانچے مارنا اور سینہ پیٹنا سب عہد جاہلیت کی باتیں ہیں جو اہل ایمان کے لیے کسی طور جائز نہیں۔

۵۔ راہ حق میں آنے والی مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ حوصلہ واستقامت سے اپنے مقصد کی راہ پر گامزن رہیں اور اس توفیق سعادت پر خدا کا شکر ادا کریں۔

۶ - بیماری کو خدا کی طرف سے امتحان اور گناہوں کا کفارہ سمجھیں ۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لائیں ۔ ہر حال میں صبر و ضبط سے کام لیں اور مناسب علاج کراتے رہیں۔

۷ - اپنے پریشان حال بھائیوں کے رنج و غم میں شریک ہوں ۔ انہیں صبر و ضبط کی تلقین کریں اور جہاں تک ہو سکے ان کی مدد و غمگساری کریں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کے جسم کی طرح ہیں ۔ اگر اس کی آنکھ دکھے تو سارا بدن دکھ محسوس کرتا ہے اور اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے ۔"

۸ - رنج و غم کی شدت ' ہجوم مصائب اور پریشانی و اضطراب میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں ۔ نماز پڑھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ خدا سے دفعِ غم کی التجا کریں۔ مسنون دعائیں پڑھیں ۔ لیکن یاد رہے کہ شدتِ غم میں بھی موت کی تمنا ہرگز نہ کریں۔

باب چہارم

حُسنِ مُعاشرت

آداب اجتماعیت

۱۔ اجتماعیت انسان کا فطری تقاضا بھی ہے اور عمرانی ضرورت بھی ۔ اس کے بغیر دنیوی سعادت اور اخروی فلاح کا حصول ناممکن ہے ۔ لہٰذا اپنے آپ کو ہمیشہ اجتماعی نظم سے وابستہ رکھیں ۔ معاشرتی شیرازہ بندی اور سماجی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کریں۔ اجتماعی توازن ' سیاسی استحکام اور ملی اتحاد پروان چڑھائیں ۔ اپنے ماحول کی تطہیر' صالح اداروں کی تشکیل اور ایسی اجتماعیت کے قیام کی جدوجہد کریں جو زندگی کے روحانی اور عمرانی مقاصد کی آبیاری کرے۔

۲ ۔ اسلامی اجتماعیت کا نصب العین روحانیت کا فروغ ' دین حق کا قیام اور انسانیت کی فلاح ہے ۔ اس لیے تمام افراد معاشرہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں ہمیشہ دین کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں۔ سوسائٹی میں نیکی کی فضا پروان چڑھائیں اور برائی کے سرچشموں پر بند باندھیں ۔ بدامنی ' انتشار اور فتنہ و فساد کے عوامل کا سدباب کریں ۔ فحاشی ' بے حیائی اور بدکاری کا قلع قمع کریں ۔ اخلاقی اقدار ' سماجی انصاف اور معاشرتی اتحاد کو فروغ دیں ۔ اخوت ' مساوات اور باہمی تعاون کی فضا عام کریں ۔ خدمتِ خلق ' سماجی بہبود اور معاشرتی اصلاح کے منظم ادارے بنائیں اور اجتماعی ہم آہنگی پیدا کریں ۔

۳ ۔ تمام مسلمان بلا امتیاز رنگ و نسل ایک ہی رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں ۔ اس لیے سب کو چاہیے کہ باہم الفت و محبت سے رہیں ۔ ایک دوسرے سے محبت اور حسن سلوک کا مظاہرہ کریں ۔ ہر معاملے میں اتحاد ' یکجہتی اور رواداری کو فروغ دیں ۔ اختلاف ' انتشار اور گروہ بندی کے تمام راستے بند رکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

" تمام مسلمان ایک دوسرے کے لیے دیوار کی اینٹوں کی مانند ہیں کہ ایک

اینٹ دوسری کے لیے تقویت کا باعث ہوتی ہے ۔ "

۴ ۔ حقیقی اجتماعی شعور صرف اسی طور پروان چڑھ سکتا ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد اور ہر طبقہ اپنی ذاتی اغراض ' شخصی حقوق اور گروہی مفادات کی پستیوں سے نکل کر اجتماعی مصالح کی تکمیل ' معاشرتی فرائض کی ادائیگی اور ملی تعمیر کے لیے سرگرم عمل ہو جائے۔ اجتماعی فلاح و بہبود سب کا مطمح نظر ٹھہرے اور ایثار شعارِ زندگی ۔ روحانیت نشانِ منزل ہو اور اخلاقی جدوجہد راہ عمل ۔ ایمان اساسِ اجتماعیت ہو اور اتحاد سماجی قوت۔

۵ ۔ سماجی روابط اور اجتماعی میل جول کو فروغ دیں ۔ ذہنی حجاب ' لاتعلقی اور علیحدگی پسندی کے رجحانات ختم کریں ۔ ان سے معاشرتی گھٹن پیدا ہوتی ہے ۔ اپنے ماحول میں دوستی ' اخوت اور ہمدردی کی فضا عام کریں ۔ باہمی تعلقات کو ہمسائیگی سے دوستی اور دوستی سے قرابتداری تک پروان چڑھائیں ۔ آج کے انسان کا سب سے بڑا روگ احساسِ تنہائی ہے ۔ اس کا تدارک باہمی انس و محبت ' معاشرتی ربط و ضبط اور تعاون و ہمدردی سے ہی ممکن ہے ۔

۶ ۔ باہمی تعلقات اور رشتوں کی عمارت خلوص و یگانگت اور سچائی و بے تکلفی کی مضبوط بنیاد پر اٹھائیں ۔ اجتماعی روابط کا تانا بانا محبت ' ایثار اور مروت کے تاروں سے بُنیں ۔ جس سے بھی تعلق رکھیں بے لوث اور پاکیزہ رکھیں ۔ خود غرضی ' مفاد پرستی اور ظاہر داری سے بلند ہو کر لوگوں سے پیش آئیں ۔ مصنوعی ہمدردی ' ظاہری محبت اور نفاق آمیز مسکراہٹ تعلقات کے لیے زہرہلال ہے ۔ اس سے اخلاق کا دم گھٹتا ' جذبات کا خون ہوتا اور اجتماعیت کا شیرازہ بکھرتا ہے ۔

۷ ۔ اپنے طرزِ عمل کو مثبت اور پاکیزہ بنائیں ۔ اجتماعی رویوں کی بنیاد خوش اخلاقی ' ملنساری مروت اور مدارات پر اٹھائیں ۔ ہر آدمی کی عزتِ نفس ' شخصی وقار اور سماجی

حیثیت کا خیال رکھیں ۔ دولت کی بجائے کردار کو معیارِ عزت سمجھیں ۔ کسی کے عیوب اور خامیوں کو نہ ابھاریں ۔ مجرموں سے بیزاری کے بجائے ان کے جرائم سے نفرت کریں اور ان کی اصلاح کے لیے کوشاں رہیں۔ کسی اجنبی اور کم تر سے کم تر شخص کو بھی اپنی توجہ سے محروم نہ رکھیں ۔ ہر ایک کی دلجوئی ' خیر خواہی اور غمگساری اپنا شیوہ بنائیں ۔

۸ ۔ ہر مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کریں ۔ اس کے حسب و نسب ' شرف و وقار اور گھر بار کا خیال رکھیں ۔ ناگہانی آفات اور حادثات میں اس کی مدد کریں ۔ کوئی اس پر ظلم و زیادتی کرے تو اسے بچائیں ۔ دو مسلمان بھائیوں میں جھگڑا ہو جائے تو صلح کرا دیں ۔

۹ ۔ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں ۔ اس کی تکالیف دور کریں اور راحت و آرام پہنچائیں۔ اگر وہ حاجت مند ہو تو اس کی ضروریات پوری کریں۔ قرض مانگے تو حسبِ استطاعت ضرور دیں۔ پریشان ہو تو غمگساری کریں ۔ بیمار ہو تو عیادت کریں اور مر جائے تو جنازہ میں شریک ہوں ۔

۱۰ ۔ اپنی زبان یا عمل سے کسی مسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچائیں ۔ بدگمانی ' غیبت اور بدکلامی سے بچیں ۔ حسد ' بغض اور عداوت نہ رکھیں ۔ اگر باہم کوئی رنجش ہو جائے تو تین روز سے زیادہ قطع تعلق نہ کریں ۔ لوگوں کے عیوب کی پردہ پوشی اور کوتاہیوں سے درگزر کریں۔

۱۱ ۔ آپ جس ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہیں اسے ممکن حد تک خوشگوار بنائیں ۔ باہمی احترام ' یگانگت اور رواداری کی فضا پیدا کریں ۔ ہر وقت اپنے آپ میں مگن نہ رہیں۔ اپنی ذات کے حصار سے باہر نکل کر جئیں ۔ لوگوں میں گھل مل کر زندگی گزاریں۔ خودغرض اور مفاد پرست نہ بنیں ۔ دوسروں کے جذبات و احساسات کا لحاظ

رکھیں ۔ ان کے معاملات میں دلچسپی لیں ۔ ان کے نقطۂ نظر کو توجہ اور ہمدردی سے سنیں ۔ ان کے مسائل حل کرنے میں مدد دیں ۔ ناگہانی حادثات کی صورت میں صرف اپنے تحفظ کی فکر نہ کریں ۔ دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں ۔

آداب قرابت

- والدین
- اولاد
- رشتہ دار

والدین

۱۔ خاندانی زندگی میں سب سے بلند مقام اور سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو انسان کی پیدائش کا سبب' اس کے وجود کا سہارا اور اسکی پرورش کا کفیل بنایا ہے۔ اولاد کبھی اپنے ماں باپ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اپنے والدین کا احسان مند اور شکر گزار رہے۔ قرآن حکیم سے ظاہر ہے کہ والدین کا شکر ادا کیے بغیر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

۲۔ والدین کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ یہ محض رشتے کا حق اور دنیاوی معاملہ نہیں۔خدا کے دین کا حکم اور اسکی بندگی کا تقاضا ہے کہ والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے اور انہیں خوش رکھا جائے۔

۳۔ والدین کا وجود اپنے لئے دین ودنیا کی نعمت سمجھیں اور ان کی خدمت کو اپنی نجات کا ذریعہ جانیں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بنیادی تقاضا ان کی خدمت گزاری ہے اور بعض حالات میں ماں باپ کی خدمت تو جہاد سے بھی بالاتر اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے۔ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرکت جہاد کی اجازت طلب کی. آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے ؟ اثبات میں جواب پا کر فرمایا:واپس جاؤ اور ان کی خدمت میں جدو جہد کرو ۔

۴۔ ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! صحرائے عرب میں ایک گرم دوپہر جبکہ پتھر اور ریت آگ کی مانند جل رہے تھے' میں اور میری ماں ننگے پاؤں چل رہے تھے۔ میں نے اپنی والدہ کو کندھوں پر اٹھالیا۔ کیا میں نے اپنی پرورش کے دوران ان کی تکالیف کا بدلہ چکا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ! حتی کہ تمہاری پیدائش کے وقت اس نے جو تکلیف اٹھائی اس کے ایک جزو کا بھی بدلہ ادا نہ ہوا۔

۵۔ والدین کے ساتھ ہمیشہ نرمی ' عاجزی اور انکساری سے پیش آئیں. گفتگواور معاملہ میں ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں۔ ان سے مودّبانہ گفتگو کریں۔ ان کے آگے نہ چلیں۔ ان کا نام لے کر نہ پکاریں' حتیٰ کہ ان کی کسی بات پراف (حرف افسوس) تک نہ کہیں۔

۶۔ والدین کا احترام اس قدر ملحوظ ہے کہ ان کی عزت وناموس کے تحفظ کی خاطر دوسروں کی تکریم بھی ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا: جب وہ کسی کی ماں یا باپ کو گالی دے تو دوسرا جواب میں اسکی ماں یا باپ کو گالی دے گا۔

۷۔ ماں باپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ ان کی خوشنودی میں خدا کی رضا ہےاور ان کی ناراضگی خدا کے غضب کا باعث ہے۔ والدین کبھی سخت یا نازیبا بات بھی کہہ دیں تو خوشی سے برداشت کرلیں۔ کسی بات کا جواب نہ دیں۔ ان کے معاملات کو اپنی ذات پر ترجیح دیں۔ خود تکلیف اٹھا کر ان کی ضروریات پوری کریں۔ اپنی جان ومال سے ان کی خدمت پر کمربستہ رہیں۔

۸۔ اولاد پر ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہر حال میں لازم ہے۔ ان کی نافرمانی گناہِ کبیرہ ہے۔ اس لئے والدین جو حکم دیں اسے دھیان سے سنیں اور اس کی تعمیل میں راحت محسوس کریں۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ماں باپ کا مجھ پر کیا حق ہے؟ ارشاد فرمایا: تیری جنت اور دوزخ وہی ہیں۔

اولاد

۱۔ اولاد خدا تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی' ان کی پیدائش پر خوشی منائیں۔ خدا کا شکر ادا کریں اور باہم مبارک باد دیں۔ اولاد نہ ہو تو بار گاہِ الٰہی میں صالح اولاد کے لئے دعا کریں۔ یہ پیغمبروں کی سنت ہے۔

۲۔ پیدائش سے پہلے یا بعد اولاد کو کبھی ضائع نہ کریں۔ کسی وجہ سے اولاد کی پیدائش پر دل تنگ نہ ہوں' بلکہ اس کی قدروقیمت کا احساس کریں۔ اولاد گھر کی رونق اور خیروبرکت' زندگی کا سہارااور دین ودنیا کی بھلائی کا سامان ہے۔اولاد ہی آپ کی جانشین' خاندانی روایات کی امین اور رہتی دنیا صدقۂ جاریہ ہے۔

۳۔ ولادت کے بعد بچے کو نہلا دُہلا کر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں' تاکہ پیداہوتے ہی انسان کے کان میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور اسلام کا پیغام پہنچے اور شیطان کے اثر سے بچہ محفوظ رہے۔ اس کے بعد کسی نیک آدمی سے کھجور چبواکر بچے کے تالو میں لگوائیں اور خیروبرکت کی دعا کرائیں۔

۴۔ ساتویں دن یا بعد میں جب ہو سکے' لڑکے کی طرف سے دو بکرے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کریں۔ بچے کے بال کٹوا کر اس کے برابر سونا یا چاندی خیرات کریں۔ بچے کے لئے کوئی اچھا سا نام تجویز کریں۔ نام رکھنے میں فیشن' جدت اور انفرادیت کے بجائے معنویت' نام کے اثرات اور اسلامی روایت کو ملحوظ رکھیں۔ اگر کبھی غلط نام رکھ دیا ہو تو بعد میں تبدیل کر دیں۔

۵۔ مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلائیں۔ یہ اولاد کا حق ہے اور ماں کا فرض۔ اس سے لاپرواہی والدین ہی کے لئے آزار بن جاتی ہے۔ ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق اور دین کی محبت

بھی اس کے قلب وروح میں بسانے کی کوشش کرے۔

۶۔ اولاد کو خدا کی امانت سمجھ کر اچھی طرح پرورش کریں۔ یہ صرف دنیا کا معاملہ نہیں بلکہ دین کا تقاضا' آخرت کی نجات' اور خدا کی رضا کا وسیلہ ہے۔ پرورش بڑا ہی کٹھن اور بھاری کام ہے۔ اس میں اولاد کی نشوونما' حفاظت ونگرانی' صحت و آرام' اور ان کی جسمانی واخلاقی دیکھ بھال شامل ہے۔ ان سب باتوں کا خیال رکھیں اور قدم قدم پر بچوں کی جسمانی' ذھنی' اور روحانی بالیدگی پر توجہ دیں۔

۷۔ بچوں کے ساتھ ہمیشہ' شفقت' محبت اور نرمی کا برتاؤ کریں۔ انہیں گود میں اٹھائیں۔پیار کریں۔ خوش طبعی سے پیش آئیں۔ ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھیں۔اس طرح ان کے دل میں والدین کے لئے والہانہ محبت' اطاعت وفرمانبرداری اور خود اعتمادی کے جذبات پروان چڑھیں گے اور ان کی فطری نشوونما پر خوشگوار اثر پڑے گا۔

۸۔ بچوں کا جسم اور لباس ہمیشہ صاف ستھرا رکھیں۔ ان کی طہارت' نظافت اور مناسب زیب و زینت کا اہتمام کریں لیکن زیادہ بناؤ سنگھار اور نمودونمائش سے پرہیز کریں۔ فضول خرچیوں سے بچوں کے مزاج خراب نہ کریں۔ انہیں سادگی کا عادی بنائیں۔

۹۔ بچوں سے پیارومحبت کا سلوک کریں لیکن بے جا لاڈ سے ان کو خود سر نہ بنائیں۔ ہر وقت کی ضدیں پوری نہ کرتے رہیں بلکہ حکمت' تدبر اور مناسب سختی سے کام لیکر ان کی یہ عادت چھڑانے کی کوشش کریں۔

۱۰۔ بچوں کو بات بات پر جھڑکنے' برا بھلا کہنے اور ڈرانے سے اجتناب کریں۔انکی کوتاہیوں پر نفرت' بیزاری اور مایوسی کا اظہار نہ کریں۔ دوسروں کے سامنے ان کی عزت نفس کو مجروح نہ کریں۔ان میں ہمت وحوصلہ اور خود اعتمادی پیدا کرنے کی

کوشش کریں اور ان کی خوبیوں کی دل کھول کر تعریف کریں۔

۱۱۔ اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت ماں باپ کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس لئے اپنے بچوں کو پاکیزہ تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کی خاطر نہایت حکمت و دلسوزی' ذوق و شوق اور پوری توجہ سے ہر ممکن اہتمام کریں اور اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔ یہ آپ کا دینی فریضہ' اولاد سے مہر و محبت کا تقاضا اور خود اپنی ذات کے ساتھ سب سے بڑی بھلائی ہے۔ اس سلسلے میں ذرا بھی غفلت و کوتاہی خدا کی نا فرمانی' معاشرتی جرم اور اپنے لئے دین و دنیا کا بہت بڑا نقصان ہے۔

۱۲۔ بچوں کے لئے قرآن حکیم اور دین کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام کریں۔ دینی احکام و آداب کی عملی تربیت دیں۔ سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی تلقین کریں۔ اپنے ساتھ مسجد لے جا کر شوق پیدا کریں۔ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی پر انہیں مناسب سزا بھی دیں اور اب ان کے بستر الگ کر دیں۔

۱۳۔ بچوں کو ہمیشہ دھیمی آواز اور نرم لہجے میں بات کرنے کی عادت ڈالیں۔ کرخت لہجے اور غصیلی آواز میں بات کرنے سے منع کریں۔ آپس میں محبت' ہمدردی اور میل جول سے رہنے کی تربیت دیں۔ اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالیں۔ سستی' کاہلی اور لاپرواہی سے بچائیں۔

۱۴۔ اولاد کے سامنے ہمیشہ اپنی سیرت و کردار کا اچھا عملی نمونہ پیش کریں۔ بچے آپ کی گفتگو' وعظ و تلقین اور زبانی تعلیم سے زیادہ آپ کے عمل و کردار سے متاثر ہوتے اور پیروی کرتے ہیں۔ ان کے سامنے کبھی کوئی غلط کام نہ کریں۔ اپنی زندگی کو اسلام کا مثالی نمونہ بنا کر پیش کریں۔

۱۵۔ سب بچوں کے ساتھ ہمیشہ مساوی برتاؤ کریں۔ کبھی کسی بچے کے ساتھ ایسا امتیازی

سلوک نہ کریں جس سے دوسرے بچوں میں نفرت، مایوسی اور احساس کمتری پیدا ہو۔ یہ بچے کی فطری صلاحیتوں اور اخلاقی و روحانی ترقی کے لئے سمِّ قاتل ہے۔

۱۶۔ لڑکی کو حقیر نہ جانیں۔ اس کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کریں۔ لڑکے کو اس پر کسی معاملہ میں ترجیح نہ دیں۔ دونوں کے ساتھ یکساں محبت اور سلوک سے پیش آئیں، بلکہ بعض معاملات میں لڑکی کی حساس طبیعت کا زیادہ خیال رکھیں۔ اس کی پرورش انتہائی خوش دلی، روحانی مسرت اور دینی احساس کے ساتھ کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس پر بے پناہ اجروثواب کی بشارت دی ہے۔

رشتہ دار

۱۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کا دائرہ قرابت یعنی رشتہ داری سے بنتا ہے۔ والدین' اولاد اور زن وشوہر کے علاوہ دیگر تمام اہل قرابت پر بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت وہمدردی' حسن سلوک اور باہمی حقوق کی نگہداشت لازم ہے۔

اسلام نے صلۂ رحمی کو فرض ٹھہرایا اور قطعِ رحمی کو فسق (یعنی گمراہی) قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم میں جا بجا اہل قرابت سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اور احادیث میں صلہ رحمی اور اس کے پاکیزہ ثمرات' قطع رحمی اور اسکے نقصانات اچھی طرح بیان کر دیے گئے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کو خطاب کر کے فرماتا ہے:۔

"جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔"

۲۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے سے بڑوں کا ادب واحترام ملحوظ رکھا جائے اور چھوٹوں پر شفقت کی جائے کہ یہ تو عام مسلمانوں کا بھی ایک دوسرے پر حق ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کی تعظیم نہ کی وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔"

۳۔ رشتہ داروں سے میل جول قائم رکھیں۔ تعلقات منقطع نہ کریں۔ گاہ بگاہ ملاقات کو جائیں اور حالات معلوم کرتے رہیں۔ ہمیشہ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے ملیں کہ یہ بھی نیکی ہے۔

۴۔ اہل قرابت کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر وتحمل سے کام لیں۔ اپنی طرف سے کبھی کسی رشتہ دار کو ایذا نہ پہنچائیں۔ مسلمان کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ کسی کو

تکلیف نہیں پہنچاتا اور اہل قرابت سے بدسلوکی تو جنت کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہے کہ ارشاد نبوی ہے:۔

"قطع رحم کرنے والا بہشت میں داخل نہ ہو گا۔"

۵۔ آداب قرابت میں سے ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی کفالت کی جائے اور اسے احسان نہ سمجھا جائے کہ از روئے قرآن یہ ان کا حق ہے۔ رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں دوگنا ثواب ہے: ایک صدقہ کا اور دوسرا حقوقِ قرابت کی نگہداشت کا۔ ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے:۔

"جو شخص یہ چاہے کہ اسکے رزق میں کشادگی اور عمر میں درازی ہو جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔"

آداب زوجیت

○ شوہر

○ بیوی

شوہر

۱۔ شوہر کو اپنا سب سے بڑا محسن سمجھیں۔ ہر حال میں اس کی وفادار اور فرمانبردار رہیں۔ اس کی اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کریں۔ اس کی خیر خواہی' دلجوئی اور خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ اس کی ہر خواہش کی فوراً تعمیل کریں اور خدا کی نافرمانی کے علاوہ اس کا ہر حکم مانیں۔ یہی اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ ہے۔

۲۔ اپنے قول و فعل اور انداز و اطوار سے ہر طرح شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ اپنی دنیا اور آخرت کی بھلائی اس کی رضا و خوشنودی سے وابستہ سمجھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

"تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول ہوتی ہے نہ کوئی نیکی اوپر جاتی ہے ان میں سے ایک وہ عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو"۔

۳۔ شوہر کی صرف رسمی تعظیم و تکریم کافی نہیں' سچے دل سے محبت کریں۔ اس کی رفاقت کو اپنے لئے زندگی کا سہارا جانیں۔ خدا کی اس عظیم نعمت کی دل و جان سے قدر کریں اور سجدۂ شکر بجا لائیں۔

۴۔ اپنے شوہر کی ہمیشہ احسان مند اور شکر گزار رہیں۔ وہ آپ کی ضروریات اور راحت و آرام کی خاطر ہر وقت کام میں لگا رہتا ہے۔ آپ کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے۔ اس کی شکر گزاری اور وفاداری کے بغیر آپ خدا کی خوشنودی اور نجات حاصل نہیں کر سکتیں۔

۵۔ شوہر کے حقوق و مفادات' گھر بار اور مال و اسباب کی حفاظت کریں۔ شوہر کے گھر کو اپنا گھر' اس کی خوشحالی کو اپنی خوشحالی اور اس کی عزت کو اپنی عزت سمجھیں۔ شوہر کی خدمت کر کے خوشی محسوس کریں اور اس کو ہر طرح آرام و راحت پہنچانے کی کوشش کریں۔

۶۔ اپنی عزت وناموس اور عفت وپارسائی کی حفاظت کریں۔شرم وحیا اور ستر وحجاب کے تقاضوں سے غافل نہ ہوں۔ ان تمام باتوں اور کاموں سے دور رہیں' جن سے دامن عصمت پر داغ لگنے کا اندیشہ ہو۔انسان کا وجود عزت و آبرو سے ہے اور زندگی شرم وحیا کا نام ہے۔ اپنے گوہر عصمت کی حفاظت ہی سے آپ اپنے وجود کا تقدس اور زندگی کا وقار قائم رکھ سکتی ہیں۔

۷۔ اولاد کی پرورش' دیکھ بھال اور تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دیں۔ یہ آپ کا بنیادی فرض اور اصل دائرہ عمل ہے۔ اس کے بغیر گھر کے دوسرے مشاغل' باہر کی دلچسپیاں' کسب معاش اور سماجی روابط سب کچھ رائیگاں ہے۔ اگر اولاد کی طرف سے ذرا بھی غفلت و لاپرواہی برتی تو آپ کا اپنا اور پورے معاشرے کا مستقبل تباہی وبربادی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب جائے گا۔

۸۔ گھر کے نظم ونسق میں خاطر خواہ دلچسپی لیں۔ ضروری کام کاج خود کر لیا کریں۔ غیر ضروری اخراجات نہ بڑھائیں۔ شوہر کی مالی حیثیت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالیں۔ بے محل خواہشات اور زیادہ ناروا مطالبات سے گریز کریں۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائیں۔ قناعت' ایثار' اور کفایت شعاری کی روش اپنائیں۔

۹۔ گھر کو' بچوں کو اور اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھیں۔ سلیقہ وتہذیب اور مناسب آرائش و زیبائش کا اہتمام کریں۔ گھر کا نظام شائستگی' وقار اور نظم وضبط سے چلائیں۔ گھریلو ماحول کو خوشگوار بنائیں۔ خوش اخلاقی' مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے خاوند کا دل خوش رکھیں۔گفتگو اور رویے میں شوہر کے مرتبہ کا لحاظ کریں۔

۱۰۔ شوہر کے والدین' اعزا اور قرابت داروں سے ہمیشہ اچھا سلوک کریں۔ہمدردی' مروت اور رواداری سے پیش آئیں۔ ان کی دل آزاری سے بچیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان کی خدمت اور معاونت سے دریغ نہ کریں۔

بیوی

۱۔ بیوی کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کریں۔ اسے شرعی احکام و آداب سکھائیں۔ اسلامی اخلاق سے آراستہ کریں۔ عمل صالح کی تاکید کریں۔ بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکیں۔امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو علم دین سکھائے اور احکام کی تربیت دے۔ اگر اس میں قصور کرے گا تو گنہگار ہو گا۔"

۲۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک اور خوش خلقی سے پیش آئیں۔ اس کے دینی، معاشرتی اور مالی حقوق کشادہ دلی سے ادا کریں۔ ہر معاملے میں احسان اور فیاضی کا برتاؤ کریں۔

۳۔ اپنی بیوی سے خوش گمان رہیں۔ گھریلو معاملات میں اس پر اعتماد کریں۔ اس کی کوئی عادت یا حالت ناپسند ہو تو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔اس کی بد خلقی، نافرمانی اور ناشکری پر صبر وتحمل عفو ودرگزر سے کام لیں۔

۴۔ بیوی کے معاشی حقوق ہر حال میں پورے کریں۔ اس کی ذاتی ضروریات جیسے کھانا، کپڑا، علاج معالجہ وغیرہ اور گھریلو اخراجات اپنی حیثیت کے مطابق پوری فراخ دلی اور کشادگی کے ساتھ پورے کریں۔ بیوی کو آسودہ، خوش حال اور مطمئن رکھیں تاکہ وہ بچوں کی پرورش، دیکھ بھال اور تربیت کا کام پوری دلجمی اور اطمینان کے ساتھ انجام دے سکے۔

۵۔ گھریلوامور، خاندانی معاملات اور اجتماعی زندگی کے جن شعبوں سے متعلق عورتیں تجربہ رکھتی اور نفع ونقصان سے واقف ہوتی ہیں، ان کے بارے میں بیوی کی رائے اور مشورہ ضرور لیں۔ یہ بات اسے زندگی کا نظام چلانے میں مشترک اور مساوی ذمہ داری

کے احساس سے سرشار رکھتی ہے۔ نیز بعض معاملات میں اس کی رائے فی الواقع بہت مفید اور کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ بیوی کی کوتاہیوں، کم فہمیوں اور ناپسندیدہ باتوں پر اعلیٰ ظرفی، صبر و تحمل اور فراخ دلی کے ساتھ درگزر کی روش اختیار کریں۔ اس سے نفرت اور بغض نہ رکھیں، بلکہ محبت و ہمدردی، رحمت و شفقت اور دل سوزی کے ساتھ اس کی خامیاں دور کرنے کی کوشش کریں ۔ اسکی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی، صبر و ضبط اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کریں۔

۷۔ بیوی کے ساتھ پیار و محبت کا برتاؤ کریں اور نرمی و مہربانی سے پیش آئیں۔ اس کے جذبات کا لحاظ رکھیں اور ہر ممکن دلجوئی کریں۔ خوش طبعی، ہنسی، مزاح اور جائز تفریح سے اس کا دل بہلائیں۔ خوش اخلاقی، وفاداری اور خندہ پیشانی سے اس کے ساتھ نباہ کریں۔

۸۔ خاوند بیوی ایک دوسرے کے مونس و ہمدرد اور شریک راز ہیں۔اس لئے کوئی ایک دوسرے کا راز نہ کھولے۔ اپنی بیوی کی پردہ پوشی کریں اور عیوب چھپائیں۔کبھی کوئی راز افشاء نہ کریں حتیٰ کہ اگر طلاق دیں تو اس کے بعد بھی سبب طلاق ظاہر نہ کریں کیونکہ ارشاد نبوی ہے :۔

"قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہو گا جو اپنی بیوی کا شریک راز ہوا ہو اور اس کا راز افشاء کر دیا"۔

آداب عفت و عصمت

۱۔ لڑکا لڑکی جب بالغ ہو جائیں تو شادی ضرور کریں۔ اس سے جہاں معاشرتی زندگی پروان چڑھتی اور خاندانی مسرت حاصل ہوتی ہے' وہیں انسان کے جنسی جذبات کی جائز تسکین ہوتی اور اس کے گوہر عفت و عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔ شادی سے مرد وعورت کا بنیادی مقصد بھی حیاتِ عائلی کی تطہیر' اخلاق وکردار کی پاکیزگی اور جسمانی وعقلی قوتوں کی نشوونما ہونا چاہیے۔

۲۔ مرد وعورت ہر حال میں اپنی عزت وناموس کی حفاظت کریں۔ فتنہ ومعصیت اور فحاشی وبدکاری کے ہر شائبے سے بچیں۔ اپنے جذبات وخیالات کو پاکیزہ اور سیرت وکردار کو اجلا رکھیں۔ شرم وحیا کو اپنی زندگی کا دستور بنائیں۔ حیا اسلام کی جان' ایمان کی پہچان اور عفت وعصمت کی نگہبان ہے۔

۳۔ عورتیں جہاں تک ممکن ہو گھروں میں رہیں۔ بلا ضرورت باہر نکلنے سے گریز کریں۔ عورت کا اصل میدان اس کا گھر ہے۔اس لئے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے باہر پھرتے رہنا مناسب نہیں۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

"عورت گھر میں رہتے ہوئے زیادہ اللہ کے قریب ہوتی ہے۔"

۴۔ اگر عورتیں کسی کام کے لئے باہر نکلیں بھی تو خوشبو لگا کر' آرائش وزیبائش کر کے نہ جائیں۔ جسم کو کسی چادر وغیرہ سے ڈھانپ کر اور پردے کا اہتمام کر کے نکلیں۔ راستے میں درمیان سے ہٹ کر' مردوں سے بچ کر اور کنارے پر ہو کر چلیں۔

۵۔ کوئی عورت بغیر کسی قابل اعتبار محرم کے ایک دن رات کے سفر پر نہ جائے۔ اگر مجبوری ہو تو جائز ہے' تاہم ہر ممکن احتیاط اور نگہداشت ضروری ہے۔

۶۔ کسی شخص کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوں۔ دروازے سے ہٹ کر کھڑے ہوں

اور گھر والوں کو سلام کریں۔ اگر اجازت مل جائے تو اندر جائیں ورنہ واپس لوٹ آئیں۔

۷۔ اجنبی مردوں کو اگر کسی دوسرے کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو گھر کے اندر نہ جائیں بلکہ باہر رہ کر پردے کی اوٹ سے مانگیں اور بلا ضرورت خواتین سے گفتگو نہ کریں۔

۸۔ کسی شخص کے زنانہ مکان میں نا محرم مردوں کا داخلہ منع ہے۔ اگر صاحب خانہ کی اجازت سے گھر میں داخل ہوں تو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ عورتوں کو تاکنے اور بلاضرورت یا نا مناسب باتیں کرنے سے گریز کریں۔

۹۔ گھر میں کسی اجنبی شخص کی موجودگی میں عورتیں اپنی زینت کی حفاظت اور حدودِ ستر وحجاب کی نگہداشت کریں۔ اس طرح سنبھل کر اور سمٹ سمٹا کر رہیں کہ اجنبی خواہ مخواہ ان کی طرف توجہ نہ دے۔

۱۰۔ شوہر کے سوا کوئی مرد کسی عورت کے پاس رات گزارے نہ تنہائی میں رہے اور نہ اس کے جسم کو مس کرے۔ تحفظِ عفت وعصمت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کریں جو وسوسہ انگیز اور نفس کے فاسد میلانات کو ابھارنے والی ہو۔

۱۱۔ عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط' مجالس میں بیٹھ کر خوش گپیاں کرنا' مخلوط تقریبات کا اہتمام کرنا' دعوتوں میں مل جل کر کھاناپیااور تفریحات میں ایک ساتھ شریک ہونا اسلام کے دینی مزاج' تہذیب واقدار اور آداب و اخلاق کے منافی ہے۔

۱۲۔ اجنبی مرد وعورت کے لئے ایک دوسرے کے اعضاءِ جسم کو چھونا اور باہم مصافحہ کرنا منع ہے۔ اس سے ہر ممکن اجتناب کریں۔ البتہ ایسے محرم جن کے لئے باہمی لمس

سے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو مصافحہ کر سکتے ہیں۔

۱۳۔ عورت کے لئے عام تالاب، سوئمنگ پول اور پبلک حمام میں غسل کرنا سخت منع اور ناجائز ہے۔ تالابوں میں لباس پہن کر نہانے سے بھی عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔ مردوں کا ایک دوسرے کے سامنے ننگے ہو کر نہانا بھی شدید بے حیائی اور شیطانی فعل ہے۔

۱۴۔ علاج یا کسی اور شدید ضرورت کے سوا کوئی مرد کسی مرد کا اور کوئی عورت کسی عورت کا ستر نہ دیکھے۔ اسلام تو بالکل تنہائی میں بھی کسی مسلمان کا برہنہ ہونا گوارا نہیں کرتا کیونکہ یہ شرم وحیا کے خلاف ہے۔

۱۵۔ لباس محض زینت کے لئے نہیں، ستر وپردہ پوشی کے لئے ہے۔ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کے سوا پورا جسم ستر میں داخل ہے لہٰذا اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں، جس میں سے عورت کا بدن جھلکے اور جسم کی ہیئت نمایاں ہو۔ عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا کسی حال اور کسی رنگ میں بھی برداشت نہیں کرتا۔

۱۶۔ عورتیں مقررہ دائرے اور حدود سے باہر اپنی زینت کے اظہار سے پرہیز کریں۔ غیروں کے سامنے حسن وجمال کی نمائش اور ہر وہ زینت وآرائش جس کا مقصد اپنے شوہر کے سوا دوسروں کے لیے لذت نظر بننا ہو، سخت حرام اور بے حیائی کا کام ہے۔

۱۷۔ مرد اپنی نگاہوں کو آزادی اور بے باکی سے روکیں۔ اجنبی عورتوں کے حسن وجمال اور زینت وآرائش سے نگاہ کا لذت اندوز ہونا آوارگیٔ خیال کا باعث اور فتنہ کا موجب ہے۔ اچانک کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لیں کہ ؎

جلووں کے اژدھام میں لازم ہے احتیاط
سہوِ نظر معاف ہے ' قصدِ نظر حرام

۱۸۔ عورتیں راہ چلتے ہوئے' محافل میں یا کسی مرد سے گفتگو کرتے ہوئے اپنی نگاہیں پست رکھیں۔ اجنبی سے نظر بچائیں۔ نگاہ کی حفاظت دراصل شرم وحیا کی علامت' پاکیزگیٔ کردار کی ضمانت اور عفت وعصمت کی نگہداشت ہے۔

۱۹۔ عورت کو اگر کسی وقت نا محرم مرد سے گفتگو کی ضرورت پیش آئے تو آواز میں حلاوت ' لہجے میں جاذبیت اور باتوں میں گھلاوٹ نہ ہو۔ عورت کی شوخیٔ رفتار کی طرح نرمیٔ گفتار بھی مرد کے لئے باعث کشش اور موجب فتنہ ہے۔ اس لئے عورتوں کو چاہیے کہ اجنبی مردوں سے گفتگو کرتے وقت لہجے میں خشونت اور باتوں میں روکھا پن برقرار رکھیں۔

۲۰۔ کسی مسلمان عورت کے لئے روا نہیں ہے کہ وہ ایسی تیز خوشبو لگا کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے' جس کی مہک فضا میں پھیل کر نفسانی جذبات کو تحریک دے۔ عورتوں کو ایسی خوشبو استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس کا رنگ شوخ لیکن بو مخفی ہو۔

۲۱۔ کوئی عورت اپنے شوہر کے سامنے دوسری عورت کے حسن وجمال اور خدوخال کا ذکر نہ کرے۔ یہ بھی ایک طرح کی بے پردگی اور آداب عفت وعصمت کے خلاف ہے۔ اسی طرح کوئی مرد اپنی بیوی کا تذکرہ دوسرے شخص سے نہ کرے۔ اس سے مرد کے دل میں اجنبی عورت کی کشش اور امنگ پیدا ہو کر فتنہ کا موجب بن سکتی ہے۔

آداب دوستی

۱۔ اچھے دوست انسان کی زندگی کا سہارا اور خدا کا انعام ہیں ۔ لہٰذا دوست بنائیے اور ان سے محبت کیجئے۔ خود دوسروں کے دوست بنئے اور دوستی کو ہمیشہ نبھانے اور قائم رکھنے کی کوشش کریں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"مومن سراپا الفت و محبت ہے اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خوبی نہیں جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔"

۲۔ دوستی اور تعلق کی بنیاد محض دنیاوی مفاد اور شخصی اغراض پر نہ رکھیں بلکہ دینی مقاصد کے لیے دوستی کریں اور دوستوں سے اللہ کے لیے محبت رکھیں ۔

۳۔ ہمیشہ نیک اور اچھے لوگوں کو دوست بنائیں ۔ اچھا دوست آپ کے دین و اخلاق کا محافظ اور برا دوست آپ کے لیے دین و دنیا کی بربادی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے نیک لوگوں سے دوستی اور محبت کو رضائے الٰہی اور نجات اخروی کا ذریعہ سمجھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے ۔ اس لیے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔"

۴۔ اگر کسی شخص سے آپ کو محبت ہو تو صرف اپنے دل میں نہ رکھیں بلکہ اس سے اپنی محبت کا اظہار ضرور کریں ۔ اس سے دونوں طرف محبت و خلوص میں غیر معمولی اضافہ ہو گا اور اس کے اثرات عملی زندگی پر مرتب ہوں گے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"جب کسی شخص کے دل میں اپنے بھائی کے لیے خلوص و محبت کے

جذبات ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دوست کو بھی ان جذبات سے
آگاہ کر دے اور اسے بتادے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے "

۵ - دوستوں کے ساتھ سچی وفاداری اور حقیقی خیرخواہی کا تعلق رکھیں - ان کی اصلاح و تربیت کے لیے کوشاں رہیں - بہترین ہمدردی اور خیرخواہی یہ ہے کہ اپنے دوست کی آخرت سنوارنے کی فکر کریں اور اسے نیکی و تقویٰ کی راہ پر لگائیں - قرآن حکیم میں اہل ایمان کی دوستی اور تعلق کا معیار ہی یہ بتایا گیا ہے کہ :
" وہ ایک دوسرے کو نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے ہیں "

۶ - دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھنے اور کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اجتماعی اخلاق میں ایسی اعلیٰ ظرفی ' ہمہ جہتی وسعت ' حکیمانہ لچک اور غیر معمولی رواداری پیدا کریں کہ ہر ذوق و طبیعت اور ہر فکر و رجحان رکھنے والے دوست کو اس کے فطری مقام پر رکھتے ہوئے اپنی ذات سے وابستہ رکھ سکیں - اس لیے عفو و درگزر ' فیاضانہ برتاؤ' ایثار و قربانی اور تحمل و بردباری کی روش اپنائیں -

۷ - دوستوں پر اعتماد کریں - ان کے ساتھ مخلصانہ میل جول رکھیں - ان کی صحبت میں بے تکلفی ' خوش مزاجی اور بشاشت سے رہیں - خشک مزاج اور مردہ دل نہ بنیں- دوستوں سے اکتاہٹ ' بیزاری اور بے رخی کا مظاہرہ نہ کریں - ہنسی مزاح اور خوش طبعی کی عادت ڈالیں - تاہم اس سلسلے میں بیہودگی اور افراط سے بچیں - وقار اور اعتدال کا لحاظ رکھیں -

۸ - دوستانہ تعلقات کو پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ دوستوں کے شخصی اور ذاتی معاملات میں ہر ممکن دلچسپی لیں - ان کی خبر گیری کریں - ضروریات میں ان کے کام آئیں - ان سے خوش دلی ' نرم خوئی اور ہمدردی سے پیش آئیں - ہر موقع پر اخلاص و محبت اور خصوصی قرب و تعلق کا ثبوت دیں -

۹۔ دوستوں کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کا غم غلط کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح ان کی مسرتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ان کی خوشیوں کی رونق دوبالا کریں۔ یہ دوستی کے حقوق میں سے ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے واضح ہوتا ہے :۔

"تم مسلمانون کو آپس میں رحم دلی ' الفت و محبت اور باہم تکلیف کے احساس میں ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ اگر ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک رہتا ہے۔"

۱۰۔ رازداری دوستانہ تعلقات کی جان ہے۔ اپنے دوستوں کے حالات و معاملات کی پردہ پوشی کریں۔ کبھی کسی دوست کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔ بہترین راز دار بننے کی کوشش کریں تاکہ دوست بلا جھجک آپ سے مشورہ لیں اور آپ پر اعتماد کر سکیں۔

۱۱۔ اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق دوستوں کو ہدیئے دیں۔ ان کی طرف سے کوئی تحفہ ملے تو خوشی سے قبول کریں۔ اسی طرح کبھی کبھار ساتھ مل کر کھانے پینے کا اہتمام کریں۔ باہمی ضیافتوں اور تحائف کے تبادلے سے خلوص و محبت کے جذبات بڑھتے اور دوستانہ تعلقات مستحکم ہوتے ہیں۔

۱۲۔ دوستوں کی طرف سے اگر کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی بات طبیعت اور ذوق کے خلاف ہو جائے تو ضبط و تحمل کا مظاہرہ کریں اور خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ اپنی زبان پر قابو رکھیں اور حکمت و نرمی سے بات کو ٹال جائیں۔ یہ دین کا حکم بھی ہے اور دوستی کا تقاضا بھی۔

آداب ہمسائیگی

۱۔ ہمسائے کو اپنے خاندان کے ایک فرد کی طرح سمجھیں ۔ اس کے ساتھ نہایت حسنِ سلوک اور احترام و اکرام سے پیش آئیں ۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ میں پڑوسی کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے ۔ یہاں تک کہ اس کو ایمان کا جزو، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا معیار اور جنت میں داخل ہونے کی شرط قرار دیا گیا ہے ۔ ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا وہ اس کو وراثت میں شریک کر دیں گے ۔"

ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے :۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا خواہاں ہو اس کو چاہیے کہ اپنے پڑوسی سے اچھا رویہ رکھے ۔"

۲۔ ہمسائیگی کے حقوق صرف آپ کے قریب ترین رہائش رکھنے والوں تک محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ جتنا وسیع ہو اتنا ہی بہتر ہے ۔ ایک حدیث پاک کی رو سے اردگرد چاروں طرف کے چالیس چالیس گھر ہمسائیگی میں داخل ہیں ۔ پھر یہ بھی ہے کہ پڑوسی صرف وہی نہیں جو آپ کے قریب رہتا ہے بلکہ ہر وہ شخص جس سے کہیں، کسی وقت عارضی رفاقت ہو جائے، جیسے رفیق سفر، ہم نشیں، ہم درس اور ہم شغل وغیرہ سبھی پڑوسیوں میں شامل ہیں۔ قرآن پاک میں ان سب کے ساتھ حسن سلوک کا واضح حکم آیا ہے ۔

۳۔ پڑوسی خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، نیک ہو یا فاسق اور مسلمان ہو یا غیر مسلم ہر

ایک کے حقوق پورے کریں۔ سب کے ساتھ اکرام و رعایت اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔ البتہ اس معاملے میں اسلام کی تعلیمات اور شرعی حدود سے تجاوز نہ ہونے پائے اور فرقِ مراتب کا لحاظ رہے۔

۴۔ اپنے ہمسایوں سے لاتعلق اور بے نیاز ہو کر زندگی نہ گزاریں۔ کہیں ایسا نہ ہو یہ خود غرضی اور نفس پرستی آپ کے اپنے لیے آزار بن جائے۔ پڑوسیوں سے گہری شناسائی، مکمل ربط و ضبط اور اچھے تعلقات رکھیں۔ ان کے کاموں میں بھرپور دلچسپی لیں اور اپنے معاملات میں انہیں شریک کریں۔

۵۔ ہمسائے کے حالات پر توجہ دیں۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھیں اور خبر گیری کرتے رہیں۔ تنگ دست ہو تو حسب استطاعت اس کی مدد کریں یا قرض دیں۔ فاقہ ہو تو کھانا بھیجیں۔ اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو مبارک باد پیش کریں اور رنج پہنچے تو تسلی دیں۔ بیمار ہو تو عیادت کریں اور فوت ہو جائے تو جنازہ میں شریک ہوں۔

۶۔ ہمسائے کے راحت و آرام کو اپنی سہولت پر مقدم رکھیں۔ اس کی اجازت کے بغیر اپنا مکان یا دیوار اس قدر بلند نہ کریں کہ ہوا کے گزر میں رکاوٹ ہو۔ کوئی جائیداد وغیرہ فروخت کرتے وقت پہلے اسے پیشکش کریں کیونکہ ہمسائے کو حقِ شفعہ حاصل ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کر لیں۔

۷۔ حسبِ توفیق اپنے پڑوسی کو تحفے دیا کریں اور وہ کوئی ہدیہ دے تو بخوشی قبول کر لیں۔ اس سے محبت بڑھتی اور تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے یا پھل وغیرہ لائیں تو بقدر مناسب اپنے پڑوسی کے ہاں بھی بھیجیں ورنہ کم از کم اس کا خیال رکھیں کہ ہانڈی کی مہک یا پھلوں کے چھلکے اس کی ایذا رسانی کا باعث نہ بنیں۔

۸۔ ہمسائے کی غیر موجودگی میں اس کے گھر بار، مال و اسباب اور اہل و عیال کا خیال رکھیں۔ اس کی عزت و ناموس کی پاسداری کریں۔ اس کے عیوب کی پردہ پوشی

اور رازوں کی حفاظت اپنا فرض سمجھیں۔

۹۔ اپنے پڑوسی کو ہرگز کسی قسم کی تکلیف یا ایذا نہ پہنچائیں۔ اگر وہ آپ کے ساتھ زیادتی کرے تو صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیں۔ اگر ہمسایہ برائی کرنے سے باز نہ آئے تو گھر بدل لیں مگر وہاں رہتے ہوئے خود پڑوسی سے زیادتی نہ کریں۔

۱۰۔ اگر آپ کا ہمسایہ دین کے علم سے ناواقف اور عملی و اخلاقی لحاظ سے پسماندہ ہو تو اس کی تعلیم و تربیت کا اہتمام اور اصلاح کی فکر و کوشش کریں۔ یہ آپ کی دینی ذمہ داری ہے جس میں کوتاہی کرنے پر خدا کے حضور جواب دہ ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا :

"دین کا علم اور فہم رکھنے والے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ناواقف اور پسماندہ ہمسایوں کو دین سکھانے کی کوشش کریں۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے ان کی اصلاح کریں اور انہیں نیک کاموں کی تاکید اور برے کاموں سے منع کریں۔"

آداب مہمان نوازی

۱۔ گھر میں کوئی مہمان آئے تو نہایت خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کریں۔ دل سے اس کی تکریم اور خاطر مدارات کریں۔ اسے اپنائیت کا احساس دلائیں۔ اس کے طعام و قیام اور راحت و آرام کا خیال رکھیں۔ تنگ دلی، بے رخی اور کوفت کا اظہار ہرگز نہ کریں۔ گھر میں مہمان کا آنا رحمت اور خیر و برکت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۲۔ جب کوئی مہمان آئے تو سلام اور مزاج پرسی کے بعد سب سے پہلے اس کے قیام کا انتظام کریں۔ غسل، طہارت اور ضروریات کے لیے پوچھیں۔ سمت قبلہ اور وضو، پانی کے مقام سے آگاہ کریں۔ کھانے کا وقت نہ ہو تب بھی نہایت سلجھے ہوئے طریقے سے دریافت کرلیں۔

۳۔ مہمان کی عزت و آبرو اور مرتبہ و حیثیت کا لحاظ رکھیں۔ انتہائی شوق اور ولولے کے ساتھ میزبانی کے تقاضے پورے کریں۔ مہمان کی تعظیم و تکریم اور خاطر مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ :

"مہمان نوازی کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔"

اور "جو شخص مہمان نواز نہیں اس میں خیر نہیں۔"

۴۔ مہمان کی خدمت اپنا دینی اور معاشرتی فرض سمجھتے ہوئے بذات خود اس کی خاطر داری میں لگے رہیں۔ اس کے ذوق و رغبت اور معمولات کا خیال رکھیں۔ اس کی خدمت و آرام کے لیے ہر ممکن اہتمام اور معمولی انسانی ضرورتوں کا بھی پاس کریں۔ خود ہاتھ دھلا کر کھانا سجائیں اور برکتیں سمیٹیں۔

۵۔ اپنی استطاعت کے مطابق ہو سکے تو مہمان کے کھانے پینے کا اچھے سے اچھا اہتمام کریں۔ اس کے خورد و نوش پر کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ جس قدر مہمان پر خرچ

کریں گے اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ عطا فرمائے گا۔ تاہم غیر ضروری تکلف اور تصنع سے پرہیز کریں۔ جو ماحضر ہو بغیر کسی جھجک کے پیش کر دیں۔ خواہ مخواہ گھر والوں کو زحمت اور مشقت میں نہ ڈالیں۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"لوگوں میں قطع تعلق کی رسم تکلف ہی کی وجہ سے پڑی ہے۔"

۶۔ آپ کے ہاں جو شخص مہمان بن کر آیا ہے اگر اس نے کبھی کسی موقع پر آپ سے بے مروتی اور بدسلوکی کا مظاہرہ کیا ہو تب بھی آپ درگزر سے کام لیں۔ اس کے ساتھ نہایت فراخدلی، کشادہ ظرفی اور فیاضی کا برتاؤ کریں۔ ہر حال میں اس کا اکرام کریں اور حق مہمانی ملحوظ رکھیں۔

۷۔ جب مہمان رخصت ہونے لگے تو اس سے اپنے اور گھر والوں کے لیے صحت و عافیت اور خیر و برکت کی دعا کرائیں۔ دروازے تک ساتھ جائیں۔ اچھی اچھی باتیں کریں اور خندہ پیشانی و خوش گفتاری کے ماحول میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کریں۔

آداب ملاقات

- میل جول
- سلام
- مصافحہ
- معانقہ

میل جول

۱۔ آپس میں میل جول رکھیں۔ گاہے گاہے بغیر کسی غرض کے محض دینی تعلق ورضائے الٰہی کی خاطر دوستوں' عزیزوں سے ملاقات کرتے رہیے کہ اس پر بھی اجروثواب ہو گا۔

۲۔ کسی سے ملاقات کے لئے جانا ہو تو موقع کی مناسبت سے تیاری اور اہتمام کریں۔ صاف ستھرا لباس پہنیں اور کبھی کبھی اپنی حیثیت کے مطابق مناسب تحفہ بھی ساتھ لے جائیں۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔

۳۔ ملاقات کے وقت چہرے پر مسرت وشادمانی کے آثار لیے محبت آمیز مسکراہٹ سے استقبال کیجئے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ سلام میں پہل کیجئے۔ موقع کے لحاظ سے مصافحہ یا معانقہ کے بعد مزاج پرسی کیجئے اور مناسب ہو تو گھر والوں کی خیریت بھی دریافت کیجئے۔

۴۔ کسی سے ملاقات کے لئے جانا ہو تو اسکی مصروفیات کا خیال رکھیں اور پہلے وقت لے لیں۔ یونہی وقت بے وقت کسی کے ہاں جانا مناسب نہیں۔

۵۔ سرراہے کسی سے اتفاقاً" ملاقات ہو تو سلام ومصافحہ اور مزاج پرسی پر اکتفا کریں۔ خواہ مخواہ گفتگو کو طول نہ دیں کہ ہو سکتا ہے اس طرح دوسرے آدمی کے ضروری کام میں حرج واقع ہو۔

۶۔ کسی سے ملاقات کے لئے جائیں تو زیادہ دیر تک بیٹھ کر یا فضول گفتگو سے اپنا اور اس کا وقت ضائع نہ کریں۔ کام کی باتیں کیجئے اور کوئی ضرورت ہو تو موقع ملنے پر مہذب انداز میں بیان کردیں۔ اگر پوری ہو جائے تو شکریہ ادا کریں' ورنہ بغیر کسی کڑھن کے خوش خوش لوٹ آئیں۔

۷۔ کسی سے ملنے کے لیے جائیں اور وہ کام میں مصروف یا آرام کر رہا ہو تو اسے

پریشان نہ کریں موقع کی مناسبت سے انتظار کریں یا واپس لوٹ آئیں اور پھر کسی وقت ملاقات کر لیں۔

۸۔ کوئی ضرورت مند آپ سے ملنے آئے تو اسے مایوس نہ لوٹائیں مقدور بھر اس کا کام کرنے کی کوشش کریں ۔ البتہ اگر ممکن نہ ہو تو مناسب انداز میں وضاحت کر دیں اور خواہ مخواہ اسے توقعات میں نہ الجھائے رکھیں۔

سلام

۱۔ جس طرح ہر اچھے اور نیک عمل کی ابتدا ہمیشہ اللہ کے بابرکت نام سے کرنی لازم ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں کے باہمی تعلقات ' گفتگو اور ہر سماجی رابطے کا آغاز "السلام علیکم" سے ہونا چاہیے۔ بظاہر یہ سادہ سے الفاظ درحقیقت مسلمانوں کے دلوں میں باہمی محبت' انس اور اعتماد کے مضبوط رشتے پروان چڑھاتے ہیں' کیونکہ ان الفاظ کے ذریعے مسلمان ایک دوسرے کو امن وسلامتی کا اور ہمدردی وخیرخواہی کا یقین دلاتے ہیں ۔ اس لئے جب بھی کسی کے ہاں جائیں یا سرراہ ملاقات ہو تو سب سے پہلے اسے سلام کریں اور پھر خیریت پوچھیں ۔

۲۔ ہمیشہ اسلامی طریقے پر اور سنت کے بتائے ہوئے الفاظ میں سلام کریں اور اس کا جواب دیں ۔ یہود و نصاریٰ اور دیگر قوموں کی پیروی میں آداب کے مروجہ الفاظ و انداز اختیار کرنے سے بچیں۔ اسلامی اقدار کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے طریقے اپنانے والے روزقیامت انہیں میں شمار ہوں گے ۔

۳۔ امیرغریب' چھوٹے بڑے ' افسرماتحت ' اور اجنبی شناسا ہر مسلمان کو سلام کریں۔ اس سلسلے میں لوگوں کے درمیان کسی اعتبار سے فرق وامتیاز کرنا مسلمان کا شیوہ نہیں۔ ایک حدیث کی رو سے

"سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو کسی کو سلام کرنے میں بخل کا مظاہرہ کرے۔"

۴۔ سلام کرنے میں ہمیشہ' پہل کرنے کی کوشش کریں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ' اہل اللہ کا شیوہ اور زیادہ اجروثواب کا باعث ہے۔ دوسرے کی طرف سے ابتدائے سلام کا انتظار کرنا فریب نفس اور اظہار تفاخر ہے جو کہ سخت ناپسندیدہ ہے۔

۵۔ جب اپنے یا کسی کے گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کریں۔ اس سے اہل خانہ پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۶۔ آداب سلام میں سے یہ ہے کہ سوار پیدل کو، چلنے والے بیٹھے یا کھڑے ہوئے کو، چھوٹا بڑے کو، تھوڑے آدمی زیادہ لوگوں کو اور پیچھے سے آنے والا آگے والے کو سلام کرے۔

۷۔ کسی کے گھر یا مجلس میں جائیں تو پہنچتے وقت بھی سلام کریں اور جب وہاں سے اٹھ کر واپس آنے لگیں تب بھی سلام کریں۔

۸۔ کسی مجلس میں جائیں تو ایک یا زیادہ خاص افراد کے نام لیکر سلام نہ کریں۔ بلکہ سب حاضرین مجلس کو عمومی طور پر سلام کریں۔

۹۔ مرد اور خواتین ایک دوسرے کو سلام کر سکتے ہیں لیکن مصافحہ نہیں کر سکتے۔

۱۰۔ کسی غیر مسلم سے ملاقات ہو تو السلام علیکم نہ کہیں، بلکہ آداب عرض وغیرہ ایسے الفاظ استعمال کریں۔ البتہ کسی مجلس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی شریک ہوں تو وہاں سلام کیجئے۔

۱۱۔ مندرجہ ذیل مواقع پر سلام کرنے سے گریز کریں۔

ا۔ جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم ہو رہی ہو۔

ب۔ اذان، اقامت یا خطبہ کے دوران۔

ج۔ کسی مجلس میں دینی احکام بیان ہو رہے ہوں۔

د۔ جب استاد طالب علموں کو پڑھا رہا ہو۔

ھ۔ جب کوئی شخص غسل خانے یا بیت الخلا میں ہو۔

و۔ جہاں فسق وفجور، رقص وسرور اور بے ہودہ مجالس برپاہوں۔
ز۔ جو شخص گالی گلوچ، فضول بکواس اور فحش مذاق کر کے دین کو بد نام کر رہا ہو۔
ح۔ جہاں دینی عقائد وشعائر اور احکام شریعت کی بے حرمتی کی جا رہی ہو۔

۱۲۔ اپنے کسی بزرگ، عزیز یا دوست کو کسی پیغام بر یا خط کے ذریعے سلام بھیجنے کا موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضرور سلام بھجوائیں۔

۱۳۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے نام آپ کے ذریعے سلام بھجوائے اور آپ یہ ذمہ داری اٹھالیں تو اس کا نبھانا لازم ہے ورنہ امانت میں خیانت کے مرتکب ٹھہریں گے۔

۱۴۔ سلام کا جواب ہمیشہ اسی وقت نہایت خوش دلی اور خندہ پیشانی سے دیں۔ یہ مسلمان بھائی کا حق بھی ہے اور آپ کا دینی فریضہ بھی۔ جواب دیتے وقت سلام کے الفاظ میں کچھ اضافہ کرکے اس سے بہتر دعا دیجئے، ورنہ کم از کم وہی الفاظ ضرور دہرا دیجئے۔

مصافحہ

۱۔ ملاقات پر سلام کرنے کے ساتھ ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا تعلقات کو خوشگوار بنانے میں مدد دیتا ہے۔ اس سے باہمی احترام ابھرتا' دلوں سے کینہ دور ہوتا اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ "سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔"

۲۔ مصافحہ کرتے ہوئے خوشی اور گرم جوشی کا اظہار باوقار طریقے سے کریں۔ ہاتھ نرمی اور دھیمے انداز سے ملائیں تاکہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

۳۔ جب تک دوسرا شخص خود ہاتھ نہ ہٹائے آپ نہ چھوڑیں۔ یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاکیزہ اسوہ ہے۔ روایت ہے کہ:

"مومن جب مصافحہ کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو ان کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درختوں سے پتے۔"

۴۔ تیزی سے جاتے ہوئے راہ گیر یا کسی ایسے کام میں مصروف شخص کو مصافحہ پر مجبور نہ کریں جسے تکلیف یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۵۔ کسی مجلس میں جائیں تو سلام کے بعد اگر تمام حاضرین سے مصافحہ محفل میں حرج یا کسی قسم کے خلل کا باعث نہ لگے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

معانقہ

۱۔ سلام کے بعد موقع و محل کے لحاظ سے معانقہ بھی سنت ہے کہ ملاقات پر گلے ملنا فرط شوق اور شدت تعلق کا اظہار ہے۔

۲۔ معانقہ میں بھی نرمی اور ملائمت ملحوظ رہے۔ اظہار محبت دوسرے کے لئے باعث اذیت نہ بنے۔

۳۔ کپڑے پورے نہ پہنے ہوں یا خراب اور داغدار ہوں کہ گلے ملنے سے دوسرے کا لباس خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں معانقہ سے باز رہیں۔

۴۔ اپنے کسی بزرگ اور محترم ہستی سے ملاقات پر معانقہ کرنے میں سبقت نہ کریں۔ اگر وہ خود پسند کریں تو مضائقہ نہیں مگر احترام ملحوظ رہے۔

۵۔ معانقہ کے ساتھ وفور محبت میں پیشانی یا ہاتھ چومنا بھی جائز اور سنت سے ثابت ہے بشرطیکہ محل فتنہ نہ ہو۔

۶۔ اپنے کسی محترم بزرگ یا عزیز ہستی کے لئے جوشِ محبت ' فرطِ عقیدت اور جذبۂ احترام کی بنا پر کھڑا ہو جانا بھی درست ' بلکہ پسندیدہ ہے۔

آداب خط وکتابت

۱۔ دوری کی حالت میں خط وکتابت ملاقات کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی کے لئے باہم خط وکتابت کرتے رہیں۔ کسی کے ہاں خوشی یا غم کا موقع ہو اور آپ خود شریک نہ ہو سکیں تو مبارکباد یا ہمدردی کا خط ضرور لکھ دیں۔

۲۔ خط کی ابتدا ہمیشہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے کیجئے۔ مکتوب الیہ کو اس کے حسبِ حال ایسے موزوں القاب و آداب لکھیے جن سے تصنع اور تکلیف کی بو نہ آئے بلکہ انتہائی خلوص محبت ظاہر ہو۔ مکتوب الیہ کو خطاب کے بعد "السلام علیکم ورحمتہ اللہ" کے مسنون الفاظ لکھیے۔

۳۔ خط کا مضمون بالکل واضح، انداز نہایت سنجیدہ، لہجہ انتہائی شائستہ، زبان ازحد شستہ اور خط صاف ستھرا ہو تاکہ آسانی سے پڑھا جا سکے اور مکتوب الیہ پر مدعا پوری طرح کھل جائے۔

۴۔ ہر خط میں اپنا پورا پتہ صاف اور خوش خط کر کے لکھیے تاکہ مکتوب الیہ کو جواب بھیجتے وقت تکلیف نہ ہو۔ جواب طلب امور کے لئے واپسی لفافہ ہمراہ بھیجنا بہتر ہے۔

۵۔ خط میں صرف اپنے مطلب کی باتیں ہی نہ لکھیں بلکہ مخاطب کی دلچسپی کا بھی خیال رکھیں۔ اس کی اور اس کے متعلقین کی خیروعافیت بھی معلوم کریں۔

۶۔ اپنے نام دوسروں کے بھیجے ہوئے خطوط توجہ سے پڑھیں۔ اگر کسی کام کی درخواست کی گئی ہو تو اسے پورا کرنے کی کوشش کریں اور جواب جلدی دیں۔ بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔

۷۔ جو خط آپ کے نام نہیں، اسے مکتوب الیہ کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ پڑھیں۔ البتہ اپنے زیر تربیت افراد کے خطوط کی نگرانی کریں اور ان کی مناسب رہنمائی کرتے رہیں۔

آداب مجلس

۱۔ کسی مجلس میں جائیں تو سلام کر کے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ کسی دوسرے شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھیں۔ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنے سے گریز کریں۔ البتہ اگر کوئی شخص از خود ایثار کر کے اپنی جگہ بٹھائے تو مضائقہ نہیں۔

۲۔ کسی مجلس میں جائیں تو اپنی تعظیم کے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا ہرگز پسند نہ کریں' بلکہ اس سے سختی کے ساتھ منع کریں۔ ہمارے آقا و مولا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے لئے تعظیمی قیام کو ناپسند فرماتے تھے۔

۳۔ مجلس میں انتہائی عجز و تواضع ' نہایت سادگی اور وقار و متانت کے ساتھ بیٹھیں۔ پاؤں پھیلا کر یا اکڑ کر نہ بیٹھیں۔ اگر چھینک آئے تو منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لیں اور جمائی کو روکنے کی کوشش کریں۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھوکنے یا ناک اور دانت صاف کرنے سے گریز کریں۔

۴۔ مجلس میں کسی سے ملنے کے لئے جائیں اور وہ مشغول ہو تو بیٹھ کر انتظار کریں۔ اپنے لئے کسی کے کام میں یا مجلس کے شغل میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

۵۔ ہمیشہ نیک مجالس اور اچھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کی کوشش کریں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ کی کوئی مجلس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذکر اور آخرت کی فکر سے خالی نہ رہے ورنہ روز قیامت ایسی مجلس پر شدید حسرت اور افسوس ہو گا۔

۶۔ اگر اہل مجلس دنیاوی باتوں میں مصروف ہوں تو حکمت ودانائی سے گفتگو کا رخ دینی موضوع کی طرف موڑنے کی کوشش کریں۔ لغو اور بے ہودہ مجالس سے اجتناب کریں۔ اگر کسی مجلس میں دین اور شعائراسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو ہرگز وہاں نہ بیٹھیں۔

۷۔ مجلس کی شائستہ گفتگو میں ضرور شامل ہوں، لیکن صدر مجلس کی اجازت کے بغیر اور کسی دوسرے کا سلسلۂ کلام منقطع کر کے اپنی بات شروع نہ کریں۔ کسی معاملہ میں خواہ مخواہ بحث وتنقید نہ کریں۔ انتہائی وقار، سنجیدگی اور شائستگی کے ساتھ موضوع پر اظہار خیال کریں۔

۸۔ مجلس میں دو آدمی کسی شدید ضرورت کے بغیر اپنی الگ گفتگو یا باہم سرگوشی نہ کریں۔ اسطرح دوسرے لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہوں گے اور اہل مجلس کا باہمی اعتماد مجروح ہو گا۔

۹۔ مجلس میں خواہ مخواہ تکلفاً سنجیدہ ہو کر نہ بیٹھیں کہ اس سے رعونت ٹپکتی ہے۔ حاضرین مجلس سے مسکرا کر خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کریں۔ مجلس میں بہت زور سے مت ہنسیں کہ اس طرح آدمی کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ مجلس میں اگر کوئی راز کی بات کی جائے تو اسکو باہرافشا نہ کریں۔ مجلس کے راز امانت ہوتے ہیں، انکی حفاظت کرنا لازم ہے۔

۱۱۔ مجلس برخاست ہونے سے پہلے مناسب ہے کہ بارگاہ الٰہی میں استغفار کریں تاکہ دوران مجلس شعوری یا غیر شعوری طور پر جو غلط باتیں زبان سے نکل گئی ہوں، ان کا کفارہ ہو جائے۔

مجلسی آداب

۱۔ مزاح اور خوش طبعی اسلام کے مجلسی آداب میں سے ہے۔ اس سے مسلمانوں کے باہمی تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ لطافت، پاکیزگی اور شرافت کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے۔ ہنسی مزاح اپنے ہم عمر اور بے تکلف دوستوں تک محدود رکھیں۔ اپنے سے بڑے اور قابل احترام لوگوں سے مزاح نہ کریں۔

۲۔ مزاح ایسا ہونا چاہیے جو اپنے اندر کوئی نہ کوئی حقیقت رکھتا ہو۔ اس سے مقصود صرف خوش طبعی ہی ہو، ایذا رسانی اور فتنہ انگیزی نہ ہو۔ فحش، بیہودہ اور جھوٹے مذاق سے ہر حالت میں اجتناب کریں۔ لوگوں کا تمسخر نہ اڑائیں۔ اس سے دل آزاری ہوتی ہے۔

۳۔ اگر دو آدمی آپس میں راز داری کی بات کر رہے ہوں تو تیسرا شخص ان کے پاس نہ جائے۔ سرگوشی کرنے والے صرف نیکی، اصلاح اور دفاع کے لیے سرگوشی کریں۔ کسی گناہ، مکر و فریب، ظلم و زیادتی کے لیے سرگوشی حرام ہے۔ اگر کسی جگہ تین یا زیادہ آدمی بیٹھے ہوں تو ان میں سے دو آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ ایسا کرنا دوسروں کے لیے باعث تکلیف ہے۔

۴۔ راز اس وقت تک راز رہتا ہے جب تک وہ انسان کے اپنے سینے میں رہے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اپنے راز سے کسی کو آگاہ نہ کریں۔ دوسروں کے راز جاننے کی کوشش نہ کریں۔ اگر کسی کا راز آپ کو معلوم ہو تو اس کا افشا کرنا خیانت ہے۔ البتہ ایسا راز جس کا انکشاف قومی مفاد یا شخصی اصلاح کے لیے شرعاً ضروری ہو اس کی اطلاع متعلقہ لوگوں کو دینے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ جس ادارے سے وابستہ ہوں اس کے رازوں کی حفاظت آپ کا اخلاقی اور قانونی فرض ہے۔

۵۔ بدگمانی سے بچیں۔ دوسروں کو اپنے سے بہتر تصور کریں۔ کسی کو برا نہ جانیں۔

اس کے متعلق بلاوجہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں ۔ سنی سنائی بات پر کسی کے متعلق کوئی فیصلہ نہ دیں ' ورنہ ندامت اٹھانا پڑے گی ۔

۶ ۔ مجلس میں کسی آدمی کی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کر کے کوئی بات نہ کریں۔ اگر کسی وجہ سے اشارہ کرنا بھی ہو تو دائیں ہاتھ سے اشارہ کریں ۔ کسی ہتھیار وغیرہ سے اشارہ نہ کریں ۔

۷ ۔ مجلس میں کسی کو چھینک آئے تو منہ پر رومال یا ہاتھ رکھ لے ۔ زور سے نہ چھینکے اور اظہار تشکر کے طور پر **الحمد للہ** کہے ۔ دوسرے لوگ اس کے جواب میں **یرحمک اللہ** کہیں ۔ یہ جواب سن کر چھینکنے والا کہے : **یھدیکم اللہ و یصلح بالکم۔**

۸ ۔ اگر کسی شخص کو جمائی آنے لگے تو اپنا منہ ڈھانپ لے اور جمائی روکنے کی کوشش کرے کیونکہ یہ غفلت اور سستی کی علامت ہے ۔

۹ ۔ اگر مجلس میں کسی شخص کو تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو وہیں بیٹھے بیٹھے نہ تھوکے۔ راہ چلتے ہوئے ایک طرف ہو کر تھوکیں ۔ مسجد میں یا قبلہ رخ تھوکنے سے پرہیز کریں ۔

آداب عیادت

۱۔ کوئی مسلمان اگر بیمار ہو تو اسکی عیادت کے لئے ضرور جائیے۔ مریض کی عیادت باہمی حسن تعلق اور دینی رشتے کا مظہر ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت وبندگی کا بنیادی تقاضا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بھی ہے۔

۲۔ بیمار پرسی کے لئے جاتے وقت حسب استطاعت پھل' خوشبو یا کوئی اور تحفہ لے جائیں۔ اس سے باہمی محبت وہمدردی میں اضافہ ہوتا اور بیمار کو راحت ملتی ہے۔

۳۔ مریض کے پاس جائیں تو درود شریف اور دعائیہ کلمات سے گفتگو کا آغاز کریں۔ اس کے سر' بازو یا بدن پر ہاتھ پھیریں۔ اسکی طبیعت کا حال پوچھیں اور ہر طرح سے تسلی دیں۔ مریض کی دلجوئی کرنے اور حوصلہ بڑھانے سے اسکی طبیعت خوش ہوتی اور تقویت پاکر رو بہ صحت ہوتی ہے۔

۴۔ مریض کی جلد صحت یابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی معمول مبارک تھا۔ مریض سے اپنے لئے بھی دعا کرائیں کہ بیمار مومن کی دعا فرشتوں کی دعا کا درجہ رکھتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی مومن بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کا احاطہ کرلیتی ہے اور دونوں کی دعا ایک دوسرے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔

۵۔ مریض کے گھر والوں سے ہمدردی' دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی بات کیجئے۔ کسی طرح دل شکنی یا مایوسی کی حالت پیدا نہ ہونے دیں۔ مریض کی تیمارداری میں جس قدر ممکن ہو اہل خانہ سے تعاون کریں۔

۶۔ مریض کے علاج اور تیمارداری میں ذرا بھی غفلت اور بے احتیاطی سخت نقصان دہ

ہے۔ ماحول کو ہر لحاظ سے پرسکون رکھیں۔ شورو شغب ' آلودگی اور افراتفری سے بچائیں۔ مریض کی نزاکت طبع کا لحاظ کریں اور اسکی حوصلہ افزائی کرتے رہیں۔

۷۔ عیادت کے لئے جائیں تو مریض کے پاس بلاوجہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں اور نہ فضول باتیں کریں کہ مریض پر گراں گزرے۔ گھر میں اگر خواتین ہوں تو احتیاط سے اسطرح بیٹھیں کہ ان کے مشاغل اور پردے میں خلل نہ آئے۔

آداب میت

۱۔ اگر کوئی مریض جانکنی میں مبتلا ہو تو اس کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ سورۂ یٰسین کی تلاوت کریں اور بلند آواز سے کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت پڑھتے رہیں تاکہ مریض اسے سن کر خود کلمہ پڑھ لے۔

۲۔ مریض فوت ہو جائے تو اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے اور آنکھیں بند کر دیں۔ کپڑے کی ایک پٹی ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر کے اوپر باندھ دیں تاکہ منہ کھلا نہ رہے۔ اس کے بعد ایک چادر سے ڈھانپ دیں۔

۳۔ مرنے والے کے غم میں آنکھوں کا اشک بار ہونا تو فطری بات ہے، لیکن بلند آواز سے آہ وبکا اور بین نہ کریں کہ اس سے مُردے کو تکلیف ہوتی ہے۔ غم کے اس عالم میں صبرو استقلال کا مظاہرہ کریں۔ منہ سے ناشکری کا کوئی لفظ نہ نکالیں۔ میت کی خوبیاں بیان کریں اور اس کے لئے استغفار کرتے رہیں۔

۴۔ میت کو غسل دینے میں جلدی کیجئے۔ غسل کے لئے پانی بیری کے پتے ڈال کر گرم کرلیں۔ بہتر یہ ہے کہ مردہ کے اقربا میں سے کوئی غسل دے اور اس وقت باوضو ہو۔ میت کا ستر ڈھکا رہے۔ غسل کے بعد خوشبو لگائیں اور کفن پہنائیں۔

۵۔ مردہ کا کفن تین کپڑے (دو چادریں اور کفنی) ہے جبکہ عورت کے لیئے سینہ بند اور سربند سمیت پانچ کپڑوں کا کفن چاہیے۔ افضل یہ ہے کہ کفن نئے اور سفید کپڑے کا بنائیں۔ زندگی میں جن کپڑوں کا پہننا منع ہے، انکا کفن کے لئے استعمال کرنا بھی درست نہیں۔

۶۔ نماز جنازہ میت کے لیے دعائے مغفرت ہے اور یہ اس کا حق ہے۔ جنازہ پڑھنے

والوں کابدن' لباس پاک اور باوضو ہونا شرط ہے۔ میت امام کے سامنے اس طرح رکھی جائے کہ اس کا سر شمال کی جانب اور منہ قبلہ رخ ہو۔ نماز جنازہ میں صفوں کی تعداد ہمیشہ طاق رکھیں اور جنازہ مسنون طریقے سے پڑھیں۔

۷۔ جنازہ کے ہمراہ قبرستان جانا میت کا حق بھی ہے اور باعث اجروثواب بھی لہٰذا اس کا اہتمام کیجئے۔ جنازہ کے ساتھ پیدل جانا اور ذرا تیز قدموں سے چلنا بہتر ہے۔ کہیں سے جنازہ آتے دیکھیں تو کھڑے ہو جائیں اور ممکن ہو تو اس کے ساتھ چند قدم چلیے۔

۸۔ جنازہ کے ہمراہ چلتے ہوئے اپنی موت کا تصور کریں اور خوف خدا سے سرشار ہو کر اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے رہیں۔ دنیوی باتوں اور ہنسی مذاق سے احتراز کریں۔

۹۔ قبر شمالاً" جنوباً" اس قدر لمبی اور چوڑی بنوائیں کہ میت اس میں بخوبی سما سکے۔ لحد یعنی بغلی قبر بنانا افضل ہے۔ میت کو آرام اور آہستگی کے ساتھ قبر میں اتاریں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کر کے کفن کی گرہیں کھول دیں۔ عورت کو اس کے محارم قبر میں اتاریں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔ میت کو دن میں دفن کرنا بہتر ہے۔

۱۰۔ قبر کا منہ بند کر کے اس کے اوپر سرہانے کی جانب سے مٹی ڈالیں۔ ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر تین بار قبر پر ڈالے اور مسنون دعا پڑھے۔ قبر زمین کی سطح سے ایک بالشت یا قدرے زیادہ اونچی اور کوہان کی صورت بنائیں۔

۱۱۔ تدفین کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہریں۔ قرآن پاک' دعا اور درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچائیں اور اس کے لئے سوال وجواب کے وقت ثابت قدمی اور مغفرت کی دعا مانگیں۔

۱۲۔ مرنے والے کے اقربا سے تعزیت اور اظہار ہمدردی کے لئے جائیں۔ میت کی

خوبیاں بیان کریں اور پسماندگان کو صبروحوصلے کی تلقین کریں۔ میت کے اقربا شدید رنج والم کا شکار ہوتے ہیں اس لئے پڑوسیوں اور اہل محلّہ کو چاہیے کہ ان کے ہاں دو ایک وقت کا کھانا بھجوادیں۔

۱۳۔ میت کے اعزا تین دن سے زیادہ اس کا سوگ نہ کریں۔ البتہ اس کی طرف سے حسب حیثیت صدقۂ وخیرات کرتے رہیں۔ اس کی مغفرت کے لئے تلاوت قرآن' ذکر وعبادت اور دعا کا کثرت سے اہتمام کریں۔

۱۴۔ مردوں کے ایصال ثواب کے لئے قبرستان جاتے رہا کریں۔ اس سے عبرت حاصل ہوتی 'موت کی یاد تازہ رہتی اور آخرت کے لئے تیاری کی ترغیب ملتی ہے۔

۱۵۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت السلام علیکم کہیں اور مسنون دعا پڑھیں۔ قبروں پر چلنے' بیٹھنے اور پاؤں لگانے سے احتراز کریں۔ قبرستان میں غفلت ولاپرواہی سے ہنسی' مزاح اور دنیاوی باتیں نہ کریں۔ اپنی موت کو یاد رکھیں اور آخرت کی تیاری کی فکر کریں۔

باب پنجم

فلاح معیشت

آداب معیشت

۱۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ معاشی تعمیر و ترقی کا خاطر خواہ اہتمام کرے تا کہ ہر فرد کو ایک معقول معیار زندگی کی ضمانت میسر آ سکے۔ معاشی ترقی ہی ملک کے سیاسی استحکام اور دفاعی قوت کی بنیاد ہے۔ اسی سے پورے معاشرے کی بقاء، خوشحالی اور فلاح و بہبود وابستہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ قومی آمدنی میں اضافہ کی مؤثر تدابیر اختیار کی جائیں۔ ملک کے قدرتی وسائل سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ افراد کار کی تیاری، ماہرین کی خدمات سے استفادہ اور بیروزگاری کو ختم کرنے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے جائیں۔

۲۔ اجتماعی سطح پر معاشی پیداوار میں اضافہ اور ترقی کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔ اسلام کی رو سے ضرورت کے مطابق پیداوار میں افزائش ایک مقدس فریضہ اور پاکیزہ سماجی عمل ہے۔ پیداوار کا مقصد سوسائٹی کا معیار زندگی بلند کرنا، رفاہ عامہ کو فروغ دینا، زیادہ سے زیادہ معاشی سہولتیں فراہم کرنا اور خلافت الٰہیہ کے تقاضوں کی تکمیل ہونا چاہیے۔ معاشرہ کی اقتصادی قوت کو اس طرح مربوط اور مرتب کیا جائے کہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ اشتراک عمل، خود اعتمادی اور خود انحصاری کو فروغ ملے۔

۳۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت کے مختلف شعبوں میں افراد کی نجی کاروباری سرگرمیوں پر کڑی نگرانی رکھے۔ رعایا کے مفادات اور معاشرہ کے اجتماعی مصالح کا تحفظ کرے۔ صنعت و تجارت کو سماج کا خادم بنا کر رکھے اور اس ضمن میں ہر جائز و مناسب پابندی عائد کرے۔ معاشی پیداوار کو براہ راست انسانی محنت و عمل سے مربوط رکھے اور سماجی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنائے۔

۴۔ اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ پورے معاشرہ کو ایک جیسی سطحِ زندگی پر لانے کی کوشش کرے۔ تقسیم دولت میں پائی جانے والی ناہمواری اور عدم توازن کو کم

کرے ۔ غریبوں کی معاشی سطح بلند کرے ۔ امیروں کو اسراف و تبذیر سے روکے ۔ عیش و عشرت کا سدباب کرے ۔ سادگی ' قناعت شعاری اور میانہ روی کو فروغ دے ۔

۵ ۔ عام طور پر اشیاء تجارت اور پیداوار کے نرخ طلب و رسد کے باہمی تعامل سے متعین ہوتے ہیں ۔ لیکن اگر تاجر ذخیرہ اندوزی ' مصنوعی قلت اور بلیک مارکیٹنگ کے ذریعے صارفین کو مشقت میں مبتلا کر دیں تو پھر حکومت مصالحِ عامہ کے تحفظ اور لوگوں کو ضرر و نقصان سے بچانے کے لیے اشیائے صرف کی قیمتیں مقرر کر سکتی ہے۔

۶ ۔ عام حالات میں افراد کے وسیع مالکانہ حقوق میں کوئی مداخلت نہیں کی جا سکتی' بلکہ ریاست ان کے مفادات کی ہر ممکن حفاظت کرے گی ۔ لیکن ہنگامی حالات میں سماج کے اجتماعی مصالح کی رعایت ' ضرر عام کے ازالہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کی خاطر افراد کی نجی ملکیت میں ریاست ہر وہ تصرف کر سکتی ہے جو ناگزیر ہو ۔ حتیٰ کہ صنعتی املاک اور اداروں کو معاوضہ ادا کر کے قومی ملکیت میں بھی لے سکتی ہے ۔

۷ ۔ عام حالات میں کسی شخص سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز عاریتاً" یا قیمت واجرت پر حاصل نہیں کی جا سکتی ۔ لیکن غیر معمولی اور ہنگامی حالات میں جب کہ ریاست کو اجتماعی مصالح کی لیے کوئی چیز درکار ہو اور مالک دینے پر آمادہ نہ ہو تو ریاست کو جبراً خریدنے ' اجرت پر یا عاریتاً" لینے کا حق حاصل ہے ۔

۸ ۔ شدید معاشی بحران اور مالی مشکلات کے وقت ریاست اصحاب ثروت شہریوں سے ان کی ضرورت سے زیادہ دولت کا مطالبہ کر سکتی ہے تاکہ عوام کو ہلاکت سے بچایا جا سکے ۔ افراد کے فاضل مال پر بقدر ضرورت معاشرہ کا حق ثابت ہے ۔ ہنگامی حالات میں دولت مندوں پر لازم ہے کہ باہمی تعاون و ہمدردی اور ایثار و قربانی کے ذریعے معاشرہ کو اجتماعی مصیبت سے نکالنے کی فکر و کوشش کریں ۔

آداب ملکیت

- کسب مال
- صرف مال

کسب مال

۱۔ زمین اور اس میں جو کچھ ہے سب اصلاً خدا کی ملکیت اور مخلوق کے پاس امانت ہے۔ انسان شخصی اور اجتماعی طور پر اس امانت کا محافظ اور اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ دنیا میں ہر انسان کی معاشی جدوجہد اور اس کا ثمر اس الوہی امانت کے دائرے اور اجتماعی ذمہ داری کی حدود ہی میں رہتا ہے۔

۲۔ تمام قدرتی وسائل اور نفع عام کی ایسی چیزیں، جن کے پیدا کرنے اور کار آمد بنانے میں کسی انسانی محنت کو دخل نہیں، جیسے دریاؤں کا پانی، جنگل کی گھاس، خود رو پودے، فضا کے پرندے، سمندر کی مچھلیاں، صحرائی جانور اور افتادہ اراضی وغیرہ عام استعمال کے لیے وقف ہیں۔ سب لوگ ضرورت کے مطابق ان سے برابر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۳۔ مشترک استعمال کی قدرتی چیزوں میں سے جتنے حصے پر کوئی شخص اپنی قابلیت، دولت اور محنت صرف کر کے اپنے قبضے اور حفاظت میں لے لے، اس کا وہ مالک بن جائے گا۔ اب اسے اپنی اس مملوکہ چیز میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہر قسم کے تصرف کا اختیار حاصل ہوگا۔

۴۔ ذاتی ملکیت ہر شخص کا بنیادی حق بھی ہے اور فطری ضرورت بھی۔ اس سے افراد میں کام کا جذبہ ابھرتا اور محنت کا شوق پروان چڑھتا ہے۔ اس سے تقسیم دولت کا نظام پنپتا اور معیشت کو استحکام ملتا ہے۔ لیکن شخصی ملکیت کے نظام میں اس امر کی احتیاط ضروری ہے کہ دولت و سرمایہ معاشرہ کے چند افراد کے ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے۔

۵۔ کوئی شخص معاش کے قدرتی ذرائع کو اپنی ملکیت میں لانے کے بعد نہ تو ضائع اور

تلف کر سکتا ہے نہ ہی معطل اور بے کار چھوڑ سکتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ان ذرائع معاش سے بھرپور فائدہ اٹھائے اور انہیں اس طرح بروئے کار لائے کہ اس کی ذاتی کفالت ' اجتماعی بہبود اور معاشی ترقی کے زیادہ سے زیادہ امکانات پیدا ہوں۔

۶ - کسب مال کے جائز مواقع ہر آدمی کے لیے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ اپنی صلاحیت اور پسند کے مطابق پیشہ اختیار کرنے اور معاشی جدوجہد کا سب کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ حصول معاش کی خاطر اخلاق کو خراب کرنے والے' نظام تمدن کو بگاڑنے والے اور معاشرے کو نقصان پہنچانے والے ذرائع اختیار کرے۔ کسب معاش میں اخلاقی اصولوں کی رعایت اور حلال و حرام کی تمیز سب کے لیے ضروری ہے۔

۷ - ہر شخص اپنی ملکیت کو جائز طریقوں سے مزید دولت کمانے کے لیے استعمال کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ لیکن اس کے لیے محنت ' معاشی جدوجہد اور گردشِ دولت کا اہتمام ضروری ہے۔ معاشی ترقی اور سماجی فلاح و بہبود کا ہر کام اخلاقی اصولوں اور شرعی احکام کی حدود میں ہونا چاہیے۔ سرمایہ دارانہ انداز سے دولت کمانا اور منافع بانٹنا اسلام میں جائز نہیں۔

صرف مال

۱۔ اپنے مال و املاک کو زندگی کے پاکیزہ مقاصد کی تکمیل میں صرف کریں ۔ غلط طریقے سے ہرگز ضائع نہ کریں ۔ مال آپ کے پاس خدا کی امانت اور زندگی کا سہارا ہے ۔ اس کو بے جا تلف کرنا یا ناجائز کاموں میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ' معاشرہ کی بغاوت ' اہل و عیال کی حق تلفی اور انسانیت کا مشترک نقصان ہے ۔

۲۔ از روئے اسلام کوئی شخص اپنی ملکیت کے آزادانہ استعمال کا حق نہیں رکھتا ۔ مال خدا کا عطیہ اور امانت ہے ۔ لہٰذا اس کی مقرر کردہ حدود اور مقاصد ہی میں صرف کیا جا سکتا ہے ۔ غیر شرعی مصارف میں ' اظہار ثروت اور نمود و نمائش کے لیے یا باطل افکار کی اشاعت اور فحاشی کے فروغ میں مال صرف کرنا تبذیر اور حرام ہے ۔

۳۔ اپنے مال کے استعمال میں توازن ' دور اندیشی اور ذمہ داری کا رویہ اپنائیں۔ سادگی اور قناعت کا طرز عمل اختیار کریں ۔ ضروریات زندگی کی تکمیل کو سہولت و آرام اور زیب و زینت پر ترجیح دیں ۔ ہر طرح کے اسراف و تبذیر اور لاپرواہی کی روش سے بچیں ۔ عیش کوشی ' لذت اندوزی اور تن پروری کو اپنا مقصد نہ بنائیں ۔ اس سے غفلت ' کاہلی اور خواہش پرستی جیسی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۔

۴۔ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کی آئندہ ضروریات کے لیے مال ضرور جمع کریں۔ لیکن یہ بچت حد اعتدال میں ہو ' بخل اور کمینگی میں نہ بدل جائے ۔ اپنی اور دوسروں کی جائز ضروریات میں خرچ کرنے سے گریز نہ کریں ۔ دولت کو خزانوں کی شکل میں جمع کر کے گردش سے نہ روکیں ۔ بخل ایک نفسیاتی اور معاشرتی عیب ہے جس سے کم ظرفی ' بے ہمتی ' حرص و طمع ' بے رحمی ' بدسلوکی اور بے مروتی ایسی بے شمار اخلاقی برائیاں پیدا ہوتی ہیں ۔

۵۔ اپنی ملکیت ' شخصی حقوق اور مال کے استعمال میں اس بات کا خیال رکھیں کہ

اس سے دوسرے افراد کے حقوق یا معاشرہ کے مجموعی مفاد پر کوئی زد نہ پڑے ۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے انسان کی ذاتی ملکیت اور شخصی حقوق اللہ تعالیٰ کی مقدس امانت اور معاشرتی ذمہ داری کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ ان کے آزادانہ استعمال کی آڑ میں دوسرے افراد یا معاشرہ کے لیے اذیت و نقصان کی راہیں نکالنا حرام اور اخلاقی و قانونی جرم ہے۔

۶ ۔ اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے بعد دوسروں کی خیر خواہی ، مستحقین کی اعانت اور اجتماعی فلاح و بہبود کے کاموں میں حسب استطاعت اپنا مال خرچ کریں ۔ مال دار لوگوں پر فرض ہے کہ معاشرہ کے پسماندہ طبقوں کی ضروریاتِ زندگی کا ہر طرح خیال رکھیں ۔ اصحابِ ثروت پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی انفاق کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ معاشرہ میں کوئی ایسا فرد باقی نہ رہے جو بنیادی ضروریات غذا ، لباس ، مکان اور علاج سے محروم ہو۔

۷ ۔ معاشرہ کے پسماندہ اور محروم طبقوں سے محبت رکھیں ۔ فقراء اور مساکین کی دلجوئی ، خیر خواہی اور قدردانی کریں ۔ اپنی دولت اور ملکیت کو خدا کی طرف سے آزمائش سمجھیں ۔ محتاجوں پر دل کھول کر خرچ کریں اور یاد رکھیں کہ انہیں فقراء کے سبب امیروں کو روزی ملتی ہے ۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے :۔

" اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد اور تمہارے رزق کا سبب صرف تمہارے کمزور بھائی ہیں ۔ "

آداب محنت

۱۔ رزق حلال کی طلب و کوشش اسلامی فرائض میں سے ہے۔ اس اعتبار سے یہ عین تقاضائے دین، خدا کی عبادت اور باعث اجر و ثواب عمل ہے۔ حصولِ معاش کے ذرائع میں ایک بہت اچھی صورت یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ سے محنت و مشقت کرے۔ زندگی کی تمام آسائشیں انسانی محنت و ریاضت ہی سے وابستہ ہیں۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے محنت کو لازوال عظمت بخشی۔ ہنرمندی کو افضل ترین ذریعہ معاش قرار دیا اور ہاتھ کی کمائی کو پاکیزہ ترین رزق ٹھہرایا۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے :۔

"انسان نے کبھی کوئی کھانا اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر نہیں کھایا۔"

کوئی بھی پیشہ یا ذریعۂ معاش اختیار کرنے سے پہلے اچھی طرح حلال و حرام کی تمیز کرلیں۔ حرام کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی اور ایمان محفوظ نہیں رہتا۔ نیز ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں، قیامت میں اس کا پورا پورا حساب دینا ہو گا۔ جو شخص حرام مال وارثوں کے لیے چھوڑ گیا آخرت میں اس کے لیے دوہرا گناہ ہو گا : ایک حرام کمانے کا اور دوسرا وارثوں کو حرام کھلانے کا۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے :۔

"وہ جسم جنت میں نہ جا سکے گا جس کی نشو و نما حرام مال سے ہوئی۔"

۳۔ کسب حلال کے لیے جو بھی جائز کام میسر آئے خوشی سے انجام دیں۔ محنت مزدوری کو عار نہ سمجھیں۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔ کسی حقیر پیشے کے ذریعے روزی کمانا بھی لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور مانگ کر کھانے سے بہتر ہے۔

۴ ۔ جو بھی پیشہ ' ہنر یا ملازمت اختیار کرنا چاہیں ' پہلے اس میں اچھی طرح مہارت حاصل کر لیں تاکہ اپنے پیشے ' کام اور منصب کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکیں اور جو بھی ذمہ داری سونپی جائے اسے اچھی طرح نبھا سکیں۔

۵ ۔ اپنا کام انجام دینے میں پوری صلاحیت اور توانائی صرف کر دیں ۔ دیانت داری ' خیرخواہی اور احساس ذمہ داری کے تقاضے اچھی طرح پورے کریں ۔ سستی ' غفلت اور لاپرواہی سے بچیں ۔ کامل احتیاط اور جاں فشانی سے مقررہ وقت میں کام پورا کرنے کی کوشش کریں۔

۶ ۔ جس کام کی ذمہ داری لیں اسے دیانت داری سے پورا کریں ۔ ناقص یا ادھورا نہ چھوڑیں ۔ اپنے کام میں پختگی ' نفاست اور پائیداری کا خیال رکھیں ۔ آجر کو نقصان پہنچانے اور املاک کو ضائع کرنے کی کوشش نہ کریں ۔ اپنی طرف سے ہر ممکن خیرخواہی اور آجر کے مفادات کا تحفظ کریں۔

۷ ۔ محنت کرنے والے اور کام کرنے والے کے درمیان معاہدۂ عمل باہمی رضامندی سے طے ہونا چاہیے۔ اس میں ذمہ داری کی نوعیت ' کام کا دورانیہ اور اجرت واضح طور پر متعین کر لی جائے تاکہ بعد میں کسی قسم کا تنازعہ نہ ابھرے ۔

۸ ۔ آجر اور اجیر دونوں کو چاہیے کہ باہمی معاہدات کی رو سے طے شدہ تمام ذمہ داریاں اور شرائط پوری کریں ۔ آپس کے معاہدوں کی پابندی کرنا اور اپنی اپنی ذمہ داری نبھانا کاروباری زندگی اور باہمی تعلقات کی تمام خوشگواریوں کا ضامن ہے۔

۹ ۔ محنت لینے والے کا فرض ہے کہ وہ مزدور کی حق تلفی نہ کرے ۔ اس کے مفادات کا تحفظ کرے ۔ طے شدہ اجرت بروقت ادا کرے اور حوصلہ افزائی کے لیے کچھ زیادہ دے ۔ اس کی جائز ضروریات پوری کرے اور ہر طرح خوش رکھے ۔ ماتحتوں

سے اچھا سلوک اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور خیر و برکت کا ذریعہ بنتا ہے۔

۱۰۔ محنت کش کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کا معاشی استحصال نہ کریں۔ اس کی رضامندی اور اضافی معاوضہ کے بغیر مقررہ اوقات سے زیادہ کام نہ لیں۔ اس کی طاقت و اہلیت سے بڑھ کر مشقت میں نہ ڈالیں۔ اتنا ہی کام لیں جتنا وہ آسانی سے کر سکے۔ مزدور کے ساتھ کج خلقی اور بدمعاملگی سے پیش نہ آئیں۔

۱۱۔ اسلام کی رو سے آجر اور مزدور کا باہمی تعلق محض گاہک اور دکاندار کا نہیں بلکہ دو بھائیوں، دو دوستوں اور ہمدردوں جیسا ہے۔ لہٰذا ان دونوں پر لازم ہے کہ باہمی تعاون، خیرخواہی اور احترام کی فضا قائم رکھیں اور پروان چڑھائیں۔ ایک دوسرے کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کریں۔ آپس کے معاملات و مسائل مل جل کر طے کریں۔

آداب تجارت

۱۔ تجارت از روئے قرآن باہمی رضامندی اور حلال طریقے سے تبادلۂ مال کا نام ہے۔ یہ وہ مقدس وبابرکت پیشہ ہے جسے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزت بخشی اور امت کو اس کی ترغیب دیتے ہوئے بااصول تجارت کو خیروبرکت' معاشی آسودگی اور عنداللہ سرخروئی کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اس لئے تجارت میں دیانت دارانہ مشغولیت پسندیدہ کام ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ:"سچا تاجر عابد وزاہد پر فوقیت رکھتا ہے۔"

۲۔ تجارت ہو یا کسب معاش کی اور کوئی صورت' بہر حال مسلمان کو چاہیے کہ دنیا کمانے میں مشغول ہو کر اپنی آخرت سنوارنے کی فکر سے غافل نہ ہو جائے۔ ہر وقت یاد رکھے کہ یہ دنیا تو بس آخرت کی کھیتی اور دارالا متحان ہے' اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگر یہ احساس دل میں اتر جائے تو پھر کاروبار کرنے والے شخص کی نیت' فکر' اخلاق' رویہ اور عمل سب کچھ دین کے تابع ہو جائے گا۔

۳۔ مال تجارت کے کسی ذرے اور عمل تجارت کے کسی گوشے میں حرام اور معصیت کی ذرا بھی آمیزش نہ ہونے دیں' ورنہ خوشحالی' خیروبرکت اور فلاح وکامرانی سے بالکل محروم رہیں گے کیونکہ حرام اور معصیت والا عمل خدا کے ہاں کبھی پنپ نہیں سکتا۔

۴۔ ہر قسم کے سودی کاروبار' جوا اور سٹہ بازی کی تمام تجارتی وغیرتجارتی شکلوں سے مکمل اجتناب کریں ورنہ روز قیامت کا شدید مؤاخذہ تو الگ رہا لیکن ناجائز طریقے سے کمائے ہوئے یہ چند ٹکے آگے چلکر آپ کو دنیا ہی میں بھیانک نقصانات سے دوچار کر سکتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ جا اسکے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اسکی
ڈر اسکی دیرگیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

۵۔ ملاوٹ' ذخیرہ اندوزی اور دھوکہ دہی کی تمام چھوٹی بڑی صورتیں بالکل حرام ہیں۔ یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی' حقوق العباد کی پامالی اور انسانیت دشمنی ہے۔ اس سے ہر حال میں بچیں ورنہ آخر کار آپ ہی گھاٹے میں رہیں گے۔

۶۔ اسلام تاجروں کو اعلیٰ اخلاق سے متصف دیکھنا چاہتا ہے۔ سچائی' امانت' ایفائے عہد' عدل وانصاف 'خیر خواہی' صاف معاملگی اور نرم گوئی وہ اوصاف ہیں جو ایک تاجر میں عام مسلمانوں سے بڑھ کر نمایاں طور پر ظاہر ہونے چاہئیں۔

۷۔ ناپ تول میں کمی 'مال کی بے جا تعریف 'فروخت کے لئے قسمیں کھانا' گاہکوں کا استحصال اور ناجائز منافع خوری سب ایسے جرائم ہیں جن میں بیک وقت انسانوں کی حق تلفی بھی ہے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی بھی۔ تاجر کو اس بارے میں دوگونہ جواب دہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

۸۔ مال تجارت کی زکوٰۃ اور دیگر شرعی حقوق بروقت ادا کرتے ہیں تاکہ خیروبرکت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

۹۔ لین دین کے معاملات میں ہر ممکن احتیاط 'معاہدہ کی پابندی' باہمی تعاون' حسن سلوک اور نرمی کا مظاہرہ کریں۔ بے جا سختی نہ برتیں۔ درگزر سے کام لیں کہ یہی باہمی خیر خواہی اور احسان کا تقاضا ہے۔

آداب معاملہ

۱ - مسلمان آپس کے تمام معاشی اور معاشرتی معاملات باہمی اعتماد و تعاون ' اخوت ومحبت اور ایثار و ہمدردی کی بنیاد پر استوار کریں۔ خود غرضی ' مفاد پرستی اور بد دیانتی کی ہر صورت سے اجتناب برتیں ۔ ہر معاملے میں شخصی ذمہ داری ' ملی وفاداری اور اخروی جواب دہی کے احساس سے سرشار رہیں۔

۲ - معاشی تعلقات ' تجارتی روابط اور کاروباری لین دین کے کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی خیانت ' دھوکہ اور بد عہدی نہ کریں۔ حرام کا ایک ذرہ اور بددیانتی کا ایک شائبہ بھی آپ کے ایمان و اخلاق ' معاشی جدوجہد اور معاشرتی زندگی میں زہر گھول دے گا۔

۳ - ہر قسم کے لین دین اور معاملات میں شرعی احکام ' اخلاقی قدروں اور معاشرتی ضوابط کی مکمل پاسداری کریں۔ انصاف ' رواداری اور مروت سے کام لیں۔ خود غرضی' استحصال اور من مانی سے گریز کریں۔

۴ - لین دین کا جو بھی معاملہ کریں اس کی تمام تفصیلات اور سارے ضروری پہلو شروع ہی میں طے کر لیں ۔ بہتر یہ ہے کہ سب کچھ ضبط تحریر میں لے آئیں تاکہ بعد میں کسی موقع پر فریقین کے درمیان کسی قسم کا نزاع اور کشمکش پیدا نہ ہو۔

۵ - باہمی معاملات میں جو بھی ذمہ داری اٹھائیں یا وعدہ کریں اسے ہر حال میں نبھائیں۔ حتی الامکان وقت کی پابندی کریں۔ اس سے باہمی اعتماد قائم رہتا اور تعاون کو فروغ ملتا ہے۔

۶ - معاملات میں ہمیشہ سختی' ظاہر داری اور بے لچک ضابطہ پرستی کا مظاہرہ نہ کریں۔

انسانی روابط اور رویوں میں وسعت، تنوع اور لچک پذیری درکار ہے۔ اس لیے ہر معاملے میں حالات کے تقاضوں اور موقع محل کی مناسبت سے برتاؤ کریں۔ جہاں ضروری ہو سختی برتیں ورنہ تحمل و بردباری اور عفو و درگزر سے کام لیں۔

باب ششم

نظم ریاست

آداب ریاست

۱۔ اسلامی ریاستِ ایک نظریاتی اور اخلاقی ریاست ہے۔ اس کے بنیادی مقاصد دین کی حمایت' سرحدوں کی حفاظت' معاشی فلاح و بہبود' اسلامی قوانین کے نفاذ اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل پر محیط ہیں۔ اس لئے ریاست پر لازم ہے کہ معاشرہ میں دینی تعلیم کو عام کرے۔ اسلامی ضابطۂ اخلاق کو فروغ دے۔ شرعی قوانین نافذ کرے۔ اجتماعی نظم اور سماجی بہبود کا اہتمام کرے۔

۲۔ ریاست کے انتظامی' قانونی اور مالی امور ایسے لوگوں کے سپرد کیے جائیں جو پوری اہلیت و استعداد رکھتے ہوں۔ قرآن و سنت کی تعلیم سے بہرہ ور' اسلامی اخلاق و کردار کے حامل اور دورِ جدید کے تقاضوں سے پوری طرح آشنا ہوں۔ جن کی فراست' دیانت اور ملک و ملت سے وفاداری ہر شک و شبہ سے بالا تر ہو۔

۳۔ تمام کاروبار سلطنت شوریٰ' احتساب اور ذمہ داری کے اصولوں پر استوار ہونا چاہیے۔ریاستی اداروں' ارکان حکومت اور افراد رعایا سب کے طرز عمل اور سرگرمیوں پر کڑی نگرانی ہو۔ ہر ایک کا مئواخذہ اور احتساب ہوتا رہے۔ نا اہلی' بدعنوانی اور بے کاری کا سدباب کیا جائے۔

۴۔ ریاست کے داخلی اور خارجی تمام معاملات سچائی' دیانت اور انصاف کی بنیاد پر انجام پائیں۔ بین الاقوامی امن و انصاف' خیرسگالی اور رواداری کو فروغ دیا جائے۔ تمام معاہدوں اور عالمی قوانین کی پابندی کی جائے۔ مسلم امہ کے اندر اتحاد' یک جہتی اور باہمی تعاون کو پروان چڑھانے کی کوشش کی جائے۔

۵۔ ریاست اپنی حدود میں بسنے والے تمام افراد اور طبقوں کے درمیان یکجہتی' رواداری اور خیرسگالی کی فضا پروان چڑھائے۔ہر قسم کے علاقائی' نسلی اور گروہی

تعصبات کو مٹائے۔ منفی رجحانات، باطل نظریات اور فاسد رسوم و رواج کی بیخ کنی کرے۔

۶ - ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو مقررہ حدود کے اندر اپنے مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور شخصی قوانین پر عمل پیرا ہونے کی آزادی میسر ہو۔ ان کے تمام جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ انہیں اقتصادی، تعلیمی اور قانونی مراعات دی جائیں۔

آداب حکومت

۱۔ اسلامی ریاست کا حکمران خود کو خلفائے راشدین کا وارث اور پیروکار بنانے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ حکومت واقتدار کے ہر دائرے میں ان کے پاکیزہ طرز عمل سے راہنمائی حاصل کرے اور ان کے تصورِ ریاست کو بروئے کار لانے کے لئے کوشاں رہے۔ انتہائی سادہ اور باوقار زندگی بسر کرے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس کی پیروی کریں۔

۲۔ حکمران اپنے منصب کی ذمہ داری اور اس پر اخروی جواب دہی سے غافل نہ ہو۔ وہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے اسی کارِ حکومت کے ذریعے آخرت کی فلاح وکامرانی بھی حاصل کر سکتا ہے اور اسی سے عذابِ الٰہی کا سزاوار بھی بن سکتا ہے۔

۳۔ لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے احکام الٰہی کے نفاذ میں سستی اور نرمی نہ کرے۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی کوشش کرے اور اس سلسلے میں مخلوق کی پروا نہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"جس نے لوگوں کی ناخوشی میں اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا، اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس سے راضی کر دیتا ہے۔"

۴۔ ارباب حکومت اپنے آپ کو عوام سے برتر اور قانون سے بالا تر نہ گردانیں۔ ہر معاملہ میں خود کو رعایا ہی میں شامل تصور کریں۔ ان کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں اور ان کے دکھ درد میں پوری طرح شریک ہوں۔

۵۔ حکمران کے تمام احکام وفرامین اور معاملات کی بنیاد عوام کی خیر خواہی، شفقت وہمدردی اور رفق ونرمی پر ہونی چاہیے۔ بلاوجہ اور بلا ضرورت رعایا اور عمالِ حکومت پر

سخت گیری نہ کرے۔ سب کے ساتھ کشادہ پیشانی اور فراخدلی سے پیش آئے۔

۶۔ حکومت کے جملہ اہل کاروں پر لازم ہے کہ عوام کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی، تواضع اور مروت سے پیش آئیں۔ ان کے جائز کام بلا تاخیر پورے کریں اور ان کے مسائل حتی المقدور حل کرنے کی کوشش کریں۔ حدیث پاک میں ہے کہ،

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں پر محافظ اور نگران بنائے اور وہ ان کی خیرخواہی کے ساتھ نگرانی اور حفاظت نہ کرے تو وہ بہشت کی بو نہ سونگھے گا۔"

۷۔ حکمران اپنی رعایا کے حالات سے غافل نہ ہو۔ مستحقوں، ضرورت مندوں، ناداروں اور مظلوموں کی خبرگیری اور دادرسی میں کوتاہی نہ کرے۔ یتیموں اور بیواؤں کی دلجوئی اپنا فرض سمجھے۔ قیامت کی گرفت سے خوف کھائے جس دن مال واقتدار کچھ کام نہ آئے گا۔

۸۔ حکومت کے تمام اداروں اور کار پردازوں کی تمام سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے۔ افسروں اور اہل کاروں کی خیانت سے غافل نہ ہو۔ ظالموں کو کسی حکومتی منصب پر فائز نہ کرے۔ جب کسی اہل کار کا ظلم اور خیانت ظاہر ہو جائے تو اس کا مؤاخذہ کرنے اور سزا دینے میں کسی بے جا نرمی اور سہل نگاری سے کام نہ لے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور کار حکومت بہتر انداز سے چلتا رہے۔

۹۔ ریاست کے ہر گوشے میں امن وامان کا اہتمام کرے۔ عدل وانصاف کا مستحکم نظام قائم کرے۔ چوروں، ڈاکوؤں، غنڈوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کرے۔ عوام کی عزت وآبرو اور جان و مال کے تحفظ کا انتظام کرے۔ قانون کی عملداری، انصاف کی جلد اور مفت فراہمی، مجرموں کی بیخ کنی اور رعایا کی خوشحالی کے لئے ہر ممکن اقدام کرے۔

۱۰۔ ملک کا نظم ونسق چلانے اور عوام کی بہتری کے لئے حکومت جو قوانین اور ضوابط

وضع کرتی ہے ان کی پابندی اور احترام کرنا رعایا پر لازم ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارے ملک میں بد نظمی اور افراتفری پھیل جائے اور اجتماعی زندگی فساد واضطراب کا شکار ہو جائے۔

۱۱۔ انتظامی 'قانونی' اور اخلاقی امور میں حکمران کی شخصی اطاعت وفرمانبرداری رعایا کی اپنی فلاح وبہبود کا تقاضا ہے۔ تاہم اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ:

"خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت ہرگز جائز نہیں ۔"

آداب شہریت

۱۔ شہری زندگی کے آداب میں سرفہرست یہ ہے کہ ہر انسان کو تمام بنیادی ضروریات زندگی کی ضمانت میسر ہو۔ شہریوں کو تعلیم، روزگار، رہائش اور علاج سے متعلق تمام سہولیات کی فراہمی ریاست کا مستقل قانونی، تمدنی اور معاشرتی فریضہ ہے۔ ایک مثالی معاشرے کا معیار یہ ہے کہ اس میں کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ ہو۔

۲۔ شہری زندگی کو پروان چڑھانے میں تعلیم عامہ کا بندوبست، حفظان صحت کا شخصی واجتماعی نظام، امن و امان کا قیام، جرائم کا سدباب اور ضروریات زندگی کی فراہمی کے لیے زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کا وسیع سلسلہ درکار ہے۔

۳۔ ہر شہری اپنے ملک کی تمام قومی املاک کی حفاظت اپنا فرض سمجھے۔ مذہبی، اخلاقی اور قانونی کسی بھی لحاظ سے قومی املاک کو نقصان پہنچانا جائز نہیں۔ اس نقصان کا نتیجہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

۴۔ شہری زندگی اور معاشرت کے لیے جو قواعد و ضوابط اور حدود و قیود مقرر ہوں ان سے تجاوز نہ کریں۔ اپنے بنیادی حقوق کے استعمال اور ضروریات زندگی کے حصول میں بھی کسی کو ایذا نہ پہنچائیں۔

۵۔ اپنے گھر، محلے اور شہر کا ماحول ہر قسم کی گندگی، غلاظت اور آلودگی سے پاک صاف رکھیں۔ گاڑیوں اور فیکٹریوں کے دھوئیں، فاسد کیمیائی مادوں کے اخراج، گندے پانی کے جوہڑ، غلاظت کے ڈھیر اور فضائی آلودگی کی تمام صورتوں سے شہری زندگی کو محفوظ بنائیں۔

اسلام نے اس بارے میں انتہائی باریک اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کے بارے میں بھی تفصیلی ہدایات دی ہیں۔ چنانچہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کی تلقین،

مجلس میں یا راہ چلتے ہوئے تھوکنے اور ناک صاف کرنے کی ممانعت ' ہر قسم کی ایذا رسانی سے اجتناب کا حکم اور رہنے سہنے کے قواعد و آداب کی پابندی سب اسی مقصد کے لیے ہیں۔

۶ - مکانوں کی تعمیر کے سلسلے میں شریعت کے عام آداب معاشرت اور حدود واحکام کی پابندی ضروری ہے ۔ مکان کھلا اور کشادہ ہو ۔ راستے ' ہوا اور پانی کی گزرگاہ میں رکاوٹ نہ آئے ۔ ماحول میں کسی قسم کی گندگی اور آلودگی نہ پھیلے۔ ہمسائے کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچے۔ عمارت کی اونچائی ایسی ہو کہ اس سے اردگرد کے گھروں کی پردہ دری نہ ہونے پائے۔

۷ - تنظیمی اعتبار سے معاشرتی زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو کی ضروریات پوری کرنا اور نظم و ضبط کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اس لیے شہر میں ہر طبقے اور ہر پیشے سے وابستہ افراد مناسب تعداد میں ہونے چاہئیں ۔ حکیم بو علی سینا نے لکھا ہے کہ ہر معاشرے میں تین طبقوں کا وجود لازمی ہے :- ایک وہ طبقہ جو شہری زندگی کی تنظیم اور کاروبار مملکت چلانے سے متعلق ہو۔ دوسرے وہ لوگ جو معاشرے کی تمدنی ضروریات پوری کرنے کے لیے صنعت ' تجارت اور زراعت میں مصروف رہیں اور تیسرے وہ افراد جو شہری ماحول اور نظام زندگی کا ہر اعتبار سے دفاع کریں ۔

۸ - شہروں کی آبادیاں ایک مقررہ حد سے نہ بڑھنے دیں ۔ شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی ہے ' اس کی تہذیبی اور اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے ۔ بہت سے تمدنی اور انتظامی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں اور شر و فساد کے محرکات پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ اس لیے پرانے شہروں کا پھیلاؤ اور آبادی کا دباؤ کم کرنے کے لیے نئے شہر اور آبادیاں بسائی جائیں۔

آداب قانون

۱۔ قانون ایک ایسی فطری ضرورت ہے جس کے بغیر متمدن معاشرہ کا تصور بھی ممکن نہیں ۔ اجتماعی شیرازہ بندی ' حقوق کا تحفظ ' عدل و انصاف کا قیام اور مظالم کی روک تھام قانون کا بنیادی مقصد ہے۔ اس لئے قانون کی حکمرانی کا تصور بھی اتنا قدیم ہے جتنا خود انسان۔ اور رہتی دنیا ہر معاشرہ کے لئے قانون کی ضرورت باقی رہے گی ۔

۲ ۔ اسلامی قانون کا مقصد اور وظیفہ محض سوسائٹی کے معاملات کی تنظیم نہیں بلکہ ایک صالح جماعت کی تیاری اور فلاحی ریاست کی تشکیل کے ذریعے بالاخر پوری دنیا کو ایک مثالی نظام پر لانا ہے۔ اس بناء پر شریعت اسلامیہ کے اصول و احکام میں وسعت ' لچک اور جامعیت و کمال کے ہزاروں امکانات پوری قوت کے ساتھ موجود ہیں ۔

۳ ۔ قانون کی حقیقی افادیت اس کے نفاذ پر موقوف ہے ۔ عمل کے بغیر قانون محض ایک ذہنی تصور یا الفاظ کا مجموعہ ہی رہتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں قرآن وسنت کے احکام اور اسلامی قوانین کا نفاذ ایک دینی فریضہ ہے جس میں میں کوتاہی اتنا بڑا اور شدید گناہ ہے جسے قرآن حکیم نے عملاً" کفر سے تعبیر کیا ہے ۔

۴ ۔ کسی بھی معاشرہ میں قانون کا نفاذ اور اس پر عملدرآمد مختلف انتظامی ' عدالتی اور سماجی اداروں کے بغیر ممکن نہیں ۔ اسلامی معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر قانون کے نفاذ اور عدل و انصاف کے قیام میں بنیادی کردار ادا کرنے والے ادارے قضاء ' افتاء شرطہ (پولیس) حسبہ اور ولایۃ المظالم ہیں۔ ہر دور کے حالات اور انتظامی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ان اداروں کی تشکیل عمل میں آنی چاہیے ۔

۵ ۔ اسلام کی رو سے قانون معاشرہ اور ریاست کی سب سے اعلیٰ اور برتر قوت

ہے۔ کوئی فرد ' ادارہ اور منصب قانون سے بالاتر نہیں۔ حتیٰ کہ سربراہ ریاست کو بھی کوئی تحفظ اور امتیاز حاصل نہیں ہے۔ قانون کی نظر میں رعایا اور حکمران بالکل مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

۶ ۔ قانون پر عمل پیرا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ محض اس کے لفظی تقاضوں اور ظاہری پابندیوں کا لحاظ کیا جائے بلکہ قانون کی حقیقی روح اور اصل منشا کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی گزارنا لازم ہے ۔ ایسا تبھی ممکن ہے جب کہ قانون آدمی کے دل و دماغ پر چھا جائے ' اس کے روح و ضمیر کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اس کی شخصیت میں جذب ہو جائے۔ پھر اس کے بعد قانون اپنے نفاذ کے لئے حکومت کے انتظامی جبر کا محتاج نہیں رہتا ۔ ہر شخص خود ہی اپنی اندرونی طلب ' روحانی ذمہ داری اور احساس جواب دہی کے تحت اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ صرف اسلامی قانون ہی یہ خصوصیت و امتیاز رکھتا ہے۔ دنیا کا کوئی اور قانونی نظام اس سے بہرہ ور نہیں۔

۷ ۔ قانون کو محض جامد اور محدود نہیں ہونا چاہیے کہ افراد اور معاشرہ اس کی ظاہری پابندیوں اور لفظی موشگافیوں کی بھینٹ چڑھ جائیں ۔ وقت کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں جو نئے مسائل ' حالات اور ضرورتیں ابھرتی ہیں ان کے حل کی خاطر قانون کے اصول و احکام میں گنجائش ہونی چاہیے ۔ اسلامی شریعت میں اس مقصد کے لئے اجتہاد کا مستقل نظام موجود ہے۔ فقہ میں اجتہاد کی حیثیت اساس و بنیاد یا روح و جان کی ہے تاہم ہر دور کے تمدنی مسائل کی نوعیت مختلف ہو سکتی ہے اور شرعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مطلوبہ اہلیت و صلاحیت کے بغیر کوئی شخص اجتہاد کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

آداب عدل

- جج
- عدالت
- وکالت
- شہادت

جج

۱۔جج اسلامی معاشرہ میں حقوق انسانی کا محافظ' قانون کا نگہبان اور عدل وانصاف کا ضامن ہے۔ اس کا منصب معاشرے میں سب سے اہم اور مقام انتہائی بلند ہے۔ لہٰذا ایک جج میں علم ودانش' معاملہ فہمی' بصیرت ودور بینی اور فہم وذکاء ایسے اوصاف کا پایا جانا از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر جج کے لئے معاملات کی تہہ تک رسائی اور حقائق کا کھوج لگا کر صحیح فیصلہ تک پہنچنا ممکن نہیں۔

۲۔جج کی حیثیت سماج میں بہت نمایاں ہے۔ وہ عوام وخواص کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ اپنے نفس کو شریعت کے احکام واخلاق کا پابند بنائے۔ صدق واخلاص' مروت وشرافت اور ضبط نفس اسکا شعار ہو۔ عفت وپارسائی' زہد وتقدس' خودداری واستغناء اس کا شیوہ ہو' کہ اس کے بغیر کسی صورت وہ بے لاگ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔

۳۔جج اپنے تمام فیصلوں میں احکام الٰہی کا پابند ہے۔ وہ شریعت کی مقرر کردہ حدود سے کسی صورت تجاوز نہیں کر سکتا۔ کسی غلط اقدام کو صحیح اور جائز کام کو حرام نہیں ٹھہراسکتا۔ معاشرہ کو انحراف سے روکنا اور عدل وانصاف پر قائم رکھنااس کے فرائض میں داخل ہے۔

۴۔ عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرتے وقت معاشرتی حالات' انسانی مجبوریوں اور تمدنی ضرورتوں کو پیش نظر رکھنا جج کی ذمہ داری ہے۔

۵۔ اسلام میں انصاف ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ اس لئے جج کو چاہیے کہ ہر مظلوم کو اس کا حق دلائے۔ مقدمہ کا فیصلہ جتنی جلدی ممکن ہو کرے تاکہ انصاف میں تاخیر نہ

ہونے پائے کیونکہ انصاف میں تاخیر خود انصاف ہی کی نفی ہے۔

۶۔ جج تنازعات کی تہہ میں کار فرما اصل معاملات کا کھوج لگانے اور حق وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنے میں کسی قسم کی بے جا نرمی اور رعایت سے کام نہ لے اور نہ ہی غیر ضروری سختی اور شدت کا مظاہرہ کرے۔ اپنے فیصلے میں صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کی فکر کرے۔ مخلوق کی تعریف یا ملامت سے بے نیاز رہے۔ کسی سے کوئی طمع یا امید نہ رکھے۔

۷۔ جج کا حلیہ باوقار' ہیئت پاکیزہ اور لباس صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ اس کی نشست وبرخاست میں متانت وخاموشی اور کلام میں حسن ہو۔

۸۔ جج ایسا کوئی ہدیہ قبول نہ کرے جو اس کے منصب اور قضاء کی وجہ سے پیش کیا گیا ہو یا جس میں کسی طرح کی تہمت پیدا ہونے کی گنجائش ہو۔ اسی طرح جج کو چاہیے کہ وہ کسی ایسی دعوت میں شریک نہ ہو جس کا اہتمام خاص اس کی وجہ سے کیا گیا ہو۔ ہاں اگر دعوت عمومی ہو تو قبول کر سکتا ہے۔

عدالت

۱۔ جب کوئی شخص مجلسِ قضا میں حاضر ہو تو عدالت کا ادب واحترام پوری طرح ملحوظ رکھے تاکہ عدل وانصاف کا وقار قائم رہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے توہینِ عدالت کا پہلو نکلتا ہو۔ مقدمہ کی سماعت میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ڈالے اور عدالت کے فیصلے کا احترام کرے۔

۲۔ عدالت کے اہل کار اپنا کام دیانت داری سے انجام دیں۔ آئین عدالت کی ہر طرح پابندی کریں اور اپنے اختیارات سے ذرا تجاوز نہ کریں۔ کسی رعایت کے بغیر قانون' نظم وضبط اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کریں۔

۳۔ جج اپنے منصب کی عظمت وہیبت اور عدالت کا وقار قائم رکھے۔ کامل سکون واطمینان کی حالت میں خاموشی سے مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ کرے۔ اگر کسی طرح کا اضطراب وتشویش لاحق ہو اور جج ذہنی وفکری اعتدال کی حالت میں نہ ہو تو مقدمات کا تصفیہ نہ کرے۔

۴۔ جج کو چاہیے کہ فریقین کے ساتھ گفتگو' توجہ اور دیکھنے تک میں بالکل یکساں اور مساوی برتاؤ کرے۔ ہر لحاظ سے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرے۔

۵۔ اگر فریقین کے مابین صلح کا امکان ہو تو جج کو چاہیے کہ انہیں باہم مصالحت کی تلقین کرے کیونکہ بسا اوقات مقدمہ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد فریقین کے درمیان عداوت وانتقام کے شعلے اور زیادہ بھڑک اٹھتے ہیں۔ اس آگ کو باہمی مصالحت ہی سے ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ جج کو چاہیے کہ مقدمہ کی سماعت کرتے وقت فریقین اور گواہوں کے بیانات پوری

توجہ، یکسوئی اور کامل انہماک سے سنے۔ دستاویزی، قرائنی اور نفسیاتی شواہد پر خوب غور کرے اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے تاکہ حق وانصاف کے مطابق صحیح فیصلہ کر سکے۔

وکالت

۱۔ وکیل کو چاہیے کہ مقدمہ لینے سے پہلے حق اور سچ کی پوری طرح چھان بین کرے اور صرف ایسے شخص کی وکالت کرے جو واقعی سچا' حقدار اور مظلوم ہو۔ جھوٹے مقدموں کی پیروی یا اعانت سے باز رہے۔

۲۔ مقدمے کی پیروی انتہائی دیانت داری اور جانفشانی سے کرے۔ موکل سے پوری ہمدردی اور خیر خواہی کرے۔ صحیح مشورہ دے۔فیس مناسب لے۔ دوسرے فریق سے ساز باز نہ کرے۔

۳۔ اپنے مؤکل سے کسی قسم کی بد دیانتی' بد سلوکی یا دھوکہ نہ کرے۔ اس کے کام پر پوری توجہ دے اور اس کو انصاف مہیا کرنے کی پوری کوشش کرے۔

۴۔ مقدمہ کی پیروی میں جھوٹ فریب اور غلط بیانی سے کام نہ لے۔ مقدمہ جیتنے کے لئے جھوٹی گواہی' جعلی دستاویزات اور کسی قسم کی بد عنوانی کا سہارا نہ لے۔

۵۔ اگر وکیل کسی قانون کا صحیح علم نہ رکھتا ہو یا مقدمہ میں پیچیدگی محسوس کرے تو پیروی کی ذمہ داری نہ اٹھائے۔ ہمیشہ یاد رکھے کہ ایک روز بارگاہِ الٰہی میں اپنی تمام سرگرمیوں کا حساب دینا ہے۔

شہادت

۱۔ جب کوئی تنازعہ عدالت میں پیش ہو تو صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لئے فریقین کو شہادت پیش کرنے کی پوری پوری سہولت دی جائے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

۲۔ جس معاملے کے متعلق کسی کو حقیقت معلوم ہو اسے چاہیے کہ عدالت میں حاضر ہو کر گواہی دینے سے گریز نہ کرے کیونکہ گواہی چھپانا حق دار کا حق ضائع کرنا ہے۔

۳۔ ہمیشہ صحیح اور سچی گواہی دیں۔ کسی فریق کی طرف داری میں جھوٹ بول کر اپنی آخرت خراب نہ کریں۔

۴۔ مقدمہ سے متعلق تمام حقائق جو آپ کو معلوم ہوں واضح اور صاف الفاظ میں بلا کم و کاست بیان کریں، کوئی بات ہرگز نہ چھپائیں۔

۵۔ گواہی صرف حق وانصاف کی سربلندی، مظلوم کی دادرسی، اور اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لیئے دیں۔ کسی دنیاوی فائدے کی طلب یا نفسانی غرض کی پیروی کر کے اپنا اخروی اجروثواب ضائع نہ کریں۔

مطبوعات قائداعظمؒ لائبریری

۱۔ علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت	قیمت 100/00
۲۔ مسلمان مورخین کا اسلوب تحقیق	قیمت 30/00
۳۔ اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت	قیمت 190/00
۴۔ اصطلاحات حدیث	قیمت 80/00
۵۔ کلیاں میرے گلشن کی	قیمت 20/00
۶۔ ابتدائی فلکیات	قیمت 30/00
۷۔ کرۂ زمین	قیمت 20/00
۸۔ پودوں کی زندگی	قیمت 30/00
۹۔ عالم حیوانات	قیمت 30/00
۱۰۔ مسلمان اور سائنس	قیمت 30/00

ملا وجہی اور ادب

سید عبدالرحمٰن بخاری
ایم اے، ایل ایل ایم

شعبۂ تحقیق
قائدِ اعظم لائبریری باغ جناح لاہور